بعونِ صانعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۲

اردو کا کلاسیکی ادب

مسافرانِ لندن

مرتبہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر،
کے۔ سی۔ ایس۔ آئی

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور

فہرست مضامین

سفر نامہ مسافران لندن

مقدمہ

سفر نامہ مسافران لندن

آغاز سفر

نمبرشمار		صفحہ
۸۴- جزیرہ شروان	... ...	۱۰۰
۸۵- سویز پہنچنا	... ...	۱۰۰
۸۶- شہر سویز کے بازاروں کی سیر	... ...	۱۰۳
۸۷- عدن سے سویز تک کی مسافت	... ...	۱۰۴
۸۸- عدن سے سویز تک کے لائٹ ہاؤس	... ...	۱۰۴
۸۹- ریل کا سفر سویز سے اسکندریہ تک	... ...	۱۰۵
۹۰- شہر طنطنا سے ریل کا گزر	... ...	۱۰۶
۹۱- ریل کا شہر کنزالزیات پہنچنا	... ...	۱۰۶
۹۲- دریائے نیل کا پل	... ...	۱۰۷
۹۳- دمنہور سے گذرتے ہوئے اسکندریہ پہنچنا اور جہاز پونا سے ولایت کو روانگی	... ...	۱۰۷
۹۴- اسکندریہ کا شہر	... ...	۱۰۸
۹۵- ملک مصر کی زرخیزی	... ...	۱۰۸
۹۶- مصر کی اس وقت کی ریل	... ...	۱۱۰
۹۷- ریلوے کارکن سب مصری ہیں	... ...	۱۱۰
۹۸- تمام ریلوے آلات غیر ملکی ہیں	... ...	۱۱۰
۹۹- مصریوں اور ہندوستانیوں میں فرق	... ...	۱۱۱
۱۰۰- تمام علوم و فنون کی تعلیم اپنی ملکی زبان میں ہونی چاہیے	... ...	۱۱۱
۱۰۱- مصریوں میں صفائی کا فقدان	... ...	۱۱۱
۱۰۲- یوروپین لوگوں کی صفائی کی تعریف	... ...	۱۱۲
۱۰۳- اسکندریہ سے مارسیلز کو روانگی	... ...	۱۱۲
۱۰۴- لائق پائیلٹ	... ...	۱۱۲
۱۰۵- پونا جہاز کی کچھ کیفیت	... ...	۱۱۳
۱۰۶- جہاز میں رفقائے سفر	... ...	۱۱۳
۱۰۷- جہاز پونا میں غسل خانہ کا عمدہ انتظام	...	۱۱۴
۱۰۸- جہاز میں ڈاڈ صاحب کی نامناسب گفتگو	...	۱۱۴
۱۰۹- جہاز میں سابق ڈپٹی کمشنر دھلی سے ملاقات	...	۱۱۵

ضمیمه نمبر ۲

سرسید کے سفر لندن کے حالات

ضمیمہ نمبر ۳

اقتباسات از خطوط سرسید بنام مولوی مہدی علی خاں

بابت سفر لندن

نمبر شمار — صفحہ

نمبر شمار | صفحہ

ضمیمہ نمبر ۴

ایتھی نیم کلب لندن کا حال

نوشتہ سرسید

ضمیمہ نمبر ۵

شہر لندن کے تاریخی حالات

(بیان کردہ سر سید)

سوانح ملکہ وکٹوریہ

ضمیمہ نمبر ۶

نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

(از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)

سفر نامہ کس طرح تیار ہوا؟ اور اس وقت تک کیوں نہ چھپا؟

سرسیدؒ کا یہ سفر نامۂ لندن ایک بیش بہا ادبی اور معلوماتی خزانہ ہے جو آج پہلی مرتبہ کتابی شکل میں شائع ہو کر ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اس سفر نامہ کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ جب سرسیدؒ لندن گئے تو وہاں سے انھوں نے اپنے حالات سفر مضامین اور خطوط کی شکل میں لکھ کر "اخبار سائینٹفک سوسائٹی علیگڈھ" کو بھیجنے شروع کئے جو وہاں مسلسل چھپتے رہے۔ بعد میں انھوں نے انہی مضامین کو مرتب کرکے اپنے رسالہ "تہذیب الاخلاق" میں چھاپا۔ یہ مسودہ سرسیدؒ نے لندن میں ۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء کو لکھ کر ختم کیا تھا اور اس کا نام "سفر نامۂ مسافران لندن" رکھا تھا۔ (کیونکہ یہ سفر پانچ اشخاص پر مشتمل تھا)۔

نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ سرسیدؒ کے کسی ناشر کو ان عجیب اور دلچسپ حالات کے کتابی شکل میں شائع کرنے کا خیال نہیں آیا ۔ غالباً یہی وجہ ہوگی کہ اخبار میں چھپ کر یہ مضامین چُھپے رہے اور کسی کی نظر نہ پڑے ۔

اس سفر کی مشکلات | اُن ایّام میں اتنا طول طویل سفر اختیار کرنا بظاہر حالات سرسیدؒ کے لئے نہایت مشکل تھا کیونکہ :-

۱- سرسیدؒ کی تنخواہ اتنی نہ تھی کہ چار آدمیوں کے ساتھ ولایت کا سفر اختیار کر سکتے اور وہاں ایک مدت تک قیام کر سکتے ۔

۲- ملازمت کی پابندیوں کے ساتھ وہ آسانی سے وطن کو نہ چھوڑ سکتے تھے ۔

۳- تصنیف و تالیف کا جو ضروری سلسلہ اُنھوں نے شروع کر رکھا تھا ۔ لندن جانے سے وہ بھی ٹوٹتا تھا ۔

۴- اخبار سائینٹفک سوسائٹی علیگڈھ کی ادارت بھی اُن کے راستے میں روک تھی ۔

۵- مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے جو مختلف کام وہ کر رہے تھے ، وہ بھی اس سفر کی راہ میں حائل تھے ۔

مگر ان سب موانعات کے باوجود جب اُنھوں نے دیکھا کہ میرا لندن جانا مسلمانوں کی فلاح اورخدمت اسلام کے لئے ضروری ہے تو پھر کوئی بھی مشکل اور دقّت اُن کو اپنے عزم سے باز نہ رکھ سکی اور وہ نہایت اولوالعزمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہر روک کو دور کرتے ہوئے ولایت روانہ ہو گئے ۔

سفر کے مقاصد | وہ بلند مقاصد جن کے لئے اُس زمانے اور اُس ماحول میں سرسیدؒ کو اتنا لمبا سفر اختیار کرنا پڑا حسب ذیل تھے -

(الف) مسلمان بچوں کو جدید تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے جس اعلیٰ پیمانے پر ایک اسلامی درسگاہ قائم کرنے کا سرسیدؒ کو خیال تھا ، اس خیال کی عمدہ طور پر تکمیل اُس وقت تک نہ ہو سکتی تھی جب تک وہ خود ولایت جا کر وہاں کے طرز تعلیم اور اصول تدریس سے بذات خود واقفیت بہم نہ پہنچائیں -

(ب) سرسیدؒ کا خیال تھا کہ چونکہ انگریز ہندوستان کے حاکم ہیں ، اس لئے اُن کی حکومت میں مسلمانوں کا عزت سے رہنا اور اپنی تعلیم ، معاشرت اور تہذیب میں ترقی کرنا اُسی وقت ممکن ہے جب وہ حکمران قوم سے نفرت کی بجائے مؤدّت کا طریقہ اختیار کریں ، اُن سے الگ رہنے کی پالیسی ترک کرکے موانست پیدا کریں ، اُن سے بیگانہ رہنے کی بجائے باہم محبت سے رہیں ، عام معاشرتی امور میں اُن کی جو اچھی باتیں ہیں اُن کی تقلید کریں ، تاکہ انگریز بھی اُن کو معزز ، شریف اور تعلیم یافتہ سمجھیں اور اُن کو اچھی نظر سے دیکھیں -

سرسیدؒ کے دل میں یہ بات میخ فولاد کی طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی موجودہ دنیوی حالت نہایت پست اور زبون ہے اور وہ صرف اُسی وقت ترقی کرسکتے ہیں جب اُن تمام امور میں یورپ کی تقلید کریں جن کو اختیار کرکے یورپ نے ترقی کی ہے -

اهل یورپ کی تہذیب ، اُن کے تمدن اور اُن کی معاشرت کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا اور اُسے اپنے ملک میں رائج کرنا ، اُس وقت تک ممکن نہ تھا ، جب تک سرسیدؒ خود وہاں جا کر اہل فرنگ کے طور طریقے اور اُن کی عادات وغیرہ سے واقف نہ ہوتے۔

سرسیدؒ کے اس مقصد کی وضاحت اُس درخواست سے بخوبی ہوسکتی ہے جو اُنھوں نے سفر لندن کے وقت رخصت حاصل کرنے کے لئے گورنمنٹ میں بھیجی تھی اور جس میں وہ صاف طور پر لکھتے ہیں :-

> ”یہ بات بخوبی میرے ذہن نشین ہے کہ ہندوستان کی فلاح اور بہبودی کو کامل ترقی دینے اور گورنمنٹ انگریزی کے مطالب کو جس کی ملازمت کا فخر مجھ کو حاصل ہے بخوبی استحکام و پائداری بخشنے کے واسطے اس کے سوا اور کسی امر کی ضرورت نہیں ہے کہ اہل یورپ اور ہندوستان کے درمیان ربط و ضبط کو ترقی دی جائے۔ پس اس مقصد کی تکمیل کے واسطے ہندوستانیوں کو میری رائے میں یورپ کے سفر کی ترغیب دینی چاہئے تاکہ وہ مغربی ملکوں کی شائستگی کے عجیب و غریب نتیجوں اور اُس کی ترقی کو بچشم خود مشاہدہ کریں اور اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ انگلستان کے لوگ کیسے۔

دولت مند طاقتور اور دانا ھیں اور اُن
مفید اور عمدہ باتوں کو ہندوستان کی بھلائی
کے واسطے سیکھیں جو اس امر کے نتیجے ھیں
کہ تجارت کے باب میں انگلستان کے باشندے
کیسے مستعد ھیں اور کارخانوں اور کاشتکاری
اور شفاخانوں اور خیرات اور اس کے شہروں
کی صفائی اور اُس کی دولت اور علم سے
روز بروز زیادہ کام لیا جاتا ھے۔

پس اس خواھش سے میں یہ بات چاھتا ھوں
کہ خود انگلستان جا کر اپنے ھم وطنوں کے
لئے ایک نظیر قائم کروں۔ مجھ کو یقین ھے کہ
صرف مجھ کو ھی اس سفر سے فائدہ نہ ھوگا
بلکہ امید ھے کہ اپنے سفر کے نتیجوں سے اُن
کو مطلع کر کے اُن کو بھی فائدہ پہنچا سکوں
اور اس طرح پر جو عمدہ باتیں میں نے سیکھی
ھوں اُن کو بھی سکھاؤں اور اُن کو بھی
اپنی پیروی کی ترغیب دوں"۔

(حیات جاوید صفحہ ۲۰۲)

(ج) اُن ایام میں یو۔پی کے لفٹنٹ گورنر سر ولیم میور نے یوروپین مصنفین اور عیسائی پادریوں کی تقلید میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سوانح حیات اور حضور علیہ السلام کے کارناموں پر ایک تنقیدی کتاب "لائف آف محمدؐ" کے نام سے چار جلدوں میں لکھی جس میں جگہ جگہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاک اور بے عیب زندگی پر ناواجب اور نامناسب الفاظ

میں اعتراضات کئے جنھیں دیکھ کر سرسیدؒ کی دینی غیرت اور
مذہبی حمیت سخت جوش میں آئی اور اُنھوں نے پختہ ارادہ کر لیا
کہ اس کتاب کا مکمل ، مدلل اور تسلّی بخش تحقیقی جواب دیا
جائے مگر مشکل یہ تھی کہ اس کا جواب دینے کے لئے جن مستند
کتابوں کی ضرورت تھی وہ ہندوستان میں ناپید تھیں اور صرف
یورپ میں دستیاب ہو سکتی تھیں یا انڈیا آفس اور برٹش میوزیم
کے کتب خانوں میں محفوظ تھیں ۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس
کتاب کا جواب لکھنے کے لئے انگلینڈ کا سفر کیا جائے اور وہاں
بیٹھ کر اُن کتابوں سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد سرولیم میور کی
کتاب کا جواب تیار کیا جائے ۔

سفر کی تقریب کس طرح پیدا ہوئی ؟ | اس سفر کی تقریب
اس طرح پیدا ہوئی کہ اتفاق سے اُن ایام میں انگریزی حکومت نے
ہندوستان کے ہونہار اور ہوشیار طلباء کو انگلستان میں اعلیٰ
تعلیم حاصل کرنے کے لئے چھ چھ ہزار روپے کے ۹ وظیفے دینے
منظور کئے ۔ اس کے علاوہ ہر طالب علم کے لئے تین ہزار روپیہ
اخراجات آمد و رفت بھی منظور کئے چنانچہ ہر صوبے کی گورنمنٹ
نے اپنے ہاں کے لائق طلباء کو اس سرکاری عطیے سے فائدہ اٹھانے
کے لئے انتخاب کیا ۔ اس سلسلے میں یو ۔ پی کی گورنمنٹ نے
سرسیدؒ کے فرزند سیّد محمود کو اس وظیفے کے لئے موزوں سمجھا
اور اُن کو اس کی اطلاع دے دی ۔

اس خلاف توقع امداد سے سرسیدؒ کے ارادے کو زبردست
تقویت پہنچی اور یہی سرکاری عطیہ اس بات کا باعث بن گیا کہ

وہ سیّد محمود کے ساتھ خود بھی عازم ولایت ہوں اور لندن پہنچ کر اپنی پرانی آرزو پوری کریں ۔

سفر کے لئے سرسیّدؒ کی قربانی | مگر دقّت یہ تھی کہ یہ روپیہ جو گورنمنٹ نے بطور وظیفہ دیا تھا خود سیّد محمود کی تعلیم کے لئے بھی کافی نہ تھا ۔ سرسیّد کی پوری کس طرح پڑتی ؟ اس مشکل کا حل اُنھوں نے یہ سوچا کہ سخت ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے نایاب اور قیمتی کتب خانے کو کوڑیوں کے مول بیچ ڈالا ، اپنے آبائی اور جدّی مکان کو رہن رکھ دیا ، اپنی تنخواہ وصول کی اور سب کچھ لے کر سفر پر روانہ ہوگئے ۔

شرکائے سفر | یہ سفر حسب ذیل پانچ افراد پر مشتمل تھا یعنی خود سرسیّدؒ ۔ اُن کے دونوں لڑکے سیّد حامد اور سیّد محمود مرزا خدا داد بیگ اور اُن کا ایک قدیمی خدمتگار جسے چھجّو کہتے تھے ۔

سفر کی ابتدا | سفر ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ مطابق یکم اپریل ۱۸۶۹ء کو یو ۔ پی کے شہر بنارس سے شروع ہوا جہاں اُس وقت سرسیّدؒ سمال کاز کورٹ کے جج تھے ۔

حالات سفر کا خلاصہ | اس سفر کے حالات کا نہایت عمدہ اور جامع خلاصہ شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین حالی نے اپنی بے نظیر کتاب ”حیات جاوید“ میں اس طرح بیان کیا ہے :—

”سرسیّدؒ نے اپنے سفرنامے میں ہر ایک دلچسپ حال جو

اثنائے راہ میں اُن کو پیش آیا ہے قلمبند کیا ہے اور سفر کی ضروریات جو ہر مسافر کو پیش آتی ہیں مفصل بیان کی ہیں اور وقتاً فوقتاً جو خیالات اپنے خاص مقصد یعنی وطن کی بھلائی کے اُن کے دل میں گذرے ہیں، اُن کو ہر موقع پر ظاہر کیا ہے، جابجا ایشیا اور یورپ کی سوشل (معاشرتی) اور مورل (اخلاقی) حالتوں کا مقابلہ کیا ہے، یورپ کے عجائبات ایسے طور پر بیان کئے ہیں جس سے پڑھنے والوں کو یورپ کی سیر کی ترغیب ہو۔

جس ذہن میں سرسیدؒ نے یہ سفر کیا تھا، اُس کا ثبوت اس سفر نامے میں نہایت وضاحت کے ساتھ ملتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سفر نامہ لکھنے والا وطن اور قوم کی خیر خواہی اور ہمدردی میں شور بور ہے۔ بمبئی میں پہنچ کر کہیں وہ میمن مسلمانوں کے اخلاق، نام و نمود پر مرنے، جھوٹی شیخی کرنے، مفید تعلیم پر متوجہ نہ ہونے اور گھروں پر مدرّس نوکر رکھنے پر افسوس کرتا ہے اور پارسیوں کی عمدہ حالت سے اُن کا مقابلہ کرتا ہے۔ کہیں پارسیوں کے صاف اردو بولنے پر حیران ہوتا ہے اور اُن لوگوں پر تعجب کرتا ہے جو اُردو کو ہندوستان کی قومی زبان نہیں مانتے۔ کہیں گجراتی زبان کی کچھ عبارت نقل کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس میں بھی فارسی اور عربی الفاظ ملے ہوئے ہیں اور پھر سوال کرتا ہے کہ الہ آباد ایسوسی ایشن کون کون سی زبان سے عربی الفاظ نکال کر قدیم بھاشا جاری کرے گی؟ مصر کی ریل کی تعریف کرکے افسوس کرتا ہے کہ ریل کا تمام سامان فرانس اور انگلستان کا بنا ہوا ہے، مصریوں کی کوئی چیز بنائی ہوئی نہیں۔ مسٹر ڈینس فٹز پیٹرک سے جہاز میں ملتا ہے اور پنجاب کی

طرز حکومت کے ذکر میں اس کو ایک ڈسپاٹک (مطلق العنان) گورنمنٹ کا نمونہ بتاتا ہے اور دلّی کو قانونی اضلاع میں سے نکال کر پنجاب میں داخل کرنے کو غدر کی سزاؤں میں سے ایک سزا قرار دیتا ہے ۔ فرانس کے نامور انجنیر ایم ۔ وی ۔ لسپس سے (جس نے نہر سویز نکالی ہے) جہاز میں ملنے پر بے انتہا خوشی اور فخر ظاہر کرتا ہے اور اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ جب انگریزوُں نے اُس کو ایڈریس دیتے وقت کہا کہ '' اس نہر کا نام نہر لسپس رکھنا زیبا ہے'' تو ایم ۔ وی ۔ لسپس نے جواب دیا کہ ''میرا فخر اس میں ہے کہ اس کا نام نہر فرانس رکھا جائے'' وہاں اُس کی وطن پرستی پر ہزار ہزار آفرین کرتا ہے اور اپنی قوم پر نفرین کہ اُن کا کام سوائے حسد ، بغض ، تشخص اور جھوٹی شیخی کرنے کے کچھ نہیں اور اسی لئے وہ بدبختی اور ذلت میں گرفتار ہیں ۔ اس بات پر افسوس کرتا ہے کہ جس آبنائے پر محب وطن ''گیری بالڈی'' کا گھر ہے ، وہاں سے جہاز رات کو گذرا اور اس کے جھونپڑے کی جو شہنشاہوں کے محلوں سے زیادہ ادب اور تعظیم کے قابل ہے زیارت میسر نہ آئی ۔ پیرس کی عمارتوں کی خوبی کا ذکر کرتے وقت روضۂ تاج گنج اور قطب کی لاٹ کو یاد کرتا اور اس پر فخر کرتا ہے ۔ وارسیل کے شہنشاہی محل میں حوض اور نہریں اور فوارے اور درختوں کی موزونیت دیکھ کر قلعۂ دھلی کی نہر مار پیچ اور مہتاب باغ کا حوض جس کے کناروں سے کبھی تین سو ساٹھ فوارے چھوٹتے تھے اور ساون بھادوں کی کیفیت یاد کرتا ہے ۔ وارسیل میں تصویروں کا عالم دیکھ کر حیران ہوتا ہے مگر الجزائر کے محاربات کی تصویروں میں ایک مرقع دیکھ کر اُس کے دل پر چوٹ لگتی ہے جس کی وجہ سے وہ

فرانس اور اس کی بہادری وسویلزیشن (تہذیب) کو قابل نفرین سمجھتا ہے ۔ اس نے ایک تصویر دیکھی ہے کہ سید عبدالقادر الجزائری کی عورتیں گرفتار ہیں ، فرانسیسی سپاہیوں نے ان کے اونٹ بٹھا کر کجاوہ کو گرا دیا ہے اور عورتیں اس میں سے نکل پڑی ہیں اور ان کے بدن پر سے کپڑا ہٹ گیا ہے ۔ سپاہی سنگینیں اٹھائے ہوئے اور ان کی نوکیں عورتوں کی طرف کئے ہوئے کہ گویا اب ماریں گے ارد گرد کھڑے ہیں ۔ اس تصویر کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ ایک غیرت مند مسلمان کے لئے ان عورتوں کا ایسی بیکسی کی حالت میں دیکھنا آنکھوں سے خون ٹپکانے کے لئے کافی ہے اور کہتا ہے کہ " اس تصویر کو فرنچ سپاہ کی بہادری کی یادگار سمجھنا اور عورت کا کپڑا تصویر میں بدن پر سے ہٹا ہوا بنانا فرانس کے لئے قابل شرم ہے اور اس کی شائستگی کو دھبا لگاتا ہے " ۔ پھر کہتا ہے کہ " اس تصویر سے امام عبدالقادر کی حقارت نہیں ہوتی بلکہ اس کی ویسی ہی عزت دل میں پیدا ہوتی ہے جیسی الجزائر کی بادشاہت کے زمانے میں تھی ۔ وہ بیس برس تک تن تنہا فرانس جیسی سلطنت سے نہایت بہادری اور سچائی سے بغیر دغا اور فریب کے لڑتا رہا اور شکست کے بعد جن شرطوں پر صلح کی ان کو اخیر عمر تک نباہ دیا "۔ پھر ایک دوسرے موقع کی تصویر دیکھتا ہے جس میں نپولین امام عبدالقادر کو قید سے چھوڑ رہا ہے اور اس کی ماں سے جو باہر پھرنے کا پورا پردہ دار لباس پہنے کھڑی ہے مصافحہ کر رہا ہے ۔ اس تصویر کو دیکھ کر نپولین کی فیاضی ، دانائی اور ہمت کی تعریف کرتا ہے ۔

اس کے بعد وہ لندن پہنچتا ہے اور اپنے سفر نامے کے خاتمے پر ہندوستان کے تمام سنّی ، شیعہ اور ہندوؤں کو آگاہ کرتا ہے کہ

سب ہندوستانی اپنے اپنے مذہب کی پابندی کے ساتھ یہ سفر طے کرسکتے ہیں - پھر اپنے جان پہچان انگریزوں کی ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد کافٹن کے لٹکواں پُل کے بننے کی تاریخ بیان کرتا ہے جو مدت سے ناتمام پڑا تھا اور جس کو سول انجنیرز انسٹی ٹیوٹ کے ممبروں نے ایک ممبر کی بدنامی کے خیال سے باہم اتفاق کرکے اپنی فیاضی سے بنا دیا -

پھر اپنے ہموطنوں کی طرف مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ " اے میرے ہموطنو! بتاؤ ، انسان یہ لوگ ہیں یا ہم ؟ جو حیوانوں کی طرح اپنی خود غرضیوں میں مبتلا ہیں اور اپنے ہر ایک کام کا بندوبست گورنمنٹ سے چاہتے ہیں کہ ہمارے لڑکوں کو بھی وہی پڑھائے اور ہماری مذہبی تعلیم کا بھی وہی انتظام کرے" -

پھر ایک رصدگاہ کا ذکر لکھ کر کہ ایک عورت اس کا تمام کام انجام دیتی ہے ، اپنے ملک کے مدعیان علم و فلسفہ و منطق کو شرمندہ کرتا ہے -

یہ سفر نامہ ناتمام ہے

یہ سفر نامہ جس کا خلاصہ مولانا حالی کے الفاظ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا نہایت پرلطف اور بہت دلچسپ طریقے پر سرسیدؒ نے لکھنا شروع کیا تھا مگر قصہ یہ ہوا کہ جب سرسیدؒ نے اپنے سفر کے یہ حالات مع اپنی سخت تنقید کے لکھ کر اخبار سائینٹفک سوسائٹی علیگڈھ کو بھیجنے شروع کئے اور اس میں بالاقساط چھپنے لگے تو فوراً یہاں کے " راسخ العقیدہ " مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی اور ایک طوفان عظیم سرسیدؒ کے " ملحدانہ " خیالات کی نسبت تمام ہندوستان میں برپا ہو گیا - علمائے کرام کا

پرانہ حربہ میان سے باہر نکل آیا اور تکفیر کے فتوے کثرت کے ساتھ اخباروں میں چھپنے لگے اور یہ "یقینی خبر" سارے ہندوستان میں بڑی سرعت کے ساتھ پھیل گئی کہ "سرسیدؒ" ولایت جاکر "کرسٹان" بن گئے۔ اور اب اپنے "گمراہ کن مضامین" کے ذریعے ہندوستان کے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی کرسٹان بنانا چاہتے ہیں۔

یہ پراپگنڈہ اس زور شور کے ساتھ کیا گیا کہ ہندوستان کے ہر عامی اور جاہل شخص تک بھی یہ اطلاع پہنچ گئی کہ سیّداحمد خاں عیسائی ہوگئے۔ اس ضمن میں مولانا حالی نے ایک نہایت دلچسپ لطیفہ "حیات جاوید" میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "جس زمانے میں سر سیّدؒ کو ولایت میں سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا، اس کے کچھ دن بعد راجہ جے کشن داس کو یہی خطاب ہندوستان میں بمقام علیگڈھ ملا تھا اور اس کے تمام مراسم سائینٹفک سوسائٹی کے بڑے ہال میں عمل میں آئے تھے۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد راجہ صاحب کے تمام دوست اُن کو مبارکباد دینے لگے۔ سوسائٹی کا ایک (نا خواندہ) ملازم ہر ایک کی زبان سے "سی۔ ایس۔ آئی" کا لفظ سنتا تھا اور نہایت تعجب کرتا تھا۔ چنانچہ باہر آکر دوسرے نوکروں سے کہنے لگا "ارے یارو! عجب تماشا ہے۔ سیّد احمد خاںؒ تو خیر لندن گئے تھے۔ وہاں جا کر عیسائی ہوئے۔ کسی نے جانا کسی نے نہ جانا۔ مگر ان راجہ صاحب کو کیا ہوا کہ ہندوستان ہی میں بھرے جلسہ کے اندر عیسائی بن گئے؟" (لوگوں کی زبان سے جو بار بار سی۔ ایس۔ آئی کا لفظ سنتا تھا تو وہ اس کو "عیسائی" سمجھا،

اکبر الہ آبادی نے بھی اس موقع پر یہ پھبتی کہی ؎

فضل خدا سے عزت پائی آج ہوئے ہم سی - ایس - آئی

شیخ نہ سمجھے لفظ انگریزی بولے ہوئے ہیں ہم عیسائی

سر سیدؒ نے جو کچھ لکھا تھا مسلمانوں کی بھلائی اور بہبودی کے لئے لکھا تھا اور اپنی دانست میں اُن کو نیک مشورے دئے تھے - اُنھیں کیا خبر تھی کہ وہ بھڑوں کے چھتّے کو چھیڑ رہے ہیں - اس مخالفت سے وہ بھڑک اُٹھے اور چونکہ ابھی اُن کے کان ایسی مخالف صداؤں سے کچھ زیادہ آشنا نہ ہوئے تھے اس لئے اُنھیں بڑا غصہ آیا اور اُنھوں نے نہایت ناراض ہو کر یہ سفر نامہ لکھنا بند کر دیا - مولانا حالی تحریر فرماتے ہیں ''سر سیدؒ کا ارادہ تھا کہ انگلستان اور ہندوستان کی حالت میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے اُس کو اپنے سفر نامے میں مفصل بیان کر کے اہل وطن کو خبردار کریں مگر اہل وطن نے اسے برداشت نہ کیا - وہ اپنی پستی کی درد انگیز داستان نہ سن سکے - اس لئے جو سلسلہ سر سیدؒ نے اپنے سفر کے حالات کا لکھنا شروع کیا تھا وہ منقطع ہو گیا - بایں ہمہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے سفر کے جستہ جستہ حالات لکھنے سے دست بردار نہیں ہوئے اور جب کبھی موقع ملا اُنھوں نے کوئی نہ کوئی بات اہل وطن کے کان میں ڈال دی - چنانچہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو اُنھوں نے ایک لمبی تحریر اخبار سائینٹفک سوسائٹی میں چھپنے کو بھیجی جس میں چھ مہینے کے حالات سفر مختصر طور پر بیان کئے تھے اور یورپ کی ترقی اور اپنے ملک کے ادبار اور تنزل کی مثالیں پیش کر کے اہل وطن کو غیرت دلائی تھی - سر سیدؒ کی یہ تحریر ۱۹ نومبر ۱۸۶۹ء کے اخبار سائینٹفک سوسائٹی

میں چھپی ۔ جب اس تحریر کا نتیجہ بھی سوائے اس کے کہ لوگ زیادہ برافروختہ ہوں اور زیادہ زور شور کے ساتھ برا بھلا کہیں، کچھ حاصل نہ ہوا تو ۲۲ مارچ ۱۸۷۰ء کو ایک دوسری تحریر بعنوان ”عذر از طرف گہنگار سید احمد“ ہندوستان میں بھیجی - پھر ایک اور تحریر بعنوان ”عرضداشت سید احمد بخدمت اہل وطن“ اخبار میں چھپنے کے لئے روانہ کی ۔ ان تمام تحریروں کے دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں سر سیدؒ کو اہل وطن کی بھلائی کا کس قدر خیال تھا ۔

اگرچہ ان تحریروں سے قوم و ملک کے کان پر جوں نہیں چلی مگر در حقیقت یہ سب تمہیدیں تھیں ان کارروائیوں کی جو آخرکار ہندوستان میں پہنچ کر سر سیدؒ کے ہاتھ سے ظہور میں آنے والی تھیں“۔ (حیات جاوید صفحہ ۲۱۲)

سفر نامے کی تکمیل کی کوشش اگرچہ سر سیدؒ نے اپنے سفر نامے کو ہندوستان کے مسلمانوں کے اعتراضات سے ناراض ہو کر بیچ میں چھوڑ دیا تھا مگر میں نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سفر کے زیادہ سے زیادہ حالات مہیا ہو جائیں اور اس طرح سفرنامے کی بہت حد تک تکمیل ہو جائے۔ اس سلسلے میں سر سیدؒ کی ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء والی طویل تحریر جس کا حوالہ مولانا حالی نے دیا ہے، عزیزی محمد صالح تبسم کا شمیری طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور کی نشان دہی سے مجھے مل گئی جو میں ان کے نہایت شکریہ کے ساتھ اس سفر نامے کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر رہا ہوں ۔ اپنے مخلص دوست سردار مسیح صاحب ایم ۔ اے انچارج شعبہ علوم مشرقی پنجاب پبلک لائبریری لاہور کی مہربانی

کا بھی نہایت شکر گذار ہوں جنھوں نے یہ نایاب اور نا پید تحریر لائبریری میں سے نکال کر مجھے اس کی نقل کرنے کا موقع دیا ورنہ سفرنامے کی تکمیل میں بڑی کمی رہ جاتی ۔

اس قیمتی تحریر کے علاوہ جس میں سر سیدؒ نے اپنے چھ ماہ کے قیام لندن کے حالات بڑی خوبی سے بیان کئے ہیں ، میں نے اُن تمام خطوط کے ضروری اقتباسات بھی شریک اشاعت کر دئے ہیں جو سر سیدؒ نے اپنے نہایت ہی گہرے دوست مولوی سیّد مہدی علی (نواب محسن الملک) کو لندن سے وقتاً فوقتاً لکھے اور جن میں وہاں کے حالات نہایت پر لطف اور دلچسپ پیرایے میں تحریر کئے ہیں ۔

نیز مولانا حالی نے سر سیدؒ کے اس سفر کے جو حالات مختلف ذرائع سے بہم پہنچا کر لکھے اور جو کام سر سیدؒ نے وہاں کئے یا وہاں جن جن نمایاں افراد سے وہ ملے یا جن جن اعلیٰ تقریبات میں وہ وہاں شامل ہوئے ، اُن کی تفصیلات کو میں نے "حیات جاوید" کے مختلف مقامات سے اخذ و انتخاب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا ہے ۔

لندن کی مشہور علمی انجمن ایتھینیم کلب کا حال سر سیدؒ نے ماہ رجب ۱۲۹۷ھ کے تہذیب الاخلاق میں لکھا تھا ۔ یہ پرچہ خوش قسمتی سے مجھے یونیورسٹی لائبریری لاہور میں مل گیا جہاں سے نقل کرکے سفر نامے کے ساتھ شائع کر رہا ہوں کیونکہ یہ مضمون بھی سفرنامے کا ایک حصہ ہے ۔

لندن سے واپس آنے کے بعد ۱۸۷۴ء میں سر سیدؒ نے لندن کے تاریخی حالات کے متعلق گورکھ پور میں ایک تقریر کی تھی جو اُن کے سفرنامے کا نہایت ضروری جزو تھی ۔ لہٰذا اسے بھی بطور

ضمیمہ شامل کر رہا ہوں۔

اس کے بعد کا ضمیمہ وہ ہے جس میں انگلستان کی ملکہ کی مختصر سوانح اور شہر لندن کے تاریخی حالات خود سر سیدؒ کی زبانی بیان کئے گئے اور جو سفر نامہ کی تکمیل کے لئے بہت ضروری تھے۔

آخری ضمیمہ وہ تاریخی خط ہے جو فرانس کے مشہور مستشرق پروفیسر گارساں دتاسی نے سر سیدؒ کو اس وقت لکھا جب وہ لندن میں مقیم تھے۔ یہ خط اردو میں تھا اور اب بطور یادگار شائع کیا جاتا ہے۔

اس طرح یہ مجموعہ سر سیدؒ کے سفر لندن کا ایک حد تک مکمل سفر نامہ بن گیا ہے۔ اُمید ہے قارئین کرام میری اس جد و جہد کو جو میں نے سر سیدؒ کے حالات سفر کو مختلف مقامات سے فراہم کر کے یکجا کرنے میں کی، نظر استحسان سے دیکھیں گے۔

اس موقع پر مجھے اپنے محترم دوست مولوی عبداللہ صاحب قریشی بی۔ اے کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے جن کی عنایت سے مجھے سر سیدؒ کا اصل سفر نامہ دستیاب ہوا۔

سفر نامے کی ترتیب مقدمہ لکھنے اور مندرجہ بالا ضمیموں کے شامل کرنے کے علاوہ میں نے اصل سفر نامے کی عبارت کو موجودہ رسم الخط کے مطابق بنا دیا ہے تا کہ سفر نامے آسانی کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جا سکے۔ نیز سارے سفرنامہ کو مناسب عنوانات اور بغلی سرخیوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ طویل اور مسلسل عبارت کو پڑھتے ہوئے طبیعت اکتائے نہیں۔ جہاں جہاں ضرورت ہوئی ہے خطوط وحدانی میں بعض الفاظ کی تشریح یا بعض فقرات کا مطلب واضح کر دیا ہے، جہاں مناسب سمجھا ہے وہاں مختصر

حواشی بھی لکھ دئے ہیں ، فہرست مضامین بھی بنا کر شروع میں لگا دی گئی ہے ، غرض سفرنامے کو زمانے حال کے مطابق بہتر سے بہتر شکل میں مرتب کر کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے - خدا کرے یہ کوشش مقبول ہو -

الفاظ جو سفر نامے میں جدید رسم الخط کے مطابق لکھے گئے ہیں

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ میں نے سفرنامے کی تدوین و ترتیب کے وقت سرسیدؒ کے اپنے الفاظ و محاورات اور اُن کی عبارت کو بالکل نہیں بدلا بلکہ صرف اُن الفاظ کو زمانہ حال کے رسم الخط کے مطابق لکھا ہے جو سرسیدؒ نے کہیں ملا کر اور کہیں الگ الگ اُس زمانے کے رسم الخط کے مطابق لکھے تھے - آج کل چونکہ اس قسم کے الفاظ کو آسانی سے پڑھنا مشکل ہوتا اس لئے قارئین کرام کی سہولت کے لئے میں نے اُن کو اُس رسم الخط میں تبدیل کر دیا ہے جو اس وقت رائج ہے - اس خفیف تبدیلی سے مطلب میں تو قطعاً فرق نہیں پڑا ، صرف پڑھنے میں آسانی ہو گئی - سفر نامے میں اس قسم کے جو الفاظ سرسیدؒ نے لکھے ہیں ، اُن کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے ، پہلے سرسیدؒ کا اپنا تحریر کردہ لفظ لکھا ہے اور اس کے بالمقابل اُس لفظ کی جو ہیئت موجودہ رسم الخط میں ہے ، وہ لکھ دی ہے :-

چھڑک نے	چھڑکنے	جب کہ	جبکہ
ھمنے	ہم نے	گانوں	گاؤں
ھی	ہے	طی	طے
ھمسے	ہم سے	کنوے	کوئیں
پھونچینگے	پہنچیں گے	غرض کہ	غرضکہ

کر کر	کرکے	نکرینگے	نہ کریں گے
آسپر	آس پر	مجھسے	مجھ سے
پھونچایا	پہنچایا	پانوں	پاؤں
پمنپ	پمپ	سوئیس	سوئز
فیٹ	فٹ	پینسل	پنسل
آنپر	آن پر	گڈنئیٹ	گڈ نائٹ
جنسے	جن سے	قی	قے
نہو	نہ ہو	جاتا جاتا	جاتا رہتا
ہمکو	ہم کو	آنکر	آن کر
آنہیں	آنہی	سمجھینگے	سمجھیں گے
ٹٹول نے	ٹٹولنے	پیلٹ	پائیلٹ
جیسیکہ	جیسے کہ	مزیکا	مزے کا
مینے	میں نے	ہل کا	ہلکا
پھونچی	پہنچی	مارسیلس	مارسیلز
آنسے	آن سے	کی	کے
خورم	خرم	کانسٹیٹیوشنل	کانسٹی ٹیوشنل
تمنے	تم نے	لنبی	لمبی
جو کہ	چونکہ	چنکر	چن کر
لگیگی	لگے گی	لنمپ	لمپ
لیگیا	لے گیا	بیچمیں	بیچ میں
جسطرف	جس طرف	تھی ایٹر	تھیٹر
کسیقدر	کسی قدر	لوھیکا	لوہے کا
گیاس	گیس	ڈھولکنے	ڈھلکنے
بینچیں	بنچیں	کاریگریاں	کاری گریاں

سانوں	ساون	کے	کی
میونیسپل	میونسپل	لٹکرھا ھی	لٹک رہا ہے
جو	کہ	طرحپر	طرح پر
چڑہ	چڑھ	لیلیا	لے لیا
جوں ھی	جونہی	اوگا ھوا	آگا ھوا
تھینکیو	تھینک یو	پوچھینگے	پوچھیں گے
سنینگے	سنیں گے	نوہ	نو (۹)
مانینگے	مانیں گے	الماریمیں	الماری میں

سفرکی ضروری تاریخیں | سرسیدؒ کا یہ سفر یورپ ایک سال چھ ماہ اور دو یوم میں ختم ھوا ۔ ذیل میں اس سفر کی ضروری تاریخیں "سفر نامہ" اور "حیات جاوید" سے لے کر یہاں درج کی جاتی ھیں۔

یکم اپریل ۱۸۶۹ء	بنارس سے روانگی
۲ اپریل ۱۸۶۹ء	الہ آباد میں قیام
۳ اپریل ۱۸۶۹ء	جبل پور پہنچنا
۶ اپریل ۱۸۶۹ء	ناگپور پہنچنا
۸ اپریل ۱۸۶۹ء	بمبئی پہنچنا
۱۰ اپریل ۱۸۶۹ء	بمبئی سے روانگی
۱۶ اپریل ۱۸۶۹ء	عدن پہنچنا
۲۳ اپریل ۱۸۶۹ء	سوئز پہنچنا
۲۴ اپریل ۱۸۶۹ء	سکندریہ پہنچنا
۲۴ اپریل ۱۸۶۹ء	سکندریہ سے روانگی
۲۹ اپریل ۱۸۶۹ء	مارسیلز (فرانس) پہنچنا
یکم مئی ۱۸۶۹ء	مارسیلز سے روانگی

۲ مئی ۱۸۶۹ء پیرس پہنچنا

۴ مئی ۱۸۶۹ء لندن پہنچنا

۶ اگست ۱۸۶۹ء سرسیدؒ کو لندن میں سی - ایس - آئی کا خطاب ملا

۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء ملکہ وکٹوریہ قیصرہ انگلستان کی ملاقات سرسیدؒ سے

۴ ستمبر ۱۸۷۰ء لندن سے روانگی

۲ اکتوبر ۱۸۷۰ء واپس بمبئی پہنچنا

سفر یورپ کا اثر سرسیدؒ کے دل پر جن مقاصد کے لئے سرسیدؒ نے یہ سفر اختیار کیا تھا اور جن واقعات و حالات سے دوران سفر میں اُن کو سابقہ پڑا، اُن میں سے ہر واقعہ سرسیدؒ کے لئے مستقل اذیت و تکلیف کا باعث بن گیا - جب وہ کسی خوشی کی محفل میں شریک ہوئے تو معاً اُن کے سامنے ہندوستان کے مسلمانوں کی بدحالی کی تصویر کھنچ گئی اور وہ آہ بھر کر خاموش ہوگئے - جب کوئی رنج و غم کا مرقع اُن کے سامنے آیا ، تو فوراً اُن کو اپنی قوم کی نکبت و فلاکت یاد آئی اور وہ سخت پژمردہ اور مضمحل ہو گئے - مصری ریل کے غیر ملکی کل پرزے دیکھ کر اُن کی روح تڑپ اُٹھی اور وہ فریاد کئے بغیر نہ رہے لیکن مصریوں کو اُن کل پرزوں سے بخوبی کام لیتے دیکھ کر وہ اپنے اهل ملک کی بے علمی پر خون کے آنسو بہانے سے نہ رک سکے جو اُس وقت اتنی بھی لیاقت نہیں رکھتے تھے - انگریزوں کو علوم و فنون میں ترقی کرتے دیکھ کر ہندوستانیوں کے متعلق وہ فوراً کہنے لگے کہ وہ قوم کبھی ترقی کی منزل پر قدم نہیں رکھ سکتی جسے علوم و فنون اُس کی اپنی زبان میں نہ پڑھائے جائیں - جب ایک

پارسی کو فصیح و بلیغ اردو میں گفتگو کرتے دیکھا تو اُن کا دل خوشی سے کنول کی طرح کِھل گیا اور جب گجراتی زبان میں بہت سے اردو الفاظ ملے ہوئے انھوں نے سنے تو اردو کی عالمگیری پر بڑے فخر کا اظہار کیا ۔ جب عدن میں وہاں کے لوگوں کو اردو بولتے ہوئے دیکھا تو بے انتہا مسرت کا اظہار کیا اور بڑی شوخی سے لکھا ''واہ ری ہماری قسمت ! یہاں کے بازاروں کے لوگ اور سمالی قوم کے افراد بھی کسی قدر اردو بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں ۔ کوئی ضروری کام بند نہیں رہ سکتا ، سب اردو میں انجام ہو سکتا ہے ۔ الحمد للہ کہ عدن تک تو اردو زبان کِی شہنشاہی قائم ہے'' ۔ جب کسی انگریز کی زبان سے ہندوستانیوں کی برائی سنی تو نہایت برا مانا اور اسے اپنے اہل وطن کی توہین سمجھا ۔ جب یورپ کے شہروں کی صفائی ستھرائی کا حال لکھا تو ساتھ ہی اپنے ملک کی عدم صفائی پر اُن کو رونا بھی آیا ۔ جب پیرس اور انگلینڈ کے جگمگاتے ہوٹلوں کا نظارہ کیا تو اپنے ملک کا اُن سے موازنہ کر کے بہت روئے ۔ جب کسی انگریز کو تعصب میں ڈوبا ہوا دیکھا تو اُس سے کنارہ کشی اختیار کی ۔ جب یورپ کے شرفاء اور معززین کے اخلاق اور شرافت کی تعریف کی تو ساتھ ہی اس بات پر افسوس بھی کیا کہ ہندوستانیوں کے اخلاق ایسے نہیں ۔ لندن کے قریب کلفٹن کے عجیب معلق پُل کی سیر کو گئے تو بے حد متأثر ہوئے اور بڑے درد سے لکھا '' اس پُل کو دیکھ کر خدا کی قدرت اور علم و فن کی قوت کا دل پر نہایت اثر ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس قوم کی عزت اور قدر و منزلت اور عظمت و شوکت دل میں بیٹھتی ہے جس نے ایسے ایسے عمدہ اور عجیب و غریب کام

دنیا میں کئے ھیں اور جب یہ خیال ھوتا ہے کہ یہ کام جس کا انجام دینا شاید ایک بادشاہ کی قوت سے بھی خارج تھا ، صرف رعایا کی ھمت اور سخاوت اور علم و ھنر سے انجام پایا ہے تو اس قوم کی اور بھی زیادہ قدر و منزلت دل میں نقش پذیر ھوتی ہے اور جب یہ خیال آتا ہے کہ یہ پُل نہ کسی بادشاہ کا قلعہ ہے ، نہ کسی امیر کا محل ، نہ کسی کے باپ دادہ کا مقبرہ ، نہ کسی راجہ بابو کی چھتری بلکہ صرف رفاہ عام کے لئے بنایا گیا ہے تو کیا کچھ اثر دیکھنے والے کے دل پر ھوتا ھوگا خصوصاً اُس بدبخت ھندوستانی پر جو اپنے ملک کی بہبودی کا جوش رکھتا ھو اور اُس کے عوض اپنے ھموطنوں کی سختی سہتا ھو اور اپنے ھموطنوں کو خودغرضی اور نفس پروری اور حسد وتعصب کے دریا میں ڈوبا ھوا یقین کرتا ھو''۔ اس پل کی تعمیر کی کیفیت بیان کرنے اور اُس کے بنانے والے الوالعزم و باھمت انجینیروں کے ایثار و قربانی کی تعریف کرنے کے بعد اپنے ھموطنوں سے دریافت فرماتے ھیں کہ ''اب میں اپنے ھموطنوں سے نہایت دست بستہ اور ادب سے پوچھتا ھوں کہ یہ لوگ آدمی ھیں یا ھم ؟ جو صرف حیوانوں کی طرح اپنی خود غرضی میں مبتلا ھیں اور پھر ''صاحب ھمت'' ایسے ھیں کہ ھر کام میں کہتے ھیں کہ گورنمنٹ بندوبست کر دے ۔ لڑکیوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے ، لڑکوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے ، اُن کو اُن کا مذھب سکھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے ۔ افسوس ، صد افسوس ، ھزار افسوس ۔ حقیقت میں ڈوب مرنے کی جگہ ہے ۔ ھم اس قابل بھی نہیں ھیں کہ کسی تربیت یافتہ ملک کے لوگوں کو اپنا منہ دکھا سکیں''۔ یورپین قوموں کے عروج و اقبال کو دیکھ کر ھندوستانیوں کا

زوال و تنزل اُن کو یاد آ گیا اور وہ نہایت رنجیدہ ہو کر چپ ہو گئے - کسی کے منہ سے ہندوستانیوں کی تعریف سنی تو خوشی سے پھولے نہ سمائے - کسی انگریز نے حمایت اسلام میں کوئی معمولی سی کتاب لکھی تو اپنے خرچ سے اُسے چھپوایا اور اُس کی خوب اشاعت کی - کسی مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اعتراض کئے تو دل جل کر کوئلہ ہو گیا اور نہایت دلیری کے ساتھ اُس کا جواب دیا - صنعت و حرفت میں اہل یورپ کی ترقی دیکھ کر حیران رہ گئے مگر ساتھ ہی آرزو کی کہ کاش ! ہمارے اہل وطن بھی ایسے ہی ہوشیار ، لائق اور قابل ہوتے - غرض ہر واقعہ سے سبق سیکھا ، ہر سانحہ سے عبرت پکڑی ، ہر بات سے نصیحت حاصل کی اور ہر امر سے درس لیا - اپنے بھائیوں کے سب و شتم پر دل کو بیشک ملال ہوا لیکن باوجود اس کے اُن کو اُن کی بھلائی اور بہتری کی باتیں بتانے سے باز نہیں آئے - اپنی قوم کی پستی، جہالت ، تعصب ، بغض ، عداوت ، جھوٹی شیخی اور فضول فخر و غرور پر بیشک بیحد رنج و الم کا اظہار کیا مگر اُنکی فلاح و بہبود میں ہمیشہ حتی‌الوسع کوشش اور سعی کی - لوگ عیش و عشرت ، تبدیل آب و ہوا اور سیر و تفریح کے لئے یورپ جاتے ہیں اور وہاں جاکر نہ معلوم کیا کیا کرتے ہیں مگر سرسیّدؒ قوم کا غم لے کر وہاں گئے اور قوم کا غم لے کر واپس آئے - اُن کو ہر میلے تماشے میں ، ہر تفریح گاہ اور ہر پارک میں ، ہر ہوٹل اور ہر بازار میں چلتے پھرتے قوم یاد آتی رہی اور وہ اُس کے غم میں سوگوار رہے - وہ اس سارے سفر میں کسی بدعنوانی ، کسی بد اخلاقی اور کسی عیاشی کے مرتکب نہیں ہوئے - فرانس سے گذرتے ہوئے ، انگلستان میں رہتے ہوئے ، اعلیٰ سوسائٹی میں وقت بسر کرتے ہوئے -

معزز انگریزوں سے ملتے ہوئے کبھی کسی حالت میں شراب کے پاس نہیں پھٹکے ، کسی نے پیش کی تو صاف انکار کر دیا ۔ نہایت پاک بازانہ زندگی اُنھوں نے انگلینڈ میں گذاری اور اسی پاک صاف حالت میں واپس آ گئے۔ اس سفر میں اُنھوں نے قوم کے سامنے اپنے اعلیٰ اخلاق اور اپنے بہترین کیریکٹر کا ایسا عمدہ نمونہ پیش کیا کہ شاید ہی کسی نے پیش کیا ہو ۔ قوم کا درد جب بہت ہی بری طرح دل میں اُٹھا تو یہ دلدوز فقرات لکھ کر اپنے سفرنامے کو ختم کر دیا ۔ ”یہ بات دیکھ کر کہ ہمارے ملک کے متمول اور دولتمند لوگ کیسی بری طرح اور بد اخلاقی میں اور خراب عادتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور یہاں کے لوگ کیسی خوبی سے اپنی زندگی کو صرف کرتے ہیں ، دل جل کر کباب ہو گیا ۔ اب میں زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا کیونکہ مجھ کو کانپور کی مہیب آواز کا بڑا اندیشہ ہے (کانپور سے ایک اخبار ”شعلہ طور“ سر سیدؒ کی مخالفت میں نکلا کرتا تھا) اور مجھ کو اپنے ملک کے نہایت لائق اور عالی طبیعت اور تربیت یافتہ و شائستہ لوگوں کا جو اپنا نظیر کسی کو نہیں سمجھتے ، برا مان جانے کا اندیشہ ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار “۔

حرف آخر | محترمی جناب سیّد امتیاز علی تاج ’ستارۂ امتیاز‘ ڈائرکٹر مجلس ترقیٔ ادب کو جو عقیدت و محبت سر سیّدؒ کے قابل قدر کارناموں اور اُن کی تالیفات و تصنیفات سے ہے ، دراصل وہی اس امر کا باعث ہوئی کہ سر سیّدؒ کا یہ ناپید سفرنامہ منظر عام پر آسکا ورنہ سفرنامہ اور اُس کے متعلق متعدد قیمتی تحریریں پرانے اخباروں کے فائلوں اور قدیم رسالوں کی جلدوں کے پوشیدہ ذخیروں میں دبی پڑی رہتیں

اور کبھی کتابی شکل میں جمع اور مرتب ہو کر شائع نہ ہو سکتیں۔ لہذا تاج صاحب تمام اہل علم اصحاب کے شکریے کے مستحق ہیں جن کی ذاتی دلچسپی کی بدولت یہ نایاب تحریریں زیور طبع سے آراستہ ہو سکیں ۔ اللہ تعالیٰ اُن کے عہد میں مجلس ترقیٔ ادب کو بیش از بیش علمی اور ادبی خدمات کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین !

تمہید کو ختم کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف بھی مجھے کرنا چاہئے کہ اگر برخوردار محمد احمد مولوی فاضل اس کام میں میری مدد نہ کرتے اور نہایت محنت سے سفرنامہ اور اُس کی متعلقہ تحریروں کی نقلیں کر کے میرے بار کو ھلکا نہ کرتے تو شاید یہ سفرنامہ کبھی شائع نہ ہو سکتا کیونکہ کسی تحریر کو نقل کرنے سے زیادہ مشکل کام میرے لئے اور کوئی نہیں ۔ میں نے اپنی طویل عمر میں ہزارہا اوراق تالیف و تصنیف کئے مگر عجیب بات ہے کہ اگر دو صفحے بھی نقل کرنے پڑ جائیں تو میری روح گھبرانے لگتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ناقابل برداشت مصیبت مجھ پر آ پڑی خدا کا شکر ہے کہ برخوردار محمد احمد نے ان تحریروں کو نقل کر کے اس ”ناقابل برداشت مصیبت“ کو میرے سر سے ٹال دیا ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی

رام گلی نمبر ۳ ، لاہور

۲۰ جولائی ۱۹۶۰ء

مُسافرانِ لندن

یعنی

سفر نامۂ سیّد احمد خاںؒ بابت سفر لندن

ہمارے ایک دوست نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ ہم اپنے سفر لندن کا حال جہاں تک کہ ہم نے لکھا ہے ''تہذیب الاخلاق'' میں چھاپ دیں تاکہ وہ بھی بطور ایک سفرنامہ کے ''تہذیب الاخلاق'' کے ساتھ یک جا ہو جاوے۔

سید احمد

آغازِ سفر

بنارس سے روانگی یورپ کا سفر اختیار کرنے سے چند روز پیشتر ہمارا ادھر آدھر جانا اور عزیز و اقربا، دوست، آشنا سے ملنا کچھ سفر میں داخل نہ تھا۔ پہلی اپریل ۱۸۶۹ء روز پنج شنبہ کو ہم بنارس سے چلے۔

الہ آباد میں قیام دوسری تاریخ الہ آباد میں قیام کیا۔ ہمارے دوست مسٹر والٹراسمتھ صاحب نے ریلوے سٹیشن بنارس سے بچشم نم رخصت کرتے وقت محمد محمود کو جو سونے کی نہایت عمدہ ایک گھڑی بطور یادگار وقت رخصت دی تھی وہ ہمارے پاس میز پر رکھی ہوئی تھی اور محمود ان کی محبت اور مہربانیوں کا ذکر کر رہا تھا اور ہم سب اس میں شریک تھے۔

اگرچہ ہمارے محب دلی سید ظہور حسین صاحب بنارس میں

ہم سے ملنے آئے تھے اور ہم سب کو رخصت کر چکے تھے مگر
عین اُس وقت پر جب کہ مسٹر اسمتھ صاحب کی محبت اور
نشانیٔ رخصت کا ذکر ہو رہا تھا اُن کا آدمی پہنچا اور چاندی کی
نہایت عمدہ ایک گھڑی مکیب کی دوکان کی میرے لئے بطور نشان
محبت کے لایا۔ تذکار محبت دوبالا ہو گئے اور ہر ایک شخص نے
ایسے دل سے جو محبّوں کی محبت کی یاد سے مشتعل تھا اور چشم نم
کے اُس پر پانی چھڑکنے سے محبت کا جوش اور بھی دھواں دھار
ہو رہا تھا اُن کو اور تمام دوستوں کو یاد کیا۔

لفٹنٹ گورنر یوپی سے ملاقات چار بجے میں جناب معلّی القاب
آنریبل سر ولیم میور صاحب بہادر کے۔سی۔ایس۔آئی نواب
لفٹنٹ گورنر بہادر[1] سے رخصت ہو کر اپنی فرودگاہ میں آیا۔
اتنے میں شب دیجور فرقت آ پہنچی اور دوستوں کو الوداع کہنے
کا گھنٹہ دم بدم قریب ہونے لگا۔ اُس وقت یہ شعر ہمارے حسب
حال تھا ؎

غنیمت جان اس مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

ہوٹل میں جلسۂ احباب ہم نے گریٹ ایسٹرن ہوٹل کے اُسی
کمرے میں جس میں ٹھہرے ہوئے تھے کھانا مانگا۔ ہوٹل کے
خدمت گاروں نے فی الفور میز کو آراستہ کیا۔ میں نے اور حامد و
محمود اور ہمارے شفیق رفیق سفر مرزا خدا داد بیگ اور میرے دلی محب

۱۔ یہ وہی صاحب ہیں جنھوں نے لائف آف محمدؐ لکھی ہے جس کا
جواب دینے کے لئے سر سیدؒ نے ولایت کا سفر اختیار کیا تھا۔ سر سیدؒ کے
دینی غیرت کے جذبے کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے
ایسے متعصب مصنف سے ملنے خود گئے۔ (اسماعیل)

مخدوم مولوی مہدی علی صاحب اور میرے پیارے مولوی زین العابدین صاحب نے ایک ساتھ میز پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔

مولوی مہدی علی کی احتیاط | پکی ہوئی مرغی کی نسبت مولوی مہدی علی صاحب نے دریافت کیا کہ مسلمان کی ذبح کی ہوئی ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ مسلمان کی ذبح کی ہوئی ہے۔

مسٹر گوڈال سے ملاقات | تھوڑی دیر بعد میں اور حامد و محمود مسٹر گوڈال صاحب اور مسز گوڈال صاحبہ سے رخصت ہونے گئے۔ وہاں ایک پیالہ چائے کا جو نہایت چاہ سے بنائی گئی تھی پیا۔ اُن دونوں نے ایک دل سوز محبت سے ہم کو رخصت کیا۔ پھر ہم ریل کے اسٹیشن پر پہنچے اور جبل پور ٹرین میں اپنی جگہ لی۔

الہ آباد سے روانگی اور دوستوں کو الوداع | ایسے وقت میں حال کا متغیر ہونا اور دل کا مستقل نہ رہنا جبلّت انسانی کا لازمہ ہے جس کو قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کی بلکہ حیوان کی بھی خِلقت میں رکھا ہے۔ چنانچہ ہم نے اور ہمارے دونوں دوستوں نے حکیم مطلق کی اُس حکمت کی اطاعت کی اور نگاہوں ہی نگاہوں میں اثر برق محبت ایک دوسرے کے دلوں سے پار ہو گیا۔ و للہ درّ من قال

از سینہ بسینہ جلوہ گفتش　　　و ز دیدہ بدیدہ شاہ راہش

میں نے مولوی زین العابدین کے کان میں ایک بات کہی جس سے اُن کا دل زیادہ متغیر ہو گیا اور مجھ کو یقین ہے کہ ایسے وقت کے اس کلمۂ خیر کو وہ ضرور یاد رکھیں گے۔ پھر ہم نے اُن دونوں سے ہاتھ ملائے اور ایک نے دوسرے کو دعائے خیر دی اور کلمات مسنونہ وقت رخصت ادا کئے اور خدا حافظ کہہ کر

رخصت کیا ۔ اُدھر وہ دونوں دوست بچشم گریاں پھرے اور ادھر ہم بسینہ بریاں روانہ جبل پور ہوئے ۔

جبل پور پہنچنا تیسری اپریل ۱۸۶۹ء کو ہم سب مسافر جبل پور میں پہنچے اور پامر ہوٹل کے دو کمرے لیے کر آرام کیا ۔ پامر صاحب کو بہت با اخلاق پایا ۔ وہ ہمارے کمرے میں ہم سے ملنے کو آئے ۔ ہم نے جبل پور سے ناگپور تک ڈاک کے بندوبست کی اُن سے فرمائش کی ۔

ہمارے انتظام سفر یورپ کی پہلی غلطی ہم کو یہ معلوم ہوئی کہ ہم نے پہلے سے جبل پور میں پہنچنے کی تاریخ مقرر نہیں کی تھی اور اسی سبب سے قبل پہنچنے جبل پور کے ڈاک کا کچھ بندوست نہ کیا تھا[۱] ۔ ہم سمجھتے تھے کہ جب پہنچیں گے اُس وقت یا پھر دوپہر بعد یا دوسرے دن مل جائے گی مگر یہ خیال بالکل غلط نکلا اور ہم کو گھوڑوں کی شکرم کی ڈاک جو مطلوب تھی نہ ملی ۔ ہورڈ برادر نے جواب دیا کہ سترھویں تاریخ تک گھوڑے ڈاک کے خالی نہیں ۔ جار ڈین صاحب کے پاس سے بھی اسی قسم کا جواب ملا ۔ اب تو ہم گھبرائے اور یقین ہوا کہ ہم نویں تاریخ تک بھی بمبئی نہیں پہنچ سکتے اور نہ کسی طرح دسویں تاریخ کا جہاز ہم کو مل سکتا ہے ۔ مسٹر پامر صاحب کی صلاح سے ہورڈ برادر کے کارخانے میں سے بیلوں کی دو شکرمیں کرایہ کیں اور تیسری رات آٹھ بجے رات کے روانہ ہوئے ۔ رستے میں کہیں توقف نہیں کیا

---

۱ ۔ یہاں ڈاک سے مراد سواری کا انتظام ہے ۔ اس زمانے میں جبل پور سے ناگ پور تک ریل نہیں تھی ۔ اونٹ گاڑیوں یا بیل گاڑیوں میں سفر ہوتا تھا اور ان گاڑیوں کو شکرم کہتے تھے ۔ (اسماعیل)

ناگ پور پہنچنا تین دن اور تین رات برابر چلے اور ایک سخت سفر اٹھا کر چھٹی اپریل ۱۸۶۹ء کو شام کے وقت ناگ پور میں پہنچے اور ریل کے اسٹیشن کے پاس (جو ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے) گئے۔ وہاں دیکھا کہ تمام کمرے انگریزوں اور میموں اور بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک چھوٹا سا کمرہ کونے کا اور گودام کے مکانوں میں ایک کمرہ جس کو مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے درست کر لیا تھا خالی ہیں۔ ہم نے انہی کو غنیمت سمجھا اور دونوں کمروں میں اترے اور بیلوں کی شکرم کی مصیبت کا سفر ختم ہوا۔

الہ آباد سے جبل پور تک کا راستہ میں کبھی الہ آباد سے جنوب کی طرف نہیں گیا تھا۔ جبکہ ہم نے الہ آباد آدھی رات کے بعد چھوڑا اور صبح کو آنکھ کھلی تو ایک نئی قسم کا ملک اور نئی طرح کی سر زمین دکھائی دی۔ تمام زمین کالی پتھریلی تھی۔ جا بجا پہاڑوں کے ٹیبے (ٹیلے) اور کہیں کہیں قطاریں نظر پڑنے لگیں۔ کھپریل کے چھوٹے چھوٹے گھر کہیں پانچ کہیں سات کہیں دس بارہ کھلے میدان میں دکھائی دئے جو یہاں کے گاؤں تھے۔ صرف مہیر ایک اچھی بستی نظر پڑی، مکان بھی اچھے تھے، راجہ کے رہنے کا مکان خوبصورت دکھائی دیتا تھا، پتھر کی شہر پناہ بھی بہت خوبصورت معلوم ہوتی تھی، سب سے اونچے پہاڑ کے ٹیبے کی چوٹی پر مہیر دیوی کا مندر تھا جس کے نام سے یہ بستی کہلاتی ہے یا بستی کے نام سے وہ دیوی پکاری جاتی ہے۔

جبل پور سے ناگپور تک کا پُر صعوبت سفر جبل پور سے ناگپور تک بڑی تکلیف سے راستہ طے ہوا۔ سب سے بڑی دقّت یہ

تھی کہ بیلوں کی شکرم سواری کوتھی جو ھائے ھائے ھانکو ھانکو کرنے پر بھی بڑھیا کے چرخے سے بھی آھستہ چلتی تھی - کھانے کی راستے میں بہت تکلیف تھی اور پانی کی آس سے بھی زیادہ بسبب خشک سالی کے تمام کنوئیں خشک ھوگئے تھے - بعضوں میں تو مطلق پانی نہ تھا اور بعضوں میں اس قدر رِستا تھا کہ دس بیس منٹ میں ایک لوٹا بھر سکیں اور بعضوں میں پینے کے لائق پانی مل سکتا تھا - اکثر جگہ خشک کنوئیں کھود کر اور گھرے کٹے جاتے تھے - غرضکہ پانی کی بہت قلت تھی - علاوہ اس کے دن کی دھوپ اور گرمی اور ھوا بند ھونے پر حبس کی گھمس اور ھوا چلنے پر گرم ھوا کی دقّت اور لُو کی کیفیت اور بھی زیادہ تکلیف دیتی تھی -

جبل پور سے ناگپور تک رستہ طے کرنے میں اول ھمیں جبل پور کے نیچے نربدا دریا ملا - ایک نہایت آتار اور ڈھلوان گھاٹی کو طے کرکے قعر زمین میں پہنچے تب پانی کی صورت دکھائی دی - ساٹھ ستر فیٹ سے زیادہ عرض نہ تھا اور پانی صرف گھٹنوں گھٹنوں - اُس پر چند کشتیوں کا پُل ، جن کا طول ھمارے ملک کی کشتیوں کے عرض سے بھی کم تھا بندھا ھوا تھا - اُس پل پر سے اُترے اور جس قدر ڈھلاؤ اُترے تھے اُسی قدر چڑھائی چڑھے - دو بیلوں اور دو بھینسوں نے شکرم کو کھینچ کر اوپر پہنچایا - لوگ بیان کرتے ھیں کہ یہ دریا برسات میں اونچے کڑاڑے تک بھر جاتا ھے اور بڑا قہر دریا ھوتا ھے -

پانچ پانچ میل کے فاصلے پر بیلوں کی چوکی تھی جہاں شکرم کے بیل بدلے جاتے تھے - جبل پور سے دھومان کی چوکی آٹھویں

چوکی تھی - قریب ایک بجے کے وہاں پہنچے - اُس جگہ ایک ڈاک بنگلہ ہے - وہاں بھی بہت سے انگریز اور میم اور بچے اُترے ہوئے تھے - ہم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور بازار سے دودھ منگا کر پیا - نہایت عمدہ اور شیریں اور گاڑھا دودھ تھا - خانساماں سے ایک مرغی مول لی اور چھجّو نے اُس کا قورما پکایا اور خانساماں نے اپنے گھر سے پراٹھے پکوائے - وہ سب لے کر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور شکرم میں بیٹھے ہوئے کھاتے چلے -

جبل پور سے ناگپور تک آنے میں تین ضلعے راہ میں پڑے: سیونی ، دیولا پار ، کامپٹی - سڑک جو جبل پور سے ناگپور تک ہے اگرچہ بخوبی بنی ہوئی ہے - کنکر کوٹا ہوا ہے ، جابجا ندی نالوں کے پل بنے ہوئے ہیں - لیکن وہ ملک اور سرزمین ایسی ہے کہ وہاں عمدہ ، سیدھی ، ہموار سڑک ہونی غیر ممکن ہے - پہاڑوں اور نالوں اور ندیوں اور بیہڑوں میں ہو کر سڑک جاتی ہے اور اس سبب سے خراب اور تکلیف دہ ہے - کسی جگہ ایک میل بھی سڑک ایسی نہیں ہے جس میں گزوں اور بانسوں کی چڑھائی اترائی نہ ہو اور پہاڑوں اور غاروں کے کنارے پر نہایت پیچدار اور چکّردار سڑک ہے - ڈاک کی شکرم اور کاٹ میل کا بے تکلف دوڑائے جانا نہیں ہوسکتا اور اسی اونچائی اور نیچائی اور کج و پیچ کے سبب شکرم میں اور کاٹ میل میں گھوڑوں کی جوڑی جوتی جاتی ہے اور کہیں کہیں چڑھائی پر دو دو اور چار چار بیل یا بھینسے کھینچتے ہیں -

تینوں ضلعوں کے صدر مقاموں سے ہماری شکرم گذری مگر کچھ رونق نہ تھی اور نہ کچھ بڑی آبادی تھی ، الّا صدر مقام ضلع کامپٹی کا فی الجملہ خوبصورت اور با رونق تھا - کامپٹی مشہور دریا

ہے ۔ اُس کے ایک کنارے پر کامپٹی کی بستی ہے اور دوسرے کنارے پر چھاؤنی اور انگریزوں کے بنگلے و کوٹھیاں ۔ دریائے کامپٹی ان دنوں میں خشک تھا ، ٹخنے ٹخنے پانی ہوگا ؛ بلّیاں گاڑ کر تختوں کا پل بنا دیا تھا اور دریا کی سطح میں لکڑی والوں نے دکانیں لگا رکھی تھیں ۔ اس چھاؤنی میں ایک گورنمنٹ باغ نظر پڑا جو فی الجملہ خوبصورت اور آراستہ تھا ۔ دو چھوٹے چھوٹے خوبصورت ٹیبے پہاڑ کے اُس میں تھے ، بڑے پزاوے کے برابر اونچے اور نصف برج کی مانند گول ۔ اُس پر چڑھنے کے لئے چکّر دار سڑک بطور روش کے بنائی ہے اور اُن کی چوٹی پر چھوٹا سا خوبصورت چمن لگا کر کرسیاں اور کوچیں بیٹھنے اور سیر کرنے ، ہوا کھانے کو ڈال رکھی ہیں۔ مگر افسوس کہ پانی کے نہ ہونے سے سارا باغ پژمردہ اور سست تھا ۔

ناگپور سے بمبئی روانگی ناگپور سے ساتویں تاریخ آٹھ بجے دن کے ریل پر سوار ہوئے اور آٹھویں تاریخ قریب دوپہر کے بمبئی میں پہنچے ۔

بمبئی ریلوے کی حالت گاڑیاں درجۂ اول و دوم و سوم و چہارم یہاں جاری ہیں مگر ہم ایکسپرس ٹرین میں سوار ہوئے جس میں تین درجے تک کی گاڑیاں تھیں ، صرف چوتھا درجہ نہ تھا ۔ چوتھا درجہ بالکل تیسرے درجے کی مانند ہے ؛ صرف اتنا فرق ہے کہ اُس میں بیٹھنے کے لئے تپائیاں نہیں ہیں اور مسافر چوتھے درجے میں بہ نسبت تیسرے درجے کے زیادہ بٹھائے جاتے ہیں ۔ فرسٹ کلاس ہمارے ملک (یو پی) کے فرسٹ کلاس سے کچھ تھوڑا سا مختلف ہے ؛ گاڑیوں کی صورت میں بھی کچھ فرق ہے ،

آنے جانے کا بیچ میں دروازہ ھے ۔ ھمارے ملک کی گاڑیوں کی نسبت اُن میں خوبی تو یہ ھے کہ ھر گاڑی میں ایک چھوٹا سا کمرہ جائے ضرور کا اور منہ دھونے کا بنا ھؤا ھے اور برابر پمپ سے پانی آتا ھے اور نقص یہ ھے کہ پلنگ سونے بیٹھنے کے عرض میں کسی قدر پتلے ھیں مگر نہ اس قدر کہ اُس سے کچھ تکلیف ھو ۔

ریل کا کارخانہ اور ریل کے اسٹیشن ھماری طرف کے کارخانوں سے نہایت کم ھیں اور ھر جگہ غریبی اور روپے کی تنگی پائی جاتی ھے ۔ بعض بعض مقام پر ایسے اسٹیشن ھیں جیسے ھماری طرف کے چوکیداروں کے مکان اور عمدہ اسٹیشنوں میں صرف کھپریل کا بنگلہ ھے جس میں چند فٹ مربع کا ایک کمرہ اور اُس کی بغلوں میں دو ایک چھوٹے چھوٹے کمرے ھیں ۔

ھم نے جب اول اول ریلوے کی یہ حالت دیکھی تو ھمارے دل میں ریلوے کی ایک حقارت بیٹھی مگر جوں جوں آگے بڑھنے لگے اُسی قدر قدر و منزلت ریلوے کی اور نہایت لیاقت اور قابلیت انجنیروں کی دل میں سماتی گئی اور بمبئی پہنچنے تک ایسی عزت اور قدر و منزلت بمبئی ریلوے کمپنی کی ھمارے دل میں بیٹھی کہ بیان نہیں ھو سکتی ۔ یہ ساری سڑک بمبئی تک پہاڑوں میں گذری ھے ۔ ریل کی سڑک میں بیسیوں فٹ کا ڈھلاؤ اور اونچان نیچان ھے ۔ ایک مقام پر بہت دور تک ساٹھ فٹ طول میں ایک فٹ کے حساب سے ڈھلاؤ تھا ۔ ان تمام ڈھالوں میں ٹرین دوڑتی ھے اور تمام چڑھاؤں میں بے تکلف چڑھتی ھے ۔ علاوہ اس کے بیسیوں جگہ گول چکّر کھا کر پہاڑ پر چڑھی ھے اور بیسیوں جگہ سانپ کی طرح لہراتی ھوئی چلی ھے ۔ پہاڑوں کا کاٹنا اور پہاڑوں میں نقبوں (سرنگوں) کا لگانا اور غاروں کو بند کرنا اور کہیں ان پر پل باندھنا ، ایسے

ایسے مشکل کام بمبئی ریلوے کمپنی کو پیش آئے ہیں جو بیان نہیں هو سکتے - پہاڑوں میں متعدد جگہ نقب (سرنگ) ہے مگر دو جگہ نہایت لمبی ہے؛ شاید قریب دو دو میل کے لمبی ہو - تمام نقبوں میں دوهری سڑک ہے اور بے تکلف ایک گاڑی آتی ہے اور ایک جاتی ہے - جب نقب میں ٹرین داخل ہوتی ہے جیسے چوھا اپنے بل میں تو اس قدر اندھیرا ہو جاتا ہے کہ آدمی کو آدمی اور ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا - ان نقبوں میں جس قدر کام ہوا ہے دن کو چراغ جلا جلا کر ہوا ہے - ان کاموں کو دیکھنے سے ایسا خیال گذرتا ہے کہ انسان کے یہ کام نہیں ہیں اور قیاس میں نہیں آ سکتا کہ کس قدر روپیہ بمبئی کمپنی کا ان کاموں میں خرچ ہوا ہوگا - اس پر پانی کی مصیبت اور زیادہ ہے؛ نہ پانی پینے کو میسر تھا نہ عمارت کے کام کو ، سینکڑوں نل اور پمپ لگا کر خدا معلوم کہاں کہاں سے اور کتنی کتنی دور سے پانی لائے ہیں - حقیقت میں بمبئی ریلوے کمپنی کو صرف پانی بہم پہنچانے میں جو مشکل پیش آئی ہوگی ایسٹ انڈیا ریلوے کو کسی کام میں اس قدر مشکل نہ پڑی ہوگی - ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بمبئی ریلوے کی نہایت قدر و منزلت ہمارے دل میں بیٹھی اور فی الحقیقت ریلوے کی ہنرمندی یا عجائبات جس کو دیکھنے ہوں ، وہ بمبئی ریلوے کو دیکھے -

یہ بات تو ہر کوئی خیال کر سکتا ہے کہ جب ریل چڑھائی پر چڑھتی ہوگی تو آگے پیچھے دو انجن زور دینے کو لگائے ہوئے ہونگے مگر اس بات کا سمجھنا شاید مشکل ہو کہ جب ڈھال پر ٹرین لڑھکتی ہے اور خصوصاً اس بڑے ڈھال پر جو ساٹھ فٹ طول میں ایک فٹ کا ڈھال ہے اور وہ سڑک سیدھی بھی نہیں بلکہ منحنی ہے تو کون ٹرین کو تھامتا ہوگا مگر نہایت عمدہ ترکیب ڈھال پر سے

ٹرین کے اُتارنے کی دیکھی - ہر ایک گاڑی میں وہ کل لگی ہوئی ہے جس کے پیچ پھرانے سے پہیہ پھرنے سے بند ہو جاتا ہے - اُس کل کے ذریعہ سب گاڑیوں کے دو دو پہیے بند کر دیتے ہیں اور ایک اور قسم کا انجن لگاتے ہیں جو پیچھے زور دئے رہتا ہے اور تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا ہے اور اتنے بڑے بڑے ڈھالوں پر سے نہایت آہستہ آہستہ ٹرین ڈھلکتی ہوئی اُترتی آتی ہے -

اسٹیشنوں پر پانی کی سبیلوں کا انتظام اور اپنے اهل ملک کی حالت پر افسوس

جب هم بلگام کے اسٹیشن پر پہنچے تو هم نے تین برهمنوں کو (جن میں سے ایک معزز معلوم هوتا تھا اور پوشاک بھی معقول پہنے هوئے تھا) دیکھا کہ لوگوں کو نہایت تمیز و صفائی سے پانی پلا رهے هیں اور پانی بھی نہایت عمدہ صاف میٹھا بہت ٹھنڈا باسی هے - وہ معزز برهمن پکارتا هے کہ ریل والو! بہت ٹھنڈا میٹھا پانی هے؛ پینے والو! پانی پیو، بہت ٹھنڈا پانی هے - برتن بھی اُن برهمنوں کے جن سے وہ پانی دیتے تھے نہایت اچھے اور صاف خوبصورت تھے - اگرچہ شاید یہ انتظام بالتخصیص هندوؤں کے آرام کے واسطے هو مگر وہ سب کو پانی دیتے تھے اور تمام مسافروں کو نہایت آرام تھا - یہ کیفیت دیکھ کر هم متعجب هوئے - جب تحقیق کیا تو معلوم هوا کہ جیون رام جادوا سیٹھ ساکن کامپٹی نے اس اسٹیشن پر دھرم کے لئے پَو (سبیل) بٹھائی هے اور پانی پلانے کا بندوبست کیا تا کہ مسافروں کو اور بالتخصیص هندوؤں کو تکلیف نہ هو اور اسی سبب سے ایسا عمدہ سامان اور ایسا اچھا باسی ٹھنڈا پانی هے - یہ بات مجھے نہایت پسند آئی اور دل میں بیٹھ گئی اور جب زیادہ تحقیق کیا تو معلوم هوا کہ هر اسٹیشن پر جو کسی قصبہ یا شهر کے متصل هے کسی خاص مہاجن نے

ورنه اس شہر یا قصبه کے دوکان داروں نے آپس میں چنده کر کے پَو بٹھا رکھی ہے اور پانی پلانے کا بندوبست کر رکھا ہے - چنانچه ہر ایک اسٹیشن پر ہم کو چندے کی بٹھائی ہوئی پَو ملی ، الّا ویسی خوبی اور خوش اسلوبی اور پانی کی احتیاط دوسری جگه نه تھی - اس وقت مجھے اپنے ملک پر افسوس آیا - کیا ہمارے غریب شہر علی گڑھ اور ہاتھرس کے لوگ ایسے نہیں ہیں جو اپنے اپنے شہر کے اسٹیشنوں پر ایسا عمده بندوبست کریں ؟ اور کیا آگره کے متمول ٹونڈله کے اسٹیشن پر اور بنارس کے دولت مند مغل سرائے کے اسٹیشن پر ایسا بندوبست نہیں کر سکتے ؟ افسوس ہے که وه لوگ صرف اپنا ہی برف کا پانی پی لینا دنیا کی تمام نعمت سمجھتے ہیں - زندگی اور مال و دولت اپنے آرام کو نہیں ہے بلکه اوروں کو آرام پہنچانے کے لئے ہے -

اس طرف کی ریل پر پارسی اور ناگر اور دکھنی لوگ ایسی کثرت سے نوکر ہیں جیسے که ہماری طرف بنگالی ہیں اور یہی حال تمام سرکاری دفتروں کا ہے -

اله آباد سے بمبئی تک اردو کا رواج

بنده نے اله آباد سے بمبئی تک کیا گاؤں میں اور کیا چوکیات میں اور کیا ریل پر اور کیا گورنمنٹ کے اہل کاروں اور ہر ایک محکمے کے چپراسیوں اور ہر ایک جگه کے قلیوں سے اردو میں گفتگو کی - سب لوگ ہر جگه بخوبی سمجھتے تھے اور اردو ہی میں جواب دیتے تھے - بعض بعض لفظوں کے مکرّر سمجھانے کی اور زیاده تر آسان طور پر بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تھی - کچھ شبه نہیں که تمام ہندوستان میں اردو زبان اسی طرح سمجھی اور بولی جاتی ہے جیسے تمام یورپ میں فرنچ بلکه اس سے بھی زیاده مروج ہے ؛ مگر میں نے ہر چند تلاش

کیا وہ قدیم بھاشا جس کا رواج الہ آباد ایسوسی ایشن چاہتی ہے کہاں ہے لیکن وہ مجھ کو کہیں نہیں ملی -

لطیفہ | ایک اسٹیشن سے مجھے تار میں خبر بھیجنے کی ضرورت ہوئی - میں نے پرچۂ پیام انگریزی میں لکھا ہوا تار گھر میں دیا اور ایک ناگر نے جو خبر بھیجتا تھا لے لیا اور حساب کر کے تین روپے طلب کئے جو در حقیقت صحیح محصول اس کا تھا - چنانچہ میں نے تین روپے دے دئے - تھوڑی دیر بعد وہ ناگر میرے پاس آیا اور کہا کہ اگر میں تمہارا ایک روپے کا فائدہ کردوں تو آٹھ آنے مجھے دے دوگے ؟ میں نے کہا کہ کیوں کر ؟ اُس نے کہا کہ دو لفظ اس خبر میں بلا نقصان مضمون کم ہو سکتے ہیں اور اُن کی کمی سے صرف دو روپے محصول رہ جاوے گا ، اس میں کمپنی کی کچھ چوری نہیں ؛ میں نے اپنی عقل سے تمہارا ایک روپیہ بچایا ، اُس کے عوض میں آٹھ آنے چاہتا ہوں "نصفٌ لی و نصفٌ لکم"- اُس کی اس بات نے مجھے عجب مزا دیا اور میں نے دو لفظ کاٹ دئے - روپیہ پھیر لیا اور آٹھ آنے اُس کی دانائی اور اپنی حماقت کے نذر کئے -

اس علاقے کے جنگل اور پہاڑ | جبل پور سے بمبئی تک تمام جنگل و پہاڑ نہایت بے رونق تھے بجز انبہ کے درختوں کے اور کسی درخت میں ایک پتا بھی نہ تھا ؛ صرف سوکھی سنٹیاں (شاخیں) دکھائی دیتی تھیں ، گھاس بھی خشک ہو گئی تھی - سامنے جنگل و پہاڑ نہایت بھیانک اور وحشت خیز معلوم ہوتے تھے مگر لوگ کہتے ہیں کہ برسات میں اور اچھے موسم میں بہت خوش نما اور سر سبز ہوتے ہیں -

بمبئی پہنچنا | تمام مسافر فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے جو بمبئی

جاتے ہیں وہ ایک اسٹیشن ورے یعنی بائی کلا اسٹیشن پر آترتے ہیں کہ یہاں سے ہوٹلیں اور شہر قریب پڑتا ہے ، اس لئیے ہم نے بھی بائی کلا اسٹیشن تک کا ٹکٹ لیا تھا اور وہیں آترے - جونہیں ہم اسٹیشن میں داخل ہوئے ہم نے اپنے مہربان دوست مسٹر نو روز جی پارسی کو اور اپنے شفیق مرزا محمد علی بیگ کو اسٹیشن پر کھڑا پایا - وہ ہمارا انتظار کر رہے تھے - ادھر ہم آن کو دیکھ کر خوش ہوئے آدھر وہ ہم کو دیکھ کر خوش ہوئے ؛ مگر جب ہم گاڑی پر سے آترے اور دیکھا کہ مرزا مد علی بیگ بسبب ناموافقت آب و ہوائے ناگپور و بمبئی بہت دبلے و ضعیف ہو گئیے ہیں اور آن کا دل بھی ہشاش بشاش نہیں ہے بلکہ نہایت افسردہ و پژمردہ ہے تو ہم کو نہایت رنج اور افسوس ہوا - مسٹر نو روز جی نے ہم پر بڑی مہربانی کی ؛ فی الفور اسباب ہمارا اپنے ایک آدمی کی سپردگی میں کیا اور چھکڑے پر لدوا کر ہوٹل کو روانہ کیا اور دو گھوڑوں کی پالکی گاڑی ہمارے لئیے موجود تھی اور وہ خود ہمارے ساتھ ہوئے اور پالن جی کے ہوٹل میں پہنچا دیا -

ہوٹل کا انتظام پالن جی ہوٹل نہایت عمدہ و معزز اور بہت بڑا ہوٹل ہے : فرش فروش سے آراستہ ہے ، سونے کے لئیے عمدہ عمدہ پلنگ اور پردے دار مسہریاں لگی ہوئی ہیں ، ہر کمرے میں اور ہر جگہ گیس کی روشنی ہوتی ہے ، جائے ضرور اور غسل خانہ سب ولایت انگلستان کے نمونہ پر بنا ہوا ہے ، ہر ایک جگہ پمپ اور نل کے ذریعے سے دو منزلہ و سہ منزلہ مکانوں میں بھی از خود پانی پہنچتا ہے ، خدمتی حاضر باش اور غریب فرماں بردار اور اپنے کاموں میں ہوشیار ہیں مگر سب کے سب ہندوستانی عیسائی ہیں -

محمد محمود نے اُن سے کہا کہ ہمارے لئے بغیر ذبح کی ہوئی مرغی مت پکانا - انھوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ مرغی و کبوتر کو ذبح کر کے پکاتے ہیں اور باقی گوشت مسلمان قصاب لاتا ہے ، ہر وقت ہوٹل میں متعدد قسم کا عمدہ کھانا تیار رہتا ہے - بہت سے انگریز بھی ٹھہرے ہوئے تھے مگر ہم نے دو کمرے اُس ہوٹل میں لئے ، چار پلنگ اُن میں آراستہ ہوئے - ہم وہاں نہائے دھوئے کپڑے بدلے اور میں اور حامد اور مرزا خدا داد بیگ دو گھوڑوں کی گاڑی میں سوار ہوکر شہر و بازار کو روانہ ہوئے -

جہاز وغیرہ کے ٹکٹوں کی خرید اول ہم گنیش داس کشنا جی کی دوکان پر گئے اور اُن کے گماشتے کو ہُنڈویاں دے کر روپیہ چاہا - مالک کوٹھی وہاں نہ تھے گماشتے نے نوٹ اور ہُنڈویاں ایک برھمن کے سپرد کر کے ہمارے ساتھ کیا کہ سیٹھ جی کے پاس لے جاؤ جو قلعہ کی کوٹھی میں گئے ہیں ؛ چنانچہ ہم وہاں گئے - سیٹھ جی بہت خاطر تواضع اور اخلاق سے پیش آئے اور ہُنڈویوں پر بھر پائے لکھوا کر نوٹ ہمارے حوالے کئے اور ایک آدمی دیا کہ ہم کو پی اینڈ او کمپنی جہاز کا دفتر بتلا دے - ہم نے اُن کا شکر ادا کیا اور کمپنی کے دفتر میں آئے - وہاں کے منیجر صاحب نے چند خطوط و چٹھیات وغیرہ کاغذات جو احباب نے ہمارے نام اُن کے پتے سے بھیجے تھے سب حوالہ کئے - ہم نے نوٹ کرایۂ جہاز کے اُن کو دئے اور چٹھی رسید کرایۂ جہاز اور ٹکٹ ہائے ریل عملداریٔ مصر جو سویز سے اسکندریہ تک پڑے گی اُن سے لے لئے -

مصر کی ریل کے ٹکٹ انگریزی میں چھپے ہوئے بطور بیاض کے منیجر صاحب کے پاس موجود تھے ، صرف نام کا خانہ خالی تھا

اور اُس پر ڈائریکٹر ریلوے مصر کی مہر عربی زبان و عربی خط
میں ثبت تھی - ہم نے ہر چند کوشش کی کہ اس مہر کو پڑھیں
مگر ہم سے نہیں پڑھی گئی - غالباً اُس میں یہ الفاظ ہیں -



منیجر صاحب نے اُن پر ہمارا نام لکھ کر ہم کو دے دیا
اور نصف مثنیٰ بیاض میں لگا رکھا - فرسٹ کلاس کا ٹکٹ سفید
رنگ کا اور سیکنڈ کلاس کا جو چھجّو کے لئے لیا ہے سرخ رنگ کا
ہے - ہمارے پاس الہ آباد کے نوٹ تھے ، ہم نے وہ دینے چاہے ،
منیجر صاحب نے کہا کہ اول ان کو ٹریزری سے بدلوالو ؛ وہاں
بغیر بٹے کے بدل جاوینگے تب بمبئی میں خرچ کرنا -

دھلی کے ایک بزرگ سے ملاقات اور علمی گفتگو

شام کے وقت میں اور محمود اور مرزا خدا داد بیگ پھر سوار ہوئے اور
بھنڈی بازار میں مرزا محمد علی بیگ صاحب سے ملنے کو گئے - اُن
سے ملاقات ہوئی اور ہم سب ایک کتب فروش کی دوکان پر بیٹھ
گئے اور بازار کی اور لوگوں کے آنے جانے کی سیر دیکھا کئے -
وہاں میر اشرف علی ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے - اُنھوں نے ہمارا

وطن اور یہ کہ ہم کہاں جاتے ہیں پوچھا ۔ جب کہ اُنھوں نے جانا کہ ہم دھلی کے رہنے والے ہیں تو اُنھوں نے دھلی کے لوگوں کا حال پوچھا اور سیدالاخبار کا جو ایک زمانے میں ہمارے ھاں سے باھتمام سید عبدالغفور پدر حافظ عبدالرزاق مہتمم اخبار سائینٹیفک سوسائٹی نکلتا تھا ذکر کیا اور کہا کہ سید احمد ایک ایسے شخص دھلی میں تھے جنھوں نے 'رسالۂ تسہیل فی اعمال جرالثقیل' اور ' رسالۂ نتائجُ الافکار فی اعمال الفرجار ' اور ' آثار الصنادید ' لکھی اور جوادالدولہ اُن کا خطاب تھا ؛ اب وہ کس طرح ہیں اور کہاں ہیں ؟ میں نے کہا کہ فضل الٰہی سے بہت خوش و خرم ہیں اور آپ کے سامنے بیٹھے ہیں ۔ وہ دفعۃً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوشی اور شوق سے مصافحہ کیا اور بغل گیر ہوئے اور دیر تک کچھ ریاضی کی اور کچھ مسائلِ فقہ کی اور تقلید وغیرہ کی باتیں کرتے رہے ۔

مسجد میں ادائے نماز کی دلچسپ کیفیت اُسی دوکان کے قریب ایک مسجد ہے جو نواب کی مسجد کہلاتی ہے ، اُس میں مغرب کی نماز کی اذان ہوئی ۔ ہم لوگ نماز کو اُٹھے اور محمود بھی نماز کے لئے ہمارے ساتھ ہوا ۔ چلتے وقت مجھ کو خیال ہوا کہ ہماری قطع اور وضع لباس دیکھ کر ضرور لوگ متعجب ہوں گے مگر وھاں دیکھا کہ بہت سے آدمی ہماری سی سرخ ترکی ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھے ہیں ۔ اتنا تو لوگوں نے دیکھا کہ کوئی شخص نماز کو آیا مگر اس کے سوا اور کچھ خیال بھی کسی نے نہیں کیا ۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوا کہ اکثر ترک ان مسجدوں میں نماز کو آ جاتے ہیں اور ان کی وضع اور لباس بالکل ہمارا سا ہوتا ہے اس لئے کسی کو کچھ تعجب نہیں ہوا ۔

مسجد کا امام شافعی مذہب تھا - نمازی جو قریب سوا سو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ہوں گے نصف سے زائد شافعی مذہب تھے (شاید ان میں کوئی غیر مقلد بھی ہو)، امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور پکار پکار کر آمین کہتے تھے - میری بھی خوب بن آئی اور اپنے ہم مشربوں کے ساتھ نہایت دلی صدق سے پکار پکار کر آمین کہی[1] حتیٰ اہتز المسجد - تعجب یہ ہے کہ محمود نے بھی جو اب تک حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھتا ہے پکار پکار کر آمین کہی - مسجد سے نکلنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیوں پکار کر آمین کہی؟ اس نے کہا کہ بہت سے مسلمان کہہ رہے تھے، میرے دل نے بھی چاہا، میں نے بھی پکار کر کہی - میں نے کہا بارک اللہ وجزاک اللہ ورزقک اللہ تقلید النبی الکریم ونجاک اللہ من التزام تقلید غیرہ فانہ شرک فی صفۃ النبوۃ التی ختمہا اللہ تعالی علی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم -

مسٹر سہراب جی سے ملاقات | نویں اپریل کو ہمارے دوست مسٹر سہراب جی نے بمبئی کے نہایت عمدہ انبہ ہم کو بھیجے اور نو بجے خود بھی ملاقات کو آئے اور ہم چاروں آدمی اُن کے ساتھ ان کی کوٹھی واقع قلعہ میں گئے - سہراب جی بمبئی کے پارسیوں میں نہایت مشہور اور دولت مند آدمی ہیں اور اُن کی بہت بڑی کوٹھی تجارت کی ہے اور بہت بڑا آفس اور بہت بڑا کارخانہ اُن کا ہے - وہ خود بھی ۱۸۶۲ء میں واسطے انجام بعض امور متعلق تجارت کے لندن میں گئے تھے - گجراتی اُن کی اصل زبان ہے اور انگریزی خوب جانتے ہیں اور اُردو بھی بہت خاصی بولتے ہیں - نہایت با اخلاق

---

[1] سر سیدؒ مشرب کے لحاظ سے شافعی تھے (اسماعیل)

اور مسافر نواز ہیں - ہمارے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے - جبکہ ۱۸۶۸ء میں سہراب جی نو روز جی ہندوستان کی سیر کو آئے تھے تو بنارس میں اُن سے ملاقات ہوئی تھی - چونکہ آج ہم کو بہت کام تھے اور متعدد محکموں میں جانا تھا ، تھوڑی دیر بعد ہم اُن سے رخصت ہوئے - اُنھوں نے نہایت مہربانی سے اپنا جمعدار جو نہایت عمدہ سیاہ بانات کی سنہری لیس دار وردی پہنے ہوئے تھا اور تمام مقاموں اور محکموں سے واقف تھا ہمارے ساتھ کیا -

روانگی ولایت کے متعلق بعض ضروری انتظام

اول ہم ٹریزری میں گئے اور الہ آباد نوٹوں کو بمبئی نوٹوں سے بدلوایا - مبادلے کے افسر نے پوچھا کہ تم جہاز کے مسافر ہو؟ ہم نے کہا ہاں - اُس نے نوٹ لے لئے اور ایک پرچہ لکھ کر دوسری جگہ بھیج دیا اور بمبئی نوٹ آ گئے -

پھر ہم نے سو ساورن خرید کئے - چار آنے فی ساورن مبادلہ دینا پڑا اور اس طرح پر سو ساورن ہمارے پاس آ گئے - ان دنوں میں اورینٹل بنک میں سات آنے فی ساورن مبادلے کا بھاؤ تھا -

وہاں سے اُٹھ کر ہم اکاؤنٹنٹ کے دفتر میں گئے اور سارٹیفکیٹ تنخواہ کا جو ولایت میں انڈیا آفس سے تنخواہ ملنے کا تھا بدلوایا اور دس دن کی تنخواہ کا بل بتعداد ایک سو بتیس روپے کئی آنے کا لیا اور پھر ٹریزری میں آن کر اس کا روپے وصول کیا -

پہلی مرتبہ سمندر کی سیر

ان سب کاموں سے فراغت ہو کر سب کی صلاح ہوئی کہ بڑودہ دخانی جہاز کو جس پر ہم سوار ہوں گے دیکھنے چلو - چنانچہ ہم سب میزیگان بندر پر آئے جہاں بڑودہ دخانی جہاز لنگر ڈالے ہوئے تھا - ہم نے دیکھا کہ کنارے سے تخمیناً دو

میل فاصلے پر وہ جہاز کھڑا ہے ۔ ہم نے ایک چھوٹی سی کشتی جسے یہاں کے لوگ بوٹ کہتے ہیں آمد و رفت کے لئے دو روپے پر کرایہ کی ۔ اُس میں سوار ہوئے اور پہلی مرتبہ سمندر میں قدم رکھا ، چُلّو میں ذرا سا پانی لے کر چکھا ۔ نعوذ باللہ منہا ۔ منہ پر رکھا نہیں جاتا بالکل ایسا مزا ہے جیسے کہ پانی میں نہایت کھاری اور شور نمک گھول دیا ہو ۔ سبحانہ و تعالی شانہ ۔

جاتے وقت ہَوا موافق تھی اور ملایم بھی تھی ۔ اُس پر بھی وہ بادام کے آدھے چھلکے برابر کشتی ایسی کروٹیں لیتی تھی کہ کبھی یہ کنارہ اور کبھی وہ کنارہ پانی کے برابر ہو جاتا تھا ۔ ملّاح نے اسی کشتی میں بادبان چھوڑا اور موافق ہوا کے دھارے پر چھوڑ فی‌الفور بڑودے تک پہنچا دیا ۔ ہم سیڑھی پر سے بڑودے پر چڑھے اور اندر جا کر سیر کی ۔ جہاز کو اور جہاز کے کمروں کو مثل بادشاہی محل کے آراستہ پایا ۔ عمدہ عمدہ میزیں اور کرسیاں اور جا بجا شیشے کی جڑی ہوئی لالٹینیں اور چھوٹے چھوٹے آراستہ کمرے ضروری سامان سے سجے ہوئے تیار تھے ۔ تھوڑی دیر ہم نے وہاں کی سیر کی اور پھر اپنے اسی بادام کے آدھے چھلکے پر سوار ہو کر شہر میں آنے کا ارادہ کیا ۔ اُس وقت ہوا تند ہو گئی تھی اور آتے وقت مخالف بھی تھی اور اس ظالم ملّاح نے منع کرتے کرتے بادبان کشتی کا کھینچا اور بولا کہ تھوڑا چکّر دے کر ابھی پہنچاتا ہوں ؛ کھینے میں بڑی محنت ہوگی اور بہت دیر لگے گی ۔ غرضکہ کشتی اور سمندر کی جانب چلی اور وہ بادبان کو منحرف کر کے کشتی کو قریب تین چار میل کے اُوپر چڑھا کر لے گیا ۔ ہَوا کے صدمے سے کشتی لوٹ پوٹ ہو ہو جاتی تھی اور لہروں کے مارے اونچی اٹھتی تھی اور نیچے گرتی تھی ۔ ہم لوگ جانوں

کی طرح ہلتے تھے ؛ کبھی اس کنارے سے ٹکراتے تھے ، کبھی اُس کنارے جھک جاتے تھے - اگرچہ ہم میں سے کوئی خوف زدہ نہ تھا ، آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے اور جب کشتی ٹیڑھی ہوتی تھی تو ہنس ہنس کر کوئی آو آو کہتا تھا ، کوئی بسم اللہ کہتا کوئی اللہ اکبر کہتا تھا اور ملاح کہتا تھا تم ڈرو مت - اگر کشتی کا ایک سرا پانی کے اندر چلا جاوے اور پھر نکلے اور بیٹھ جاوے یا کشتی پر لہر پھر جاوے تو بھی کچھ اندیشہ نہیں ہے - میں نے اُس سے کہا کہ آخر کہاں لئے جاتا ہے ؟ وہ یہی کہتا تھا کہ تھوڑی دور اور چلو - غرض کہ کئی میل اُوپر لے جا کر اُس نے کشتی کو سیدھا گھاٹ کی طرف چھوڑا اور بہت جلد گھاٹ پر آ لگایا - قریب چھ سات میل کے چکّر دیا ہوگا - آج کے سوا کبھی تمام عمر نہ ہم نے اتنا چوڑا اور اس قدر عمیق پانی دیکھا تھا ، نہ اتنی چھوٹی کشتی میں بیٹھے تھے ، نہ ایسی سخت ہوا اور اتنی بڑی موجوں میں پڑے تھے -

چلنے کی تیاری | دسویں اپریل ۱۸۶۹ء کو قریب نو بجے کے مسٹر سہراب جی ہم سے ملنے آئے اور رخصت کر گئے اس لئے کہ اُن کو ایک مقدمے کی جیوری میں جانا تھا - ہم نے اسباب مع چھجّو کے اسٹیمر کے گودام میں بھیجا اور ہم چاروں آدمی سوار ہو کر ایک سوداگر کی دوکان میں گئے اور وہاں کچھ دوائیں ضروری خریدیں - پھر گودام پر جا کے دیکھا کہ سب اسباب گودام میں داخل ہو گیا - چھجّو کو ایک مکان میں بٹھا آئے اور ہم پھر قلعہ و بازار کی طرف چلے -

ایک میمن سے ملاقات | راستے میں رحمت اللہ سلیمان میمن سوداگر کی دوکان پر ٹھہرے - اُس نے بڑی خاطر کی اور چار پانچ

بوتل لیمنڈ پانی پلایا ۔ میں نے اُس کو بہت ترغیب دی کہ میمنوں نے جو متفرق چھوٹے چھوٹے نامعقول صرف نام کے لئے مدرسے بنا رکھے ھیں اُن کو موقوف کریں اور سب میمن مل کر ایک بڑا نہایت عمدہ عربی کا کالج بنا دیں اور جوان اور لڑکے طالب علم اس میں بھرتی کریں اور انتظام سے قواعد مدرسہ جاری کریں تو البتہ فائدہ کی بات ھے اور یہ بوڑھے طوطے جن کا نام طالب علم رکھا ھے اور کوئی بھیک مانگتا ھے اور کوئی کسی کے گھر پڑھاتا ھے ایسے لوگوں کو روٹی دینا اور مدرسے کا نام کرنا صرف روپے پیسے کا ضائع کرنا اور علم کو برباد کرنا بلکہ سمندر میں ڈبونا ھے جس میں ذرا بھی ثواب نہیں ھے ۔ اُس نے کہا کہ آپس میں نہایت نااتفاقی ھے اور ایک دوسرے کی حقارت اور اپنی شیخی اور نمود چاھتا ھے ، اس طرح کا اتفاق ھونا مشکل ھے ۔ میں نے کہا تم سچ کہتے ھو ، جب کسی قوم پر خدا کی غضبی ھوتی ھے اور ذلت اور ادبار آتا ھے تو ایسی ھی مت ھو جاتی ھے مگر پھر بھی تم اس کا چرچا کرنا اور کہنا کہ ایک شخص ھندوستان سے آیا تھا اور وہ ایسی ایسی باتیں کرتا تھا ۔

جہاز میں آنا تھوڑی دیر بعد ھم وھاں سے اُٹھے اور بہت سے سوداگروں کی دوکانوں پر گئے ، کچھ ضروری چیزیں خرید کیں ۔ دو بجے کے قریب پھر میزیگان بندر پر آئے ، چھجو کو ساتھ لیا ۔ اُس وقت ایک چھوٹا اگن بوٹ مسافروں کو جہاز تک لے جانے کو موجود تھا ، ھم سب اس پر سوار ھوئے ۔ تین بجے اس نے لنگر اُٹھایا اور بڑودہ دخانی جہاز میں ھم سب کو جا اتارا ۔

ذکر شہر بمبئی

بمبئی نہایت عمدہ اور نفیس شہر ھے ۔ نہایت بڑی تجارت گاہ

ہے ۔ کوئی بات بھی اس شہر میں ہندوستانی شہر کی نہیں ہے ۔ بالکل ایک انگریزی شہر معلوم ہوتا ہے ۔ تصویروں میں جو انگریزی شہروں اور بازاروں کے نقشے دیکھتے ہیں ہو بہو اُسی وضع اور اُسی قطع کا شہر ہے ۔ صفائی بھی اچھی ہے ، الاّ کلکتے میں جس طرف انگریز رہتے ہیں اُس کی بہ نسبت کسی قدر صفائی میں کم ہے مگر خاص کلکتہ شہر جیسا ناپاک ہے ویسا کوئی محلہ بمبئی کا میلا و ناپاک نہیں معلوم ہوتا ۔ تمام شہر میں اور تمام مکانوں میں گیس کی روشنی ہے مگر کلکتے کی روشنی گیس کی یہاں سے زیادہ عمدہ ہے ۔ ہر مکان میں تالاب کا میٹھا پانی نل اور پمپ کے ذریعے سے پہنچتا ہے ۔ یہ ایک بڑی عمدگی اس شہر کو ہو گئی ہے ورنہ پانی کی بڑی مصیبت تھی اور ہمیشہ پانی کا قحط رہتا تھا ۔ دو تین جگہ بازاروں میں بہت خوبصورت اور بہت بڑے بڑے عجیب عجیب تصویروں دار لوہے کے ستون گڑے ہوئے ہیں ۔ اُن میں بڑی بڑی تین تین اور کسی میں چار چار لالٹینیں لگی ہوئی ہیں جو تمام رات گیس کی روشنی سے روشن رہتی ہیں ۔ عمارتیں سرکاری اوز ہوٹلیں اور ٹاؤن ہال اور رئیسوں کے اور پارسیوں کے مکانات نہایت عمدہ عمدہ اور بڑے بڑے عالیشان ہیں اور چند اور بہت بڑی عالیشان عمارتیں بن رہی ہیں ۔ مسجدیں یہاں کی نہایت صاف اور فرش سے اور شیشہ آلات سے آراستہ ہیں ۔ اکثر میں گیس کی روشنی ہے ۔

بمبئی کی جامع مسجد | جامع مسجد عجیب قطع کی ہے ؛ صحن مطلق نہیں ہے ، ساری پٹی ہوئی ہے ، اُس میں پتھر کے ستون ہیں ، اس میں چوبی ستون ہیں ۔ اس مسجد کو تالاب پر بنایا ہے ، ساری مسجد کے نیچے پانی ہے ۔ تھوڑا سا تالاب کو کھلا رکھا

ہے اور سیڑھیاں بنا دی ہیں ، گویا وہ مسجد کا خوض ہے ۔ اُس میں لوگ وضو کرتے ہیں اور ایک جگہ اوٹ کر دی ہے وہاں نہاتے ہیں ۔ غرضکہ حوض کے اوپر چھتا پاٹ کر مسجد کا درجہ بنایا ہے اور پھر اُس کے اوپر ایک اور درجہ گویا دو طبقہ مسجد ہے ۔ جمعہ کے دن اُوپر اور نیچے دونوں طبقوں میں نمازی کھڑے ہوتے ہیں ۔ البتہ پہلے درجے کی چھت صرف اُس مقام سے جہاں امام کھڑا رہتا ہے کھلی ہوئی ہے تاکہ اُوپر کے طبقے والے امام کو دیکھ سکیں یا آواز سن سکیں ۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسی دوہری مسجد یعنی دو درجے کی اور کسی جگہ بھی ہے یا نہیں ۔ سب سے اوپر کی چھت کھپریل کی ہے ۔

قلعہ | قلعہ جو کہلاتا ہے وہ کسی زمانے میں قلعہ تھا اور فصیل بھی قلعے کی تھی مگر اب کچھ بھی نہیں ۔ صرف ایک جگہ دس پندرہ گز دیوار فصیل قلعے کی باقی رہ گئی ہے ؛ سرکار نے سب توڑ کر مسمار کر کے آبادی میں ملا دیا اور اب اُس زمین پر جہاں قلعہ تھا تمام سرکاری کچہریاں اور سوداگروں کی کوٹھیاں ہیں مگر وہ ٹکڑا اب تک قلعے کے نام سے مشہور ہے ۔ پس قلعے کو ایک محلہ بمبئی کا تصور کرنا چاہئے ۔

بمبئی کے میمن اور پارسی | اس شہر میں غالباً تمام ملکوں کے لوگ موجود ہوں گے مگر میمن اور پارسی یہاں کے بڑے امیر آدمی ہیں اور سوداگروں میں سیٹھ کا لقب نہایت معتبر و معزز گنا جاتا ہے ۔ بڑے بڑے پارسی بھی اپنے نام کے ساتھ سیٹھ کا لفظ لگاتے ہیں مثلاً سہراب جی فریم جی سیٹھ ، باپ کا نام بھی پارسیوں میں مثل دکھنیوں کے ساتھ بولا جاتا ہے ۔

میمنوں نے بجز اس کے کہ اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور عربی

عمامے باندھتے ہیں اور بگھیوں میں چڑھتے ہیں اور اپنے نام اور اپنی شیخی کے پیچھے مرتے ہیں اور کچھ قومی ترقی نہیں کی۔ مسجد بنانے کا بڑا شوق ہے۔ بہت سے میمن ہیں جن کے ہاں تھوڑا تھوڑا لنگر خانہ جاری ہے، اُن کی نام آوری کے لئے برائے نام ایک مدرسہ ہے؛ ایک مُلّا اس میں پڑھانے کو نوکر ہے، پیر نابالغ برائے نام طالب علم ہیں، لنگر خانہ سے روٹی پاتے ہیں، دن کو ایک آدھ برائے نام سبق پڑھا پھر کسی میمن کے لڑکے کو پڑھانے چلے گئے، کوئی شخص کسی اور طرح سے خیرات مانگنے کا پیشہ کرنے چلا گیا۔ مجھ کو یہ حال دریافت ہونے سے نہایت افسوس ہوا اور میں نے کہا دیکھو قوم کا جو ادبار ہے تو باوجودے کہ روپیہ خرچ ہوتا ہے مگر کس بری طرح خرچ ہوتا ہے جس سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا، البتہ صرف چند روزہ ایک نام ہے کہ فلاں میمن کا مدرسہ ہے؛ علاوہ اس کے دوکٹ ملا خوشامدیوں نے تعریف کر دی اور کہا کہ آپ نے تو جنّت میں ایک موتی کا محل بنا لیا؛ لعنۃ اللہ علی الکاذبین وہ لوگ مر گئے جو موتی کا گھر بناتے تھے، ایسی باتوں سے تو پھوٹی کھپریل کا بھی گھر نہیں بنتا۔

پارسیوں نے البتہ قومی ترقی خوب کی ہے۔ اپنے لباس کی وضع عمدہ طور پر تراش کر درست کر لی ہے۔ تمام پارسی کیا بڑا اور کیا چھوٹا سب ایک وضع کی پوشاک پہنتے ہیں۔ نہانا اور پوشاک بدلنی اور صفائی سے رہنا بالکل اختیار کیا ہے۔ اولوالعزمی بھی ان میں ہے۔ تجارت اور نوکری کو دور دور جاتے ہیں اور شائستگی اور تربیت میں روز بروز ترقی کرتے ہیں۔ لڑکیوں کی تربیت کی طرف متوجہ ہیں اور چونکہ ان کے ہاں پردہ نہیں ہے اس لئے معتبر

اور لائق طمانیت سکول بنائے ہیں اور ان میں لڑکیاں پڑھتی ہیں - ہر ایک پارسی انگریزی پڑھا ہوا ہے اور بایں ہمہ اپنے مذہب کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور نہایت پابند اپنے اصول مذہب کے ہیں - میں نے سنا ہے کہ بعض پارسی اپنی لڑکیوں کو انگریزی بھی پڑھاتے ہیں - کوئی اسکول ہے ؛ وہاں اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس برس کی عمر کی لڑکیاں انگریزی پڑھنے کو جمع ہوتی ہیں اور بخوبی پڑھ گئی ہیں ، انگریزی بولتی ہیں اور چٹھی لکھتی ہیں مگر میں نہیں سمجھا کہ اپنی زبان چھوڑ کر پارسیوں کو لڑکیوں کے انگریزی پڑھانے لکھانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے -

خطوں پر ٹکٹ اور مہریں لگانے والے بمبئی میں ایک نئی بات یہ ہے کہ ہر ایک مقام پر اُن بازاروں کے جہاں کوٹھیاں کارخانے تجارت بہت ہیں لوگ خطوط پر لگانے کے لئے ٹکٹ اور لالٹین اور لاکھ کی بتی اور پانی کے پیالے اور کانٹا اور ایک مہر جس پر کچھ نشان کھدا ہوا ہے لئے بیٹھے ہیں - سینکڑوں آدمی خط اور چٹھیاں لاتے ہیں وہ ان کو تول کر ٹکٹ لگا دیتے ہیں اور صرف ٹکٹ کی قیمت لے لیتے ہیں اور جو چٹھیات رجسٹری ہو کر جانے والی ہیں یا پلندے جو آتے ہیں اُن پر لاکھ کی مہریں بھی کر دیتے ہیں اور اُس کی اُجرت مناسب لے لیتے ہیں - میرے سامنے آدھ گھنٹے کے عرصے میں قریب بیس پچیس آدمی کے آئے ہوں گے مگر وہ دن ولایت کی ڈاک جانے کا تھا ، اس سبب سے کثرت سے چٹھیاں آتی تھیں -

بمبئی کی اومنی بسیں جو گھوڑوں سے چلتی تھیں ایک اور نئی بات بمبئی میں یہ دیکھی کہ بڑے بازاروں میں انگلستان کے طریقے پر اومنی بس گاڑیاں دو گھوڑوں کی اور تین گھوڑوں کی کھڑی

رھتی ھیں اور پھرتی ھیں جس کو کہیں جانا ھوتا ھے خفیف کرایہ دیا اور اس میں بیٹھ گیا ۔

اومنی بس ایک بڑی گاڑی ھے جس کے اندر دو طرفہ اور اس کی چھت پر بھی دو طرفہ بیٹھنے کی جگہ ھے ، اوپر اور اندر قریب چوبیس آدمیوں کے بیٹھ سکتے ھیں اور جس گلی یا مکان میں جس کو اترنا ھوتا ھے اتر لیتا ھے اور چڑھنے والے ھر جگہ سے سوار ھو جاتے ھیں ۔ فی‌الحقیقت بڑے آرام کی چیز ھے ۔

پارسیوں کی ترقی غرضکہ بمبئی میں مجھ کو پارسی بہت پسند آئے ۔ انھوں نے نہایت عمدہ طرح سے قومی ترقی شروع کی ھے اور جس طرز پر کہ بنگالیوں نے قومی ترقی شروع کی ھے ، میری دانست میں پارسیوں کا طرز اس سے نہایت عمدہ اور قابل تعریف ھے مگر افسوس ھے کہ مسلمان ھر جگہ سب سے پیچھے ھیں ۔ تعز من تشاء و تذل من تشاء ۔

ذکر بڑودہ دخانی جہاز جس میں سر سیدؒ نے سفر کیا بڑودہ اسٹیمر نہایت عمدہ جہاز ھے ، لندن میں بنا ھے ۔ ۱۸۶۳ء میں بننا شروع ھوا ، ۱۸۶۴ء میں تیار ھو کر سمندر میں ڈالا گیا ۔ تین سو نو فٹ لمبا اور اڑتیس فٹ چوڑا اور چھبیس فٹ گہرا ھے ۔ باون ھزار چار سو چوالیس من بوجھ اٹھاتا ھے ۔ بیچوں بیچ میں چار سو گھوڑوں کے زور کا انجن لگا ھوا ھے ۔ ایک بڑا کمرہ طولانی بیچوں بیچ میں ھے مگر انجن اور زینہ ھونے کے سبب دو حصے ھو گیا ھے ۔ ان کمروں میں کھانے کی میزیں لگی ھیں اور کھانے کے بعد بیٹھنے اور کھیلنے اور باتیں کرنے کی جگہ ھے اور اس کے دونوں طرف برابر برابر چھوٹے چھوٹے کمرے فرسٹ کلاس کے مسافروں کے لئے بنے ھوئے ھیں ۔

کسی کمرے میں ایک ، کسی میں دو ، کسی میں تین ، کسی میں چار پلنگ ہیں - جو کمرہ ہم کو ملا تھا اس میں چار پلنگ تھے ، دو نیچے اور دو ان دو کے اوپر - پلنگوں کی قطع بالکل ایسی ہے جیسے ہمارے ملک کے فرسٹ کلاس ریلوے گاڑیوں کے پلنگ ہیں اور اسی طرح اوپر تلے ہیں ؛ صرف اتنا فرق ہے کہ ریلوے گاڑیوں میں چمڑے کے گدے ہیں اور جہاز میں ان پلنگوں پر گدے اور تکیے اور چادر مثل پلنگ کے بچھائی جاتی ہے - ایک دروازہ آمد و رفت کا ہے اور ایک چھوٹی سی کھڑکی سمندر کی طرف ہوا کے آنے کو ہے اور اس میں سے سمندر کی سیر بھی بخوبی ہو سکتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ شدت ہوا یا طوفان کے وقت یہ کھڑکی بند کر دی جاتی ہے تا کہ کمرے میں پانی نہ آوے اور جس تختے سے بند ہوتی ہے اس میں چھ انچ کے قطر کا نہایت موٹا اور مضبوط ایک آئینہ قدرے روشنی آنے کے لئے لگا ہوا ہے اور ایسی حالت میں کمرے میں نہایت گرمی اور حبس ہوتا ہے - کمرے جو کیبن کہلاتے ہیں درحقیقت چھوٹے ہیں مگر جہاز میں اتنا ہونا بھی بہت غنیمت ہے - جو کمرہ ہم کو ملا اس میں چار پلنگ نمبر ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۱ ، ۶۲ کے تھے ، عرض اس کمرہ کا چھ فٹ اور طول اس کا دس فٹ ہے ، دیواروں میں دو چینی کے برتن منہ دھونے کو لگے ہوئے ہیں - اتفاقیہ اس کمرے میں ایک ستون آ گیا ہے جس کے سبب جگہ اور بھی تنگ ہو گئی ہے -

متعدد حمام جہاز میں ہیں - حمام کے کمرے کا عرض ساڑھے چار فٹ اور طول آٹھ فٹ ہے اور اندر نہایت عمدہ ایک حوض سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے - طول حوض کا ساڑھے پانچ فٹ اور عرض دو فٹ اور عمق دو فٹ ہے - باقی جگہ کمرے کی خالی ہے -

اُس کی تہہ پر کاٹ کی جالی اور جالی کے نیچے لوہے کی چادر لگی ہوئی ہے - جو پانی جالی پر گرتا ہے فی الفور بہ جاتا ہے - حوض کے اُوپر ایک نل پیتل کا لگا ہوا ہے اور اُس کی پیندی میں ایک بد رو پانی نکلنے کی ہے - حمام میں پمپ کے ذریعے سے سمندر کا پانی آتا ہے - جب کوئی نہانے کو جاتا ہے تو اُس مقام پر جہاں جالی لگی ہوئی ہے ٹھہر کر ہاتھ پاؤں میں یا بدن میں جو کچھ میلا لگا ہو سب دھو سکتا ہے ، بعد اس کے جب حوض کی بد رو بند کر کے پانی آنے کے نل کا پیچ پھرا دیا اور فی‌الفور سمندر کا پانی حوض میں بھر گیا جو مقدار میں قلّتین سے بہت زیادہ ہوتا ہے - اکثر لوگ یہ کرتے ہیں کہ اُس حوض میں اُتر جاتے ہیں اور بیٹھ کر اور لیٹ کر خوب مل مل کر نہاتے ہیں - جب خوب نہا چکے بدرو کھول دی ، فی‌الفور حوض کا پانی نکل گیا - پھر حوض میں کھڑے ہو گئے ؛ سر کے اُوپر ایک چھلنی لگی ہوئی ہے اور دیوار میں ایک پیچ ہے ، جہاں اُس پیچ کو پھرایا اور چھلنی میں سے مینہ برسنا شروع ہوا اور نہایت زور سے موسلا دھار مینہ برستا ہے - اُس کے نیچے کھڑے ہو کر پھر خوب نہا لیے اور اُس کا پیچ بند کر دیا - حوض کے باہر نکل کر بدن پونچھ کر کپڑے پہن لئے -

جائے ضرور بھی متعدد ہیں - جب جائے ضرور کا کواڑ بند کر لیا جاتا ہے تو اندر سے ڈھائی فٹ عرض میں اور پانچ فٹ طول میں رہ جاتا ہے - وہاں مثل کموڈ کے ایک چیز بنی ہوئی ہے مگر ایک عمدہ بات یہ ہے کہ اسی کے پاس ایک برنجی حلقہ لگا ہوا ہے - بعد رفع حاجت اس حلقے کو اُٹھایا اور کموڈ کے ظرف چینی میں پانی آیا اور سب میلے کو بہا لے گیا اور وہ ظرف چینی بالکل صاف

ہو گیا - طہارت کرنے کے لئے عموماً بجز کاغذ کے وہاں اور کوئی چیز نہیں ہے الاّ اگر کوئی شخص اپنے ساتھ لوٹے میں پانی لے جاوے اور بہت موٹا آدمی بھی نہ ہو تو اس میں بخوبی پانی سے طہارت کر سکتا ہے؛ صرف سلیقہ اور احتیاط چاہئے کہ پانی پھیلنے نہ پاوے کموڈ تر نہ ہو جاوے تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو -

جہاز کی نصف چھت پیچھے کی فرسٹ کلاس مسافروں کے لئے ہے اور حقیقت میں یہی جگہ جہاز کی بہشت ہے؛ نہایت پر فضا ہوادار، اس کے اوپر شمگیرا تنا ہوا ہے، جس طرف سورج ہوتا ہے اس طرف کے پردے تن جاتے ہیں اور دوسری طرف کے اٹھ جاتے ہیں، رات کو سب طرف کے پردے اٹھے رہتے ہیں، سمندر کی سیر اور چاندنی کا پھیلاؤ اور ٹھنڈی ہوا بڑا لطف دکھاتی ہے - حقیقت میں جس قدر روپیہ فرسٹ کلاس کا دیا جاتا ہے وہ صرف اسی جگہ کی قیمت ہے - بنچیں اور کرسیاں یہاں بچھی رہتی ہیں اور تمام مسافر فرسٹ کلاس کے اور تمام میمیں اور بچے سارا دن اسی جگہ بیٹھے رہتے ہیں اور میمیں نو بجے رات تک بیٹھی رہتی ہیں، پھر اپنے کمروں میں سونے جاتی ہیں اور مرد اکثر رات کو بھی یہیں سوتے ہیں -

ایک غلطی بسبب ناتجربہ کاری کے ہم سے یہ ہوئی کہ ہم نے کوئی آرام چوکی اپنے ساتھ نہیں لی، اکثر مسافر اپنے ساتھ لائے اور بہت آرام پایا - اکثروں کے پاس اس قسم کی آرام چوکی تھی جو پیچوں پر ٹوٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہے اور جب بچھاؤ تو پھیل جاتی ہے - ہم نے دو تین صاحبوں کو دیکھا کہ اسی قسم کی نئی کرسیاں بمبئی سے خرید کر اور اپنے ساتھ لے کر جہاز میں چڑھے - اس وقت ہم حیران ہوئے کہ کرسیاں اپنے ساتھ کیوں لئے جاتے

هیں مگر جب رات ہوئی اور اُن کرسیوں کو چھت پر بچھا کر وہ بیٹھے اور سوئے اُس وقت ہم کو اُن کی قدر ہوئی مگر ہم کو کچھ تکلیف نہیں ہوئی - بہت سے صاحب تھے جن کے پاس کرسیاں نہ تھیں ، خود جہاز کی چھت پر کرسیاں اور بنچیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں اور تمام چھت بیٹھنے اور لیٹنے اور سونے کے قابل ہوتی ہے مگر اس قسم کی کرسی کا لانا زیادہ تر آرام کا باعث ہوتا ہے -

نصف چھت آگے والی ، جہاز کا دوزخ ہے - تمام خلاصی اور قلی اور دو باورچی خانے اور مرغیاں ، بھیڑیں ، گائے ، سور سب اُسی طرف ہوتے ہیں اور ڈک پیسنجر بھی اُسی طرف رہتے ہیں - سیکنڈ کلاس پیسنجر کی اُسی طرف جگہ ہے مگر کسی قدر امتیاز کے ساتھ - میری دانست میں سوائے فرسٹ کلاس کے اور کسی طرح پر جہاز میں سفر کرنا بلاشبہ تکلیف کا باعث ہے -

چھت کے اوپر بجز کپتان اور ایک اور افسر کے اور کسی کا کمرہ نہیں ہے - جہاز کے کمروں میں اس طرح کی لالٹینیں جڑی ہوئی ہیں کہ ایک رخ مسافروں کے کمرے میں اور ایک رخ بڑے کمرے کی طرف ہے - دس بجے تک برابر روشنی رہتی ہے ، پھر یہ لالٹینیں گل ہو جاتی ہیں اور دو ایک بڑی لالٹینیں تمام رات جلتی رہتی ہیں اور جائے ضروری میں ساری رات روشنی رہتی ہے -

بمبئی سے ولایت کو روانگی

بہت سے انگریز اپنے دوستوں کو جہاز میں پہنچانے آئے تھے - ہمارے جہاز میں سوار ہونے کے دو گھنٹے بعد ہنری ایس کنگ اینڈ کو کے ایجنٹ جہاز میں ہمارے پاس آئے اور مسٹر والٹر اسپائتھ صاحب کی چٹھی جس میں اور کاغذات ضروری ہمارے نام کے ملفوف

تھے پہنچائی اور ہم نے دونوں صاحبوں کا بہت شکر کیا -

قریب چھ بجے شام کے دسویں اپریل ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو جہاز نے لنگر اٹھایا اور ہم نے نہایت صدق دل سے آیت بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا ان ربی لغفور رحیم پڑھی اور روانہ ہوئے -

عدن پہنچنا دن رات چلتے چلتے سترھویں اپریل ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو ساڑھے سات بجے عدن پہنچے - جہاز نے لنگر کیا اور ہم نے عدن دیکھنے کی تیاری کی -

نقشہ مندرجہ ذیل سے واضح ہوگا کہ ہم کس راہ سے سمندر میں ہو کر عدن تک آئے اور ہر روز کس قدر جہاز چلا مگر واضح رہے کہ حساب رفتار جہاز کا بارہ بجے دن سے دوسرے دن کے بارہ بجے تک لگایا جاتا ہے :

تاریخ و یوم	عرض مقام وقت دوپہر		طول مقام وقت دوپہر		رفتار بحساب میلوں کے
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۱۱- یک شنبہ...	۱۸	۴۰	۶۹	۳۰	۱۹۵
۱۲- دو شنبہ ...	۱۷	۲۰	۶۵	۵	۲۶۹
۱۳- سہ شنبہ ...	۱۶	۱۸	۶۰	۴۵	۲۵۶
۱۴- چہار شنبہ	۱۵	۲۴	۵۶	۳۵	۲۴۷
۱۵- پنج شنبہ...	۱۴	۲۵	۵۲	۱۴	۲۶۰
۱۶- جمعہ ...	۱۳	۳۰	۴۸	۳	۲۵۰
۱۷- شنبہ ...	۱۳	*	۴۵	*	۲۰۰ مقام عدن
				میزان	۱۶۷۷

جہاز کا عملہ اب ہم کچھ حالات اور واقعات جہاز لکھ کر عدن کا اور اس سے آگے جو سفر ہوگا اس کا ذکر لکھیں گے۔

اس جہاز میں کل عملہ جو جہاز سے متعلق ہے ۱۷۹ شخص حسب تفصیل ذیل ہیں۔

کمانڈر ۱ ۔ افسران ۵ ۔ سرجن ۱ ۔ پرسر ۱ ۔ کارک ۱ ۔ انجنیر ۶ ۔ یورپین کرو ۲۰ ۔ یورپین اسٹورڈ ۱۸ ۔ نیٹو اسٹورڈ ۱۲۔ لسکرز وغیرہ ۵۷ ۔ ہندوستانی آگ جلانے والے ۳۵ ۔ ہندوستانی کول ٹریمو ۲۲ میزان ۱۷۹۔

جہاز کے افسران افسران کے نام یہ ہیں۔

W.T. Baumont, Ist.Officer-N.W. Haselwood, commander

این ۔ ڈبلیو ۔ ہیسل وڈ ۔ کمانڈر ۔ ڈبلیو ۔ ٹی ۔ بومنٹ افسر اول

C. E. Walker Surgeon

سی ۔ ای واکر ۔ سرجن

C. P. Gulcket, Purser

سی ۔ پی گلکٹ ۔ پرسر

James Grahm Ist Engineer

جیمس گراهم ۔ فرسٹ انجنیر

جہاز کے دوسرے ملازم ہندوستانیوں میں متعدد قوم کے لوگ ہیں، اکثر چینی ہیں اور اکثر مسلمان ہیں۔ مسلمانوں میں حبشی، عرب اور مسقط کے رہنے والے عربی بولتے ہیں، میں نے ان سے عربی میں باتیں کیں۔ ہماری گفتگو تو وہ بخوبی سمجھتے ہیں مگر ان کی زبان کے بعض بعض الفاظ سمجھ میں نہیں آتے۔ علاوہ ان کے کوکنی مسلمان ہیں اور دو ایک آدمی ہندوستان کا بھی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ وہ حبشی اور چینی اردو بھی بقدر ضرورت کے سمجھتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ بعض دفعہ آپس میں بھی دو چار باتیں اردو میں کرتے ہیں، خصوصاً کوکنی اور ہندوستانیوں سے، اور کوکنی

تو خاصی اردو بولتے ہیں -

جہاز کے انگریز مسافر اس جہاز میں فرسٹ کلاس مسافروں کے سوا سو کے قریب پلنگ ہیں مگر اس دفعہ مسافر کم ہیں ؛ صرف اڑسٹھ مسافر فرسٹ کلاس کے اور تیرہ سیکنڈ کلاس کے اور چھ ڈک پیسنجر ہیں -

تمام انگریز اور میمیں جو جہاز میں ہیں کسی سے بھی ہماری سابق کی واقفیت نہیں - ہماری طرف کا کوئی انگریز جہاز میں نہیں ہے اور اس سبب سے میں نہیں جان سکتا کہ جب یہ صاحب لوگ ہندوستان میں تھے تو ان کا مزاج اور اخلاق کیسا تھا مگر جہاز میں سب کا مزاج نہایت اچھا اور با اخلاق ہے - اکثر انگریز نہایت اخلاق و مہربانی سے پیش آتے ہیں - صبح کو اگر ہم کو خیال نہیں ہوتا تو خود پہلے 'گڈ مارننگ' کہتے ہیں - ہر موقع پر 'تھینک یو' کہتے ہیں - یا تو یہ صاحب ہندوستان میں بھی ایسے ہی خوش مزاج ہوں گے یا آب و ہوا کے اختلاف کا سبب ہوگا اس لئے کہ سمندر کی ہوا نہایت صحت بخش ہے - ان صاحبوں میں سے جن صاحبوں نے ہم پر زیادہ مہربانی کی اور زیادہ اخلاق سے پیش آئے اُن کا ذکر کرتے ہیں -

جہاز میں بعض لوگوں سے خصوصی ملاقاتیں (۱) سب سے اول جن سے ہم سے ملاقات ہوئی وہ میجر جنرل بینبکٹن صاحب ہیں ، کمانڈر شمالی حصہ مدراس - یہ صاحب مدراس سے آئے ہیں اور ۱۸۵۸ء میں بنارس میں بھی چند روز رہے تھے ، اُن کی رجمنٹیں وہاں آئی تھیں -

یہ صاحب نہایت با اخلاق اور حد سے زیادہ خوش مزاج ہیں ،

بوڑھے اور کسی قدر فربہ اور خوب صورت وجیہہ آدمی ہیں ۔
اول اول ہم سے اورینٹل بنک کے دروازے پر ملے اورخود ابتدا ملاقات
کی کی اور بہت اخلاق کی باتیں کرتے رہے اور اس بات سے کہ
ہم اور وہ ایک جہاز میں سفر کریں گے نہایت خوش ہوئے ۔ میں
نے کہا کہ مارسیلز سے کیلے تک جانے میں کسی قدر تکلیف ہوگی
اس لئے کہ ہم میں سے کوئی فرانسیسی زبان نہیں جانتا ۔ بولے کہ
نہیں ، مجھ سے جو تمھاری مدد ہو سکے گی کروں گا اور اگرچہ
میں فرانسیسی زبان نہیں جانتا مگر میری میم صاحبہ خوب جانتی
ہیں ، وہ بخوبی تم کو مدد دیں گی ۔ میں نے اُن کا بہت شکر کیا ۔
اُس وقت سے برابر جہاز میں نہایت خوبی و اخلاق سے ملتے ہیں ،
روز صبح کو گڈ مارننگ ہوتی ہے اور مزاج پرسی کے بعد اکثر
باتیں ہوتی ہیں ۔

(۲) مس کارپینٹر صاحبہ جو نہایت نامی اور گرامی لیڈی
ہیں اور جنھوں نے کلکتے و بمبئی میں ہندوستانی عورتوں کی تعلیم
کے لئے بہت کوشش کی ہے وہ بھی اسی جہاز میں تھیں ، اُن سے
بھی میری ملاقات ہوئی ۔ بہت اخلاق و تپاک سے ملیں اور نسبت
تعلیم عورات اور نیز بہ نسبت عام تعلیم کے بہت سی باتیں ہوئیں ۔
وہ اُردو مطلق نہیں جانتیں اور میں انگریزی بخوبی نہیں سمجھ سکتا
اس لئے مترجم کی حاجت ہوتی تھی ۔ کبھی مرزا خدا داد بیگ اور
کبھی محمد محمود مترجم ہوتے تھے اور آپس میں بات چیت ہوتی
تھی ۔

مس صاحبہ برسٹل کی رہنے والی ڈاکٹر کارپینٹر کی بیٹی
ہیں ۔ وہاں بھی ان کو غریب لوگوں کی لڑکیوں کی تعلیم کا بہت
شوق تھا اور اُن پر محنت کرتی تھیں ۔ راجہ رام موھن رائے بانی

برھم مَت سے بھی اُن کی ملاقات تھی - وہ مس صاحبہ کے باپ سے ملنے برسٹل میں گئے ہوئے تھے اور اُسی کے گھر میں رہتے تھے، وھیں بیمار ہوئے اور وھیں مرے - مس صاحبہ نے اُن کی اور اَور لوگوں کی زبانی ہندوستان کی عورتوں کی جہالت اور بری حالت کا حال سن کر ہندوستان میں آنے کا اور یہاں کی عورتوں کی ترقیٔ حالت میں کوشش کرنے کا ارادہ کیا اور ہندوستان میں تشریف لے آئیں -

اُن کے پاس ایک کتاب ھے جس میں ہندوستانی لوگوں کی رائیں اور چٹھیاں اُن کے کاروبار کی نسبت مندرج ھیں - وہ کتاب انھوں نے مجھے بھی دی اور میں نے بھی اُردو زبان میں اُس کتاب پر اپنی رائے لکھ دی - چنانچہ بجنسہ اُس کی یہ نقل ھے :—

سرسیدؒ کی تحریر مس کارپینٹر کے متعلق

" مجھ کو بڑودہ دخانی جہاز میں جبکہ میں لندن کو جاتا تھا مس کارپینٹر صاحبہ سے ملاقات حاصل ہونے کی عزت اور بے انتہا مسرت حاصل ہوئی - جب سے میں نے اُن کا نام اور اُن کی کوششوں کا حال نسبت تعلیم ہندوستانی عورات کے سنا تھا، میں بہت مشتاق اُن کی ملاقات کا تھا - خدا کا شکر ھے کہ بطور نعمت غیر مترقبہ اُن کی ملاقات ہو گئی -

اُن کی عالی ھمتی اور بلند نظری اور تہذیب، اخلاق اور نیک نیتی کا ثبوت خود وھی مضمون ھے جو اُنھوں نے اختیار کیا ھے یعنی اُس گروہ کی (جس کو خدا تعالیٰ نے مرد کے لئے بطور دوسرے ھاتھ کے بنایا ھے اور جس کو نیک کاموں کے بخوبی انجام ہونے کے لئے مرد کا مددگار کیا ھے) تعلیم و تربیت میں کوشش کرنا - در حقیقت یہ مضمون اور اس پر اُن کی کوشش نہایت قدر

کے لائق ہے - میں سمجھتا ہوں کہ نیک کام پر کوشش ہونی (گو وہ کسی طرح پر ہو) نہایت اچھی ہے کیونکہ اگر وہ کوشش درست بنیاد پر قائم ہوئی ہے تو وہ خود کامیاب ہوگی اور اگر اس میں کچھ غلطی ہے تو اس سے اُمید ہے کہ اوروں کو اُس نیک کام پر کوشش کرنے کی تحریک ہوگی جس سے توقع ہے کہ کوئی نہ کوئی کوشش بغیر کسی غلطی کے شروع ہوگی اور ٹھیک ٹھیک نیک نتیجے تک پہنچے گی -

نیک کام میں کوشش کرنے والوں کی کوششیں کبھی کبھی اس لئے کہ وہ اُن لوگوں کی عادات و رسم و رواج کے مخالف طریقے پر جن کی بھلائی کے لئے کوشش کی جاتی ہے ، قائم کی گئی ہیں - برباد ہوگئی ہیں - حقیقت میں ایسا کرنا گویا نیچر کا مقابلہ کرنا ہے اور خود اُس نیکی کی رکاوٹ کا آلہ بننا ہے - خدا نے یوشع کے لئے سورج کا تھم جانا کہا حالانکہ شاید وہ غلط تھا کیونکہ اگر وہ واقع بھی ہوا ہو تو شاید زمین کا تھم جانا سچ ہوتا مگر خدا نے نیک بات پھیلانے میں بالکل عام سجھ کی جو اس زمانے میں تھی ، رعایت کی - پس اگر اب ہم کسی نیک بات کے پھیلانے میں عام رواج کی رعایت نہ کریں گے تو خود خدا کی اُس حکمت کو توڑیں گے اور خود اپنے لئے نقصان کا سبب ہوں گے -

بہر حال میں خدا سے چاہتا ہوں کہ مس کارپینٹر صاحبہ کی کوششیں کامیاب ہوں اور ہندوستان میں کیا مرد اور کیا عورت سچائی اور علم کی روشنی سے جو دونوں اصل میں ایک ہیں روشن ضمیری حاصل کریں"-

مسٹر لارنس سے دلچسپ مذہبی گفتگو | (۳) لفٹیننٹ جے - بی

لارنس صاحب مدراس کے علاقہ کے جو بالفعل پیمائش کے کام پر

نعین ہیں وہ بھی اس جہاز میں تھے ۔ ایک رات کو وہ نہایت مہربانی سے میرے پاس آ کر بیٹھے اور پوچھا کہ ’’ تم لندن جاتے ہو ؟ ‘‘ میں نے کہا ’’ ھاں ‘‘۔ پھر کہنے لگے کہ ’’ میں مدراس سے آتا ہوں ، میں مشنری نہیں ہوں میرا کام توپ مارنے کا ہے مگر میں نے مدراس کے علاقے میں جو لوگوں سے پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں تین مذہب سچے ہیں ؛ ہندو ، عیسائی ، مسلمان ۔ کیا یہ بات تمھارے نزدیک بھی سچ ہے ؟ ‘‘ یہ سوال کرتے ہی خود ہی جواب دیا کہ ’’ میرے نزدیک تو صحیح نہیں کیونکہ صحیح مذہب صرف ایک ہی ہوگا ‘‘۔ میں نے کہا کہ ’’ ھاں ۔ متعدد مذہب جو مختلف اصول پر مبنی ہوں سب صحیح نہیں ہو سکتے بلکہ سب مذہبوں میں صرف ایک ہی مذہب صحیح ہوگا یا مختلف اصولوں میں ایک ہی اصول مذہب صحیح ہوں گے ‘‘۔ اس پر بولے کہ ’’ میرے نزدیک عیسائی مذہب بالکل سچا و صحیح ہے ‘‘۔ میں نے کہا کہ ’’ ہر شخص اپنے مذہب کو ایسا ہی سمجھتا ہے ‘‘۔ کہنے لگے کہ ’’ اوروں کی سمجھ ٹھیک نہیں ہے ‘‘۔ میں نے کہا کہ ’’ آپ کے خیال کے صحیح ہونے اور اوروں کی سمجھ کے غلط ہونے کی کیا دلیل ہے ؟ ‘‘ کہنے لگے کہ ’’ دیکھو ۔ عیسائی قوم نے کیا کچھ کیا ۔ انگریزوں نے تمام دنیا کی قوموں سے زیادہ خدا کی مہربانی حاصل کی ہے ۔ علم اور ہنر جیسا کہ ہمارے پاس ہے دوسری قوم کے پاس نہیں ۔ ہم ہی کو خدا نے حکمت عطا کی ہے ۔ دیکھو اس دخانی جہاز کو کہ کیا حکمت سے بنا ہے اور کس حکمت سے چلتا ہے ۔ ریل گاڑی کی حکمت اور طاقت تم نے بخوبی دیکھی ہوگی ۔ تار برقی کی کرامت تم جانتے ہو ۔ فوج کی اور جنگ کی بادشاہی قوت تمام دنیا میں ہماری سی کسی میں نہیں ۔ اگر اور

کوئی مذہب سچا ہوتا تو اُس پر بھی خدا اس طرح مہربان ہوتا''۔ میں نے کہا کہ ''یہ سب باتیں دنیا کے کاموں سے متعلق ہیں ، ان سے اور مذہب کے سچے یا جھوٹے ہونے سے کچھ واسطہ نہیں ہے ۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندے ایوبؑ کو اور اپنے پیارے جیسس کرائسٹ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں ذرا بھی جگہ نہ دی ۔ نیک بندوں کے لیے دنیا نہیں ہے بلکہ دوسری زندگی کی نعمت ہے''۔

یہ سن کر تھوڑی دیر چپ رہے ؛ میں سمجھا کہ اب بات ختم ہوئی اس لیے کہ میں آپس کی صحبت اور ملاقات میں مذہبی گفتگو کو نہایت ناپسند کرتا ہوں بلکہ برخلاف اخلاق کے سمجھتا ہوں مگر افسوس کہ اُن کا ارادہ اُس کے ختم کا نہ تھا ۔ وہ بولے کہ ''میں تم سے ایک بات جو نہایت سچ ہے اور دینی کام کی ہے اور جس پر مجھ کو بخوبی یقین ہے اور میرے دل کو بالکل تسلّی ہے ، کہتا ہوں کہ بہشت کا ملنا صرف جیسس کرائسٹ پر بھروسہ رکھنے پر منحصر ہے اور کوئی راہ نہیں''۔ میں نے کہا ''صاحب میں کہ چکا ہوں کہ ہر کوئی اپنے مذہب پر ایسا ہی اعتقاد رکھتا ہے''۔ بولے کہ ''کیا تم بھی محمدؐ پر ایسا ہی بھروسہ رکھتے ہو جیسا کہ میں دل سے جیسس کرائسٹ پر رکھتا ہوں''۔ چونکہ ان کا یہ سوال ہمارے اعتقاد مذہبی کے کسی قدر برخلاف تھا کیونکہ ہم کسی شخص پر بھروسہ نہیں رکھتے بلکہ خدائے واحد پر بھروسہ رکھتے ہیں ، اس لیے اس کا جواب دینے میں میں نے تھوڑا سا تامّل کیا اور اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ ہرگاہ خدائے واحد پر بھروسہ ہم کو بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے حاصل ہوا ہے تو مجازاً ہم کو کہنا کہ ہم محمدؐ پر بھروسہ رکھتے ہیں، کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہ سوچ کر میں نے جواب دیا کہ "ہاں"۔ اس پر وہ بولے کہ "نہیں! تم کو دلی بھروسہ اور کامل بھروسہ نہیں ہے اس لیے کہ خود تمھاری بات اور جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کو اس بات پر پورا بھروسہ اور مضبوطی نہیں ہے"۔ میں نے کہا کہ "آپ کے سوال میں کسی قدر غلطی تھی۔ سنیے کہ مجھ کو اس بات پر کہ بہشت اور نجات حاصل ہونے کے لیے بجز اس کے کہ ایک خدا پر دل سے اعتقاد رکھنا اور اسی ایک کو پوجنا جس طرح کہ ہمارے سچے پیغمبر محمدؐ نے بتایا، اور کوئی رستہ نہیں اور میں اس بات پر ایسا یقین رکھتا ہوں جیسا کہ اس روشن ستارے کو جو ہماری آنکھ کے سامنے ہے، دیکھ رہا ہوں"۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو رہے، تھوڑی دیر چپ بیٹھے رہے اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔ اگرچہ مذہبی گفتگو اُن کی مجھے پسند نہ تھی مگر با ایں ہمہ میری رائے اُن کی نسبت یہ تھی کہ یہ شخص اپنے مذہب میں نہایت متوجّہ معلوم ہوتا ہے؛ ضرور نہایت منکسر اور با اخلاق اور بموجب اصول اپنے مذہب کے غیروں سے محبت کرنے والا ہوگا۔ مگر افسوس کہ پھر میری یہ رائے قائم نہیں رہی اس لیے کہ اس کے بعد جب تک کہ وہ جہاز میں رہے نہ کبھی میرے پاس آئے، نہ کبھی مجھ سے کوئی بات کی، نہ صاحب سلامت کی؛ اگر کبھی اتفاقیہ پیش قدمی کر کے میں گڈ مارننگ کہتا تو ہاتھ سے سلام لیتے۔ کئی دفعہ میرا ارادہ ہوا کہ میں اُن سے کہوں کہ اگر آپ میری کسی بات سے ناراض ہوگئے ہیں تو معاف کیجیے مگر چونکہ ان سے زیادہ واقفیت نہ تھی اور نہ ان کے مزاج کا حال معلوم تھا اس لیے میں۔ تامل کیا۔

(۴) میجر ڈاڈ صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ناگپور بھی ہمارے جہاز میں تھے - اُنھوں نے مجھ سے صاحب سلامت کی اور بات چیت کی اور بہت اخلاق سے ملے - اُن سے بہت زیادہ ملاپ ہوگیا ؛ دبلے ، چھریرے ، بلند قد ، ریش دراز اور نہایت با اخلاق اور نرم سخن آھستہ گو ھیں - اب تک ان کی خصلتیں اور بات چیت مجھ کو نہایت پسند ھے اور میں یقینی جانتا ھوں کہ ہمہ صفت موصوف اور بہمہ خوبی آراستہ ھیں - گھنٹوں میرے پاس بیٹھتے ھیں اور بات چیت کرتے ھیں - ولایت کا اور میرے ولایت جانے کے سبب کا اور ورنیکلر یونیورسٹی کا اور سررشتۂ تعلیم میں جو جو نقصان ھیں اُن کا اور لڑکیوں کی تعلیم اور اُن کے اسکولوں کا اور اُن کی تعلیم کے لائق کتابوں کا مختلف وقتوں میں ذکر ھوتا رھا - اُنھوں نے کہا کہ میری رائے میں بہت ضرور ھے کہ جب ھندوستانی نوکر ولایت جانا چاھیں اُن کو گورنمنٹ پوری تنخواہ پر رخصت دے -

میں میجر ڈاڈ صاحب کا درحقیقت نہایت ممنون ھوں کہ اُنھوں نے بہت سی باتیں جہاز میں مجھ کو بتلائیں اور جو نئی چیز ظاھر ھوتی تھی فی الفور میرے پاس آتے تھے اور دکھاتے تھے اور اُس کا حال بتاتے تھے ؛ میں ان کی اس مہربانی کا ھمیشہ شکرگزار رھونگا -

اگرچہ بعض وجوھات سے مجھے معلوم ھوتا تھا کہ وہ اپنے مذھب میں نہایت پختہ یا متعصّب ھیں ؛ مگر متعصّب ھونے کا خیال میرے دل میں مطلق نہیں ھوا کیونکہ میں ان کو نہایت مہذّب اور با اخلاق آدمی خیال کرتا ھوں اور ھر ایک کے اپنے مذھب میں پختہ ھونے کو نہایت عمدہ جانتا ھوں مگر تعصّب کو نہایت برا اور

ایک بڑا نقص اخلاق انسانی میں اور نیچر یعنی حکمت الٰہی کے برخلاف سمجھتا ہوں۔ تو ایسے اچھے آدمی میں جیسے کہ میجر ڈاڈ صاحب ہیں ، میں ایسا نقص کیونکر خیال کر سکتا تھا ؟ مگر ایک دن اتفاقیہ یہ ذکر آیا کہ فلاں شخص با وصف بڑی لیاقت کے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اس لیے نہیں ہوا کہ شاید وہ لا مذہب ہے اور کسی مذہب کے سچے ہونے کا یقین نہیں رکھتا۔ میں نے کہا کہ "میری رائے میں ضرور ہے کہ ہندوستان میں ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ایسے ہی ہوں جو لا مذہب ہوں"۔ کہنے لگے "کیوں؟" میں نے کہا کہ "جب ہندوستان میں مختلف قوم اور مختلف مذہب کے لوگ بستے ہیں تو مذہبی آدمی کا افسر تعلیم ہونا اکثر دفعہ بے تعصب عام تعلیم کا مانع ہو جاتا ہے"۔ یہ بات سن کر متعجب سے ہو کر خاموش ہو رہے۔ در حقیقت میری رائے یہ ہے کہ جیسا خدا بے تعصب ہے؛ مشرک ، بت پرست ، خدا پرست سب کو برابر پرورش کرتا ہے ، اسی طرح گورنمنٹ اور افسر تعلیم کو بے تعصب ہونا چاہیے جب گورنمنٹ ظل اللہ اور افسر تعلیم معلم صفت من صفات اللہ ہو سکتا ہے۔

ایک پارسی کی صاف و شستہ اردو

اسی جہاز میں فرام جی مہربان جی تھالتی و اربی پارسی سے ملاقات ہوئی؛ ایک جوان تخمیناً ستائیس اٹھائیس برس کی عمر کا ہے ، پونا کا رہنے والا اور پونا ہی کے مدرسے میں انگریزی اور گجراتی پڑھی ہے اور ڈاک خانۂ عدن میں پچاس روپے ماہواری پر نوکر ہو کر جاتا ہے۔ انھوں نے مجھ سے نہایت صاف اور شستہ اردو میں بات چیت کی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ "پونا کے آدمی کی ایسی صاف اردو گفتگو

کہاں سے آئی ؟'' اُس نے کہا کہ ''گجراتی زبان میں بہت سے فارسی لفظ ہیں اور ذرا سے تغیر میں گجراتی اُردو ہو جاتی ہے ۔ میں اس کا خیال رکھتا تھا اور مجھے شوق تھا ۔ میں اُردو صاف بولنے لگا''۔ یہ سن کر میں اور زیادہ متعجب ہوا اور میں نے کہا کہ '' اُردو نے گجرات کو بھی گھیر لیا ہے''۔

اُردو اور گجراتی کا فرق | اب مجھے شوق ہوا کہ گجراتی زبان سنوں ؛ چنانچہ میرے سامنے اُنھوں نے آہستہ آہستہ گجراتی بولی اور اُردو میں ہر ایک لفظ کو سمجھایا ۔ میں نے دیکھا کہ حقیقت میں اُردو ہے ؛ یا تو یوں کہو کہ بہت کم فرق ہے یا یوں کہو کہ سوائے چند الفاظ کے صرف لہجے کا تفاوت ہے ۔ میں نے چاہا کہ وہ کوئی مطلب گجراتی میں بیان کریں اور میں اُس کو گجراتی زبان اور فارسی حرفوں میں معہ اُردو ترجمے کے لکھوں ۔ اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس ایک کتاب ہے اُس کی عبارت لکھ لو ۔ چنانچہ علم عروض و قافیہ کی وہ ایک کتاب اٹھا لائے جس کا نام 'بیت رتی' ہے اور اس کو تصنیف کیا ہے منچر جی شاپور جی نے ۔ چند مقام اُس کتاب کے مجھے سنائے ۔ اُس میں سے دو مقام کی عبارت میں نقل کرتا ہوں ۔

دیباچہ

(گجراتی زبان) اَیْ فَرتِی جَہانْ اَنی اَیْ مُہڑُدانی
اے پھرتی دنیا اور اسے منہ کی
جَبانْ تِی پاکْ خدا تعالی نِی ہَرْدمْ یادْ کَروا واسْطْ
زبان اُس پاک خدا تعالیٰ کی ہر دم یاد کرنے کے واسطے

بَندھی لی چھے انی انسان نی عقل تھی نی وسی

بندھی ہوئی ہے اور انسان کی عقل، اس کے واسطے

دریافت کروانی گرفتاری ماں دیوانگی نی اثر

دریافت کرنے کے گرفتاری میں دیوانگی کے اثر

بتلادی چھے -

بتلا دی ہے -

دوسرے مقام کی عبارت

سخنو بی جاتنا چھے نثر انی نظم یہ بی

سخن دو قسم کی ہے نثر اور نظم یہ دو ذات

جاتنی عبارت ماں سخنو واپرو اماں اوی چھے بعجی

یعنی قسم عبارت میں سخن کہنے میں آتی ہے بعضے

دناؤنا کیھا موجب عالم نی آنکھ نی روشنی

داناؤں کے کہے بموجب عالم کی آنکھ کو روشنی

بخشنارا سخن نا چھرہ نی بی جات نا رنگ تھی

بخشنے والا سخن کے چہرہ کو دو ذات یعنی قسم کے رنگ سے

دلکش انی دیپکدار کیدھا ماں اوی چھے -

دلکش اور دمک دار کرنے میں آتی ہے -

گجراتی زبان میں صاحب سلامت کرنے میں یہ الفاظ بولے

جاتے ھیں :—

صَاحبِ مہربـان ۔ خُوش تـو چھو ۔ طـبـیـعـت تـو خُوش چھے

صاحب مہربان خوش تو ہو طبیعت تو خوش ہے

اب غور کرنا چاہیے کہ یہ زبان اُردو کے کس قدر قریب ھے اور کتنے فارسی بلکہ عربی لفظ اس میں شامل ھیں ۔ ھر مقام پر مجھ کو حیرت ہوتی ھے کہ الہ آباد ایسوسی ایشن کس کس ملک اور کس کس زبان میں سے فارسی لفظ نکال کر قدیم بھاشا جاری کریگی ؛ حقیقت میں اُردو موجودہ اب ہمارے ملک کی ورنیکلر ھے ۔

(٦) میجر ھیسٹنگ فریزر صاحب متعلق حیدر آباد بھی اسی جہاز میں ھیں ۔ اُن سے بھی ملاقات ہوئی ؛ کرنل فریزر صاحب کے بیٹے ھیں جو مدت تک میسور میں رھے تھے ۔ یہ صاحب نہایت صفائی اور درستی سے ملے اور نہایت با اخلاق اور صاف طینت آدمی معلوم ہوتے ھیں ؛ شرفائے اھل اسلام سے زیادہ صحبت رھی ھے ، فارسی بخوبی بولتے ھیں بلکہ اُردو سے فارسی میں بہت صاف و بامحاورہ گفتگو کرتے ھیں ۔ کہتے تھے کہ کئی سال سے فارسی بولنے کا اتفاق نہیں ھوا ، اس سبب سے اکثر الفاظ محاورہ سہو ھوگئے ھیں ۔ نہایت مرد قابل و اشراف دوست ھیں ۔ اُنھوں نے نظام کی ایک تاریخ لکھی ھے جس کا نام ” آور فیتھ فل الائی نظام “ ھے ۔ اس کتاب کے نام کا ترجمہ ھے ”دوست صادق ما نظام“۔ ھمیشہ ھر روز مجھ سے پوچھتے کہ ” سیّد صاحب ! مزاج شما خوش است ؟ بآرام ھستی ھیچ تکلیف کہ نداری “۔ حقیقت یہ ھے کہ اُن صاحب سے مل کر میرا دل بہت خوش ھوا ۔ اُمید ھے کہ لندن میں پھر ملاقات ھوگی مگر یہ بات نہایت رنج کی ھے کہ ابھی قریب زمانے میں اُن

کی میم صاحبہ کا، جو ڈیوڈ سن صاحب ریذیڈنٹ حیدر آباد کی بیٹی تھیں، انتقال ہو گیا اور کئی بچے صغیر السن چھوڑے ہیں ؛ اسی سبب سے نہایت رنج و سراسیمگی کی حالت میں تین مہینے کی رخصت لے کر ولایت جاتے ہیں۔ اگر یہ رنج اور صدمہ اُن پر نہ ہوتا تو غالباً اور بھی زیادہ خوش مزاج و خوش اخلاق ملاقات و صحبت میں معلوم ہوتے۔

(۷-۱۰) میجر اسمتھ صاحب غازی پور کے اسٹڈ والے اور اُن کی میم صاحبہ اور اُن کی بیٹی ایڈا جو تین چار برس کی ہے اور بہت تماشے کی باتیں کرتی ہے اور ایک ہندوستانی آیا اور مسٹر ٹیلر جو افیم کے کام پر مرزا پور میں متعین ہیں، اسی جہاز میں ہیں اور اس سبب سے کہ ہم اور وہ ایک ملک سے آئے تھے اور بسبب غازی پور اور بنارس رہنے کے نام سے شناسائی تھی، ایک قسم کی دوستانہ صاحب سلامت ہوگئی اور ایڈا بہت آتی ہے اور تماشے کی باتیں کرتی ہے اور میم صاحبہ بھی نہایت مہربانی سے بات چیت اور صاحب سلامت کرتی ہیں۔

(۱۱) حسین علی بوھرہ ساکن کھمبائت متعلق گجرات اسی جہاز میں ہیں، وہ بطریق تجارت جاتے ہیں، سویز جائیں گے اور وہاں سے جو اسٹیمر جدّہ کو جاتا ہے جدّہ جائیں گے۔ اُنھوں نے کہا کہ میرا ارادہ مصر جانے کا بھی ہے اس لیے کہ وہاں سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدفون ہے اور بڑی زیارت ہے، اس کی زیارت کروں گا۔ مالوہ اور دکن میں مسلمان بوھرے بہت کثرت سے ہیں؛ سب تجارت کرتے ہیں اور اپنی قوم کی پرورش اور پرداخت کے عجیب عجیب قواعد مقرر کیے ہیں جس کی وجہ سے میں اُن کو نہایت عمدہ قوم تصوّر کرتا ہوں۔ جس زمانے میں کہ

میں اندور گیا تھا میں نے اس قوم کے حالات بخوبی تحقیق کیے تھے؛ شیعہ مذہب ہیں مگر شیعہ اثنا عشری اخباری اور اصولی دونوں کے اصول مذہب سے اُن کے اصول مذہب اکثر مختلف ہیں، بعض ائمہ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور در حقیقت بجز حضرت امام حسین علیہ السلام کے اور کسی کو معصوم خیال نہیں کرتے، کلُّ حزب بما لدیھم فرحون۔

اگرچہ اور بہت سے صاحبوں سے ملاقات اور صاحب سلامت ہوئی مگر جن سے فی الجملہ خصوصیت ہوئی انہیں کا ذکر کافی ہے۔

جہاز میں کھانے کا انتظام | جہاز کے اُس بڑے لمبے کمرے میں جہاں کھانا کھانے کے لیے میز لگی ہوئی ہے، یہ دستور ہے کہ جس قدر مسافر جہاز میں ہوتے ہیں اُن سب کی گنجائش کے لائق کرسیاں اور نہایت عمدہ بنچیں لگاتے ہیں اور مسافروں کی تعداد کے موافق چھری کانٹے چمچے اور خالی رکابیاں میز پر چن دیتے ہیں۔ اُس وقت مسافر اپنے اپنے نام کا ٹکٹ میز پر جہاں اُس کو کھانا منظور ہو رکھ دیتا ہے۔ پس وہ جگہ اُسی کی ہو گئی؛ جب تک کہ اُس جہاز میں سفر ہے ہمیشہ وہ جگہ اُس کے بیٹھنے کی ہے، کوئی دوسرا وہاں نہیں بیٹھتا یہاں تک کہ اگر کسی دن وہ شخص کھانے پر نہ آئے تو وہ جگہ خالی رہے گی، دوسرا کوئی وہاں نہیں بیٹھنے کا۔

جبکہ میز تیار ہوئی فی‌الفور ہم چاروں آدمی گئے۔ ایک عمدہ جگہ دیکھ کر ہم چاروں نے چار نشست برابر کی لے کر اپنے اپنے نام کے ٹکٹ رکھ دیے اور وہیں بیٹھا کیے۔

جہاز میں علی الصباح چائے اور توس کھانے کو ملتے ہیں، پھر آٹھ نو بجے حاضری کھاتے ہیں، پھر دوپہر کو ٹفن ہوتا ہے،

پھر چار بجے کھانا کھلایا جاتا ہے ، پھر رات کو چائے اور توس ملتے ہیں ؛ کھانے کے وقت ہر قسم کے میوے تر و خشک موجود ہوتے ہیں ۔ جس طرح انگریزوں میں دستور ہے اسی طرح کھانا کھایا جاتا ہے ؛ باورچی اور جانور ذبح یا صاف کرنے والا انگریز ہے ۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جو بڑے جانور ہیں اور جن میں خون زیادہ ہے جیسے بھیڑ بکری مینڈھا وغیرہ اس کو وہ ہمیشہ گردن کی شہ رگ میں آر پار چھری مار کر ذبح کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں بھی دم مسفوح ناجائز اور حرام ہے یا اس کے اخراج کا رواج ہے اور پرند جانوروں کی نسبت وہ یہ کہتے ہیں کہ اُن میں وہ خون جو چوپاؤں میں ہے اور جو دم مسفوح کہلاتا ہے ، نہیں ہے اور اُن کی مثال دریائی جانوروں کی سی ہے ؛ پس اُن کا ذبیحہ صرف اُن کا مار ڈالنا ہے ، اس لیے پرند جانوروں کو ذبح نہیں کرتے ، صرف گردن توڑ کر مار ڈالتے ہیں ۔ مگر چونکہ میرے نزدیک عیسائیوں کا اس طرح پر پرند جانوروں کو مارا ہوا جو اُن کے نزدیک اُن جانوروں کا اسی طرح پر ذبیحہ ہے جیسے کہ ہمارے نزدیک مچھلی اور ٹڈی کا ہے ، بموجب مسئلۂ شریعت حقہ محمدیہ کے مسلمانوں کو کھانا درست ہے ، اس لیے میں نے اور ہمارے ساتھیوں نے ان دونوں قسم کے گوشتوں کے کھانے میں کچھ تامّل نہیں کیا اور خوب مزے دار گوشت مٹن اور بیف اور مرغ و کبوتر کے کھائے ۔ الحمد للہ الذی جعل دیننا یسرا و لا عسرا و الصلوٰۃ و السلام علی صاحب الشریعۃ السھلۃ الھدی ۔

پہلی دفعہ جب ہم کھانے پر گئے تو ہمارے سامنے بھی برانڈی اور شیرے اور لال شراب پینے کے خالی گلاس بہ ترتیب لگائے ہوئے تھے ۔ جب ہم وہاں جا کر بیٹھے ہم نے اُن گلاسوں کو

جن کو شراب پینے کا سمجھا پرے ہٹا کر اور اوندھا کر کے رکھ دیا ۔ ایک قسم کی شراب ہے ، وہ ویسے ہی گلاس میں پی جاتی ہے جیسا کہ پانی پینے کا گلاس ہوتا ہے ؛ وہ گلاس پانی پینے کو ہم نے اپنے اپنے پاس رہنے دیا تھا ۔ (اسٹورڈ) یعنی خدمتگار جو یورپین تھا یہ سمجھا کہ یہ لوگ اسی قسم کی شراب پئیں گے جو اس گلاس میں پی جاتی ہے ، وہ فی الفور بوتل اسی قسم کی شراب کی لایا اور مجھ کو اس نے سب میں بڑا لمبی سفید ڈاڑھی والا دیکھ کر سب سے پہلے میرے گلاس میں ڈالی ۔ میں نے کہا ” نو نو نو“۔ اس نے اسی وقت ہاتھ روکا اور چند قسم کی شرابوں کے نام لینے لگا اس مطلب سے کہ وہ شراب لے آؤں ، فلاں قسم کی شراب لاؤں ۔ میں نے کہا ” نو نو ۔ اونلی کولڈ واٹر“۔ اس وقت وہ گلاس اٹھا لے گیا اور دوسرا صاف گلاس اور برف کا پانی جو خدا کی بنائی ہوئی زندگی بخش شراب ہے ہم سب کے آگے رکھ گیا ۔ اس کے بعد کبھی ہمارے سامنے شراب نہیں لایا اور سور کا گوشت شاید مانگنے پر دیا جاتا ہے کیونکہ کبھی کوئی ہمارے سامنے نہ لایا ۔

جہاز میں طبیعت کی حالت جہاز پر ہم بہت خوشی خوشی سوار ہوئے اور سمندر کی فضا اور پانی پر کی سیلی سیلی ہوا گرمی کے موسم میں نہایت اچھی اور خوشگوار معلوم ہوتی تھی ۔ شام کے وقت جب ہم کھانے پر گئے اور کچھ تھوڑا سا کھایا تھا کہ جہاز کی حرکت سے جو تھوڑا تھوڑا کروٹ کے بل ہلتا تھا ، سر کا بھیجا ہلتا ہوا معلوم ہوا ؛ جس کروٹ جہاز جھکتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سر میں اس طرف کوئی نہایت بوجھل اور بھاری چیز آ پڑی اور دوسری طرف سے سر خالی ہو گیا اور جب دوسری طرف جہاز کروٹ لیتا تھا تو اس وقت تمام بوجھ سر کا اس طرف جا پڑتا تھا

اور اُدھر سے سر خالی ہو جاتا تھا اور چونکہ یہ حرکت جہاز کی بہت جلد جلد ہوتی تھی اس لیے سر میں بھی یہ کیفیت بہت سریع پیدا ہوتی تھی - ہم گھبرا گئے اور کھانے پر سے اُٹھ کر جہاز کی چھت پر چلے گئے ، ذرا ٹہلے ، کسی قدر یہ کیفیت کم ہوئی - پھر سونے کا وقت ہوا ، سو رہے ، صبح کو اُٹھے - میں نے بخوبی نماز پڑھی اور کچھ تغیّر مزاج نہیں پایا - خداداد بیگ نے بھی کہا کہ مجھے تو کچھ نہیں معلوم ہوتا - محمود کچھ گم سم تھا اور لیٹا جاتا تھا - حامد کو زیادہ تغیّر تھا کہ اس کا سر بھاری تھا اور جی متلاتا تھا اور منہ میں پانی بھر آتا تھا - دوپہر کے قریب میری طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور سر میں ایسی حرکت تھی کہ مطلق اُٹھا اور کھڑا ہوا نہیں جاتا تھا - محمود کی اگرچہ یہ کیفیت نہ تھی مگر دن رات بچھونے پر پڑا رہتا تھا - حامد کا سب سے زیادہ برا حال ہوا ؛ اُس سے اندر آیا نہیں جاتا تھا ، چار دن رات وہ جہاز کی چھت پر پڑا رہا اور مطلق کچھ نہیں کھایا ، کھانے کے نام سے اور اُس کی بو سے نفرت ہوتی تھی اور ابکائی آتی تھی - بہر حال ڈیڑھ دن اور ایک رات میری طبیعت پر تغیّر رہا پھر میں اچھا ہو گیا - اب تک خداداد بیگ ہم سب میں ٹانٹے اور خوش ہیں - اگرچہ ان کو بھی کسی قدر تغیر ہوا - چھجو بھی اور سب کی نسبت اچھا ہے ، شاید وہ قے کر آیا تھا -

جہاز کے ایک افسر نے محمود کا یہ حال دیکھ کر کہا کہ میں ڈاکٹر کے پاس سے ابھی دوا لاتا ہوں اور خود جا کر گلاس میں دوا بنوا کر اپنے ہاتھ میں لایا اور یہ بھی کہا کہ اس میں تھوڑی سی (اسپرٹ) ہے ؛ وہ شراب نہیں ہے ، اُس کو کوئی پیتا

نہیں ہے ، دوا میں کام آتی ہے ۔ محمود نے اُن کا بہت شکر کیا اور کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو تکلیف ہوئی مگر میں اسپرٹ ہونے کے سبب نہیں پی سکتا ۔ اول تو اس بے چارے نے بہت سمجھایا ؛ جب محمود نے نہ مانا تو اُس نے کہا کہ میں پھر جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایسی دوا دو جس میں کسی قسم کی اسپرٹ نہ ہو ۔ چنانچہ وہ بے چارہ مہربان بغیر اسپرٹ کے دوا بنوا کر لایا ، محمود کو پلائی اور در حقیقت اُس نے بہت فائدہ کیا ۔

جہاز میں عیسائیوں کی نماز | جہاز میں بھی اتوار کے دن اسی طرح نماز ہوتی ہے جیسے خشکی میں ۔ دستور ہے کہ اگر کوئی پادری جہاز میں نہ ہو تو جہاز کا کپتان نماز پڑھاتا ہے ۔ ہمارے جہاز میں ریورنڈ اے ٹیلر کامتی کے چیپلن جو میجر ڈاڈ ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن ناگپور کے بہت دوست ہیں، جہاز میں موجود ہیں ؛ اس سبب سے اُنھوں نے نماز پڑھائی ۔ جہاز کی چھت پر سب انگریز جمع ہو گئے اور کرسیوں اور بنچوں پر بیٹھ گئے اور موافق اپنے دستور و مذہب کے نماز ادا کی ۔

میں بھی اسی مقام کے قریب جہاں نماز ہوتی تھی خاموش مؤدب کھڑا تھا اور کبھی ٹہلنے لگتا تھا ؛ کیونکہ خدا کا نام ہر طرح ادب کے لائق ہے اور نماز کے ادا کرنے کو دیکھ رہا تھا اور خدا کی بے نیازی کی شان پر خیال کرتا تھا کہ عجب بے نیاز اور مستغنی ہے کہ اگر کوئی بت کے سامنے ڈنڈوت کرے تو اس کو کچھ پرواہ نہیں اور اگر کوئی ٹوپی اتار کر اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو کچھ پروا نہیں اور اگر کوئی جبہ اور عمامہ پہن کر اور تسبیح گلے میں ڈال کر کھڑا ہو کر ہاتھ باندھ کر ناک رگڑے تو بھی کچھ پروا نہیں اور اگر کوئی برا کہے ، گالی

دے ، شرک کرے تو بھی کچھ پروا نہیں ۔ بلا شبہ صفت استغنا آسی پر ختم ہے ؂

ز عشقِ نا تمام ما جمال یار مستغنی است
بہ آب و رنگ خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

میں اسی خیال میں تھا کہ نماز ختم ہو گئی ۔ نمازیوں میں سے ایک ہمارے دانا دل داد صفت دوست نے پوچھا کہ تم نماز میں کیوں شریک نہیں ہوئے ۔ میں نے کہا کہ میں کیا شریک ہوتا ۔ کہا ”کیوں ؟ خدا تو ایک ہی ہے“[1] ۔ میں نے کہا کہ یہی تو وہاں نہ تھا ۔ سن کر چپ ہو گئے ۔

جہاز میں ایک حسرت ناک موت | یہ ایک غمگین واقعہ ہمارے جہاز میں ہوا ۔ (کپتان ولچ) ایک اور جہاز کے کپتان تھے جو بمبئی کے کنارے پر کھڑا تھا ، وہ بشدت بیمار ہو گئے تھے ۔ ان کے دوستوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح ولایت پہنچایا جائے ، اس لیے انہیں اس جہاز پر لائے ۔ وہ بیہوش تھے اور رات بھر جینے کی بھی کچھ توقع نہ تھی ؛ چنانچہ گیارھویں تاریخ رات کے وقت وہ مر گئے ۔ ان کو دوپہر کے بعد آن کا جنازہ ایک تختہ پر بنا کر لائے اور آن پر جہاز کا نشان یعنی پھریرا ڈال دیا تھا اور شاید دونوں پاؤں میں لوہے کے دو گولے باندھ دیے تھے ۔ آس تختے کو جہاز کے کنارے پر رکھا اور پادری صاحب نے جو جہاز میں تھے نماز پڑھی اور تختے کو کھڑا کیا اور وہ لاش پاؤں کے بل سمندر میں کود پڑی اور سب کی نگاہوں سے غائب ہوگئی ۔ میرے دل پر اس بے کسی کی موت کا اور اس طرح پر جنازہ بنا کر لانے

---

۱ ۔ اس فقرہ سے ان کا مطلب تھا کہ تمام انسانوں کا ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے ۔ (سید احمد)

کا اور سمندر میں ڈال دینے کا ایک عجیب اثر پیدا ہوا اور فی الفور یہ شعر میرے دل میں گذرا ۔

چو آهنگ رفتن کند جان پاک
چه برتخت مردن چه برروئے خاک

جب آدمی مر گیا تو پھر جو چاہو سو کرو ؛ آگ میں جلاؤ ، پانی میں ڈالو ، خاک میں دباؤ ، جو ہونا تھا وہ ہوچکا اور جو ہونا ہے وہ ہوگا ۔

جہازوں کی ایک دوسرے سے بات چیت | ہم کو بمبئی سے عدن پہنچنے تک کئی ایک بغلے اور بادبانی جہاز اور اسٹیمر بمبئی کو جاتے ہوئے ملے مگر ایک ایک میل دو دو میل کے فاصلے پر تھے ؛ صرف دو بادبانی جہاز جن کا ذکر آگے آتا ہے بہت قریب ہمارے جہاز کے ملے تھے ۔ جب کوئی جہاز دن کو دکھلائی دیتا ہے تو فی الفور پھریرا نشان کا بلند کیا جاتا ہے اور چونکہ ہر ایک قوم کے جہازوں کے پھریرے علحدہ علحدہ رنگ کے ہیں اس لیے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا جہاز ہے ۔

رات کے وقت ایک دخانی جہاز ملا ، کپتان نے فی الفور دو مہتابیاں جن میں ایک قسم کی آتشبازی تھی منگائی ۔ غالباً میری یاد اور میرا خیال صحیح ہے کہ اول مہتابی میں سرخی مائل روشنی نکلی ، تھوڑی دیر بعد چھچھوندر کی طرح اُس میں سے کچھ چھوٹا اور پٹاخے کی سی آواز ہوئی اور پھر سفید رنگ کی مہتابی چھوٹی ؛ اُس کے بعد دوسری مہتابی کو جلایا تو اُس میں نیلے رنگ کی مہتابی چند منٹ تک چھوٹتی رہی ۔

جہازوں کی آپس میں بات چیت کا طریق | واقع میں یہ بات نہایت

عجیب اور دلکش ہے کہ ایک جہاز دوسرے جہاز سے باوجود میلوں کے فاصلے کے بات چیت کرتا ہے -

یورپ کے جہاز رانوں نے چار رنگ ، نیلا ، سفید ، زرد اور سرخ اختیار کیے ہیں اور پھریرے بنائے ہیں؛ بعضے نرے سفید ، بعضے نرے سرخ ، بعضے نرے زرد ، بعضے نرے نیلے اور پھر اُن رنگوں کو ترکیب دی ہے : بعضوں میں دو رنگ ہیں ، بعضوں میں تین اور بعضوں میں چار اور پھر اُن کی شکلوں میں بھی اختلاف کیا ہے؛ بعضوں میں چار رنگ کے چار مربعے لگائے ہیں ، بعضوں میں چار معیّن شکل کے ٹکڑے ، بعضوں میں مستطیل ، بعضوں میں جیبی دار، اُن پھریروں کو مختلف ترتیب سے لٹکانے سے عبارت بن جاتی ہے ، دوسرا جہاز والا دوربین سے دیکھ کر عبارت سمجھ لیتا ہے اور اُس کا جواب اُسی طرح دے دیتا ہے -

بارھویں اپریل کو ہمیں دو جہاز بادبانی ملے؛ شاید کوئلہ اور کچھ مال تجارت کا لیے جاتے تھے ، انگریزی جہاز تھے - اُن سے ایک جہاز والے نے پھریرے لٹکائے ، ہمارے جہاز کے کپتان نے دیکھا اور سوال سمجھ لیا اور فلاں فلاں نمبر کے پھریرے لٹکانے کا حکم دیا ، وہ لٹکائے گئے اور اُس کو جواب مل گیا - بعد اُس کے میں نے دریافت کیا کہ کیا جواب سوال ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ بادبانی جہاز نے پوچھا تھا کہ جہاں ہم ہیں اُس کا عرض بلد اور طول بلد کیا ہے - ہمارے جہاز نے جواب دیا کہ عرض بلد ہے سترہ درجے بیس دقیقے اور طول بلد ہے پینسٹھ درجے پانچ دقیقے - سبحانہ و تعالیٰ شانہ -

جہاز میں طول بلد و عرض بلد معلوم کرنے کا طریق

جہاز میں ٹھیک راستہ چلنے کے لیے متعدد قطب نما لگے

ہوئے ہوتے ہیں - ایک جگہ کپتان یا اور افسر اور دوسری جگہ کوارٹر ماسٹر دن رات برابر کھڑے رہتے ہیں اور ہر دم قطب نما کے درجے دیکھتے رہتے ہیں - اگر ذرا بھی جہاز کا رخ پھرا اور قطب نما سے معلوم ہوا ، اسی وقت کپتان نے سکّان جہاز کو پھروایا اور پھر صحیح سمت پر پھیر لیا ؛ مگر اس بات کے دریافت کرنے کو کہ ہم ٹھیک صحیح راستے پر چلے جاتے ہیں اور اب کہاں ہیں ہر روز دوپہر کے وقت عرض و طول مقام جہاز جس کو باصطلاح علم ہیئت عرض بلد اورطول بلد کہتے ہیں ، نکالتے ہیں - اسکے لیے ایک نہایت مختصر آلہ ربع دائرہ کے طور پر بنا ہوا ہے جس کو سکسنٹ کہتے ہیں ؛ اس میں ایک چھوٹی دوربین ہے اور چند شیشے اور ایک متحرّک پرزہ بطور شاقول کے - دوپہر کے قریب سے غایت ارتفاع شمس دیکھتے رہتے ہیں ، دوربین سے افق دیکھتے ہیں اور شیشوں میں آفتاب کی شعاع پڑتی ہے اور متحرّک پرزوں سے درجۂ ارتفاع معلوم ہوتے ہیں - اسی طرح دیکھتے رہتے ہیں اور ہر دفعہ ارتفاع کو لکھتے جاتے ہیں - جب دیکھا کہ ارتفاع اب بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے تو غایت ارتفاع معلوم ہوا - اسی وقت دوپہر کے بجنے کا حکم دیا اور ایک جدول بنی ہوئی ہے ، اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر غایت ارتفاع آفتاب فلاں تاریخ میں اس قدر ہو تو اس مقام کا عرض بلد اور طول بلد اس قدر ہوگا ؛ اس جدول کو دیکھ کر طول و عرض مقام جہاز دریافت کر لیتے ہیں -

ہمارے ہاں بھی ہر مقام کا طول بلد و عرض بلد نکالنے کے لیے آلات اور قاعدے معیّن ہیں ؛ اصطرلاب اور ربع مجیب سے نکال سکتے ہیں مگر جیسا صحیح اور نہایت آسانی سے انگریزی آلے سے

نکلتا ہے ویسا اُس سے نہیں نکلتا۔

رفتار جہاز معلوم کرنے کا طریق | اس بات کے دریافت کرنے کا کہ دن رات میں یعنی دوپہر سے دوپہر تک جہاز کتنا چلا اور فی گھنٹہ کے میل چلتا ہے، نہایت عجیب اور آسان قاعدہ ہے اور وہی مَثَل ہے کہ ' تل کی اوجھل پہاڑ' : ایک رسّی ہے جس کے سرے میں ایک کاٹھ کا ٹکڑا بقدر ربع دائرہ کے، تین رسّیوں میں چھینکے کی طرح لٹکتا ہے، دو رسّیاں تو مضبوط بنی ہوئی ہیں اور ایک رسّی اس طرح پر اٹکائی ہے کہ اگر برابر زور دیے رہو تو اٹکی رہے اور اگر جھٹکا مارو تو اس کا سرا نکل جاوے۔

اس کے سوا ایک ریت کی گھڑی ہے جو ایک منٹ میں خالی ہو جاتی ہے۔ ایک شخص اُس گھڑی کو لے کر کھڑا ہوتا ہے اور ایک شخص وہ کاٹھ کا چھینکا جہاز کے پیچھے کھڑے ہو کر ڈالتا ہے۔ جہاز چلا جاتا ہے اور وہ شخص رسی چھوڑے جاتا ہے؛ جہاں ایک منٹ پورا ہوا اور رسّی کو روکا اور جھٹکا مارا، چھینکا کھل گیا اور رسی کو ناپ کر یا اُس کی گرھوں کو شمار کرکے دیکھا کہ ایک منٹ میں کس قدر جہاز چلا۔ اُس کا حساب کرکے گھنٹوں میں اور دن رات میں رفتار کا حساب کر لیا۔ یہ عمل دن رات میں متعدّد دفعہ کرتے رہتے ہیں تاکہ رفتار کی تیزی اور کمّی کا حال معلوم ہوتا رہے اور شاید ہر دفعہ کے عمل کا اوسط نکال کر دن رات کی رفتار کا حساب کرتے ہیں۔

جہاز میں گھنٹہ بجانے کا طریق | جہاز میں اس طرح پر گھنٹے نہیں بجتے جیسے کہ ہمارے ملک میں ایک سے بارہ تک بجتے ہیں بلکہ جہاز میں یہ دستور ہے کہ دن رات کے چھ حصے حسبِ تفصیل

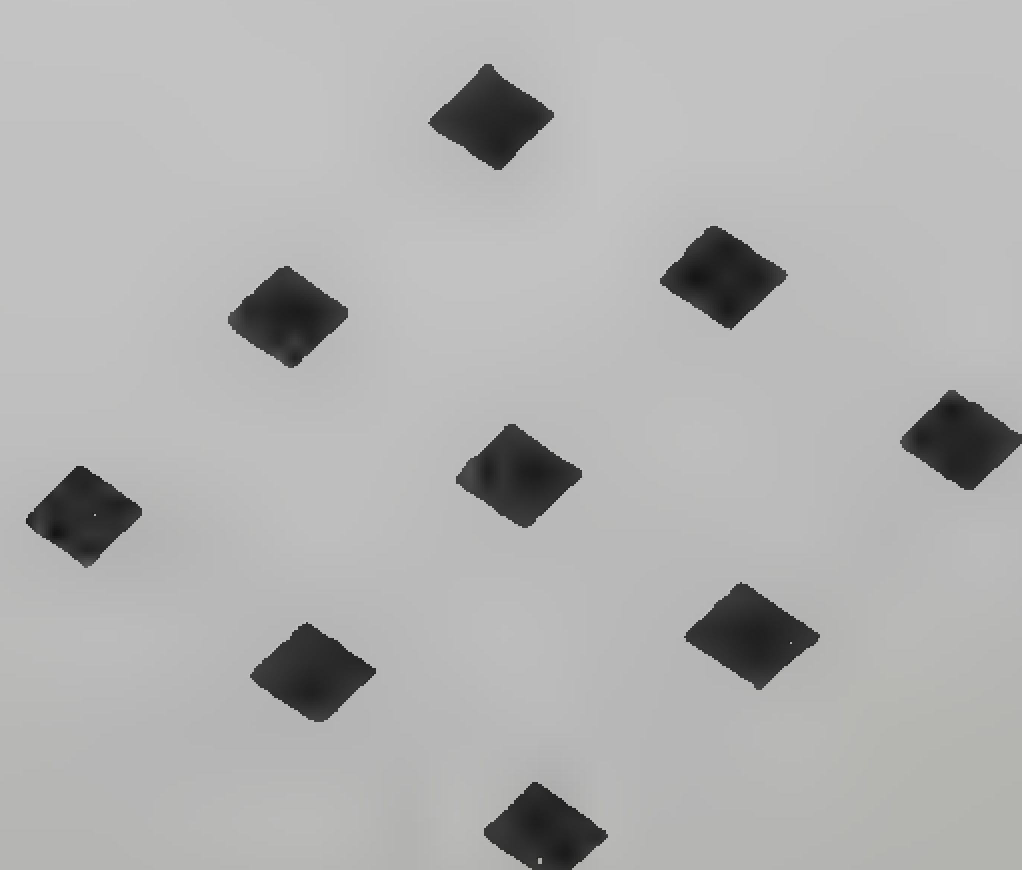
ذیل کرتے ہیں :-

۱- دوپہر دن سے چار بجے تک
۲- آٹھ بجے رات تک
۳- بارہ بجے رات تک
۴- چار بجے رات تک
۵- آٹھ بجے صبح تک
۶- دوپہر دن تک

اور گھنٹہ اور آدھا گھنٹہ بجاتے ہیں اور اس کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ ایک گھنٹے کی دو چوٹ متّصل لگاتے ہیں اور آدھ گھنٹے کے لیے صرف ایک چوٹ مثلاً ایک بجانے کے لیے دو چوٹ متّصل لگا دیں گے اور ڈھائی گھنٹہ بجانے کو دو چوٹ متّصل ، پھر دو چوٹ متّصل ، پھر ایک چوٹ ۔ اس حساب سے چار بجے بھی آٹھ بجتے ہیں اور آٹھ بجے بھی آٹھ بجتے ہیں اور بارہ بجے بھی آٹھ بجتے ہیں ۔

جہاز کے کھیل | عدن تک جو لوگ ہمارے ساتھ جہاز میں تھے وہ صرف دو کھیل علاوہ شطرنج و گنجفہ و نرد کے جہاز میں کھیلتے تھے ۔

ایک اسکٹل ۔ یہ کھیل اس طرح پر کھیلتے ہیں کہ نو موگریاں نیچے سے پتلی اور اوپر سے موٹی اس طرح پر کھڑی کرتے ہیں



اور ایک بھاری گیند توپ کے گولے کے برابر ہوتی ہے ، اس کو

فاصلۂ معیّن سے دوڑ کر زور سے لڑھکا کر اُن موگریوں پر مارتے ہیں تاکہ وہ گر پڑیں اور ہر شخص تین دفعہ وہ گیند لڑھکاتا ہے اور جس قدر موگریاں گرتی ہیں، اُن کی تعداد لکھتے جاتے ہیں؛ جس نے سب سے زیادہ موگریاں گرائیں وہی مِیری ہے۔

دوسرا کھیل کرائیٹس کھیلا گیا۔ یہ کھیل میمیں کھیلتی تھیں۔ دو خالی بالٹیاں پانی کی ایک فاصلے پر رکھی جاتی ہیں اور سن کی خوبصورت اینڈویاں بنی ہوئی ہوتی ہیں، ہر ایک میم تین تین اینڈوباں ہاتھ میں لے لیتی ہے، چند میمیں ایک بالٹی کے پاس کھڑی ہوگئیں اور چند دوسری بالٹی کے پاس اور ایک نے دوسری کی بالٹی میں اینڈوی پھینکنی شروع کی؛ جس کی اینڈویاں بالٹی کے اندر پڑیں وہی مِیری ہے۔ یہ کھیل اس لیے ہیں کہ جہاز میں کچھ ریاضت کرنی چاہیے، سست پڑا رہنا نہ چاہیے۔

سمندر کے جانور | عدن تک ہم کو کوئی عجیب جانور سمندر میں نہیں دکھائی دیا، صرف تین جانور ہم نے دیکھے۔

اوّل "فاسفورس"۔ جب جہاز چلتا ہے، اُس کے چلنے کی لہر میں ہزاروں جانور جھاڑی بوٹی کے بیر کے برابر، پٹ بیجنے کی طرح چمکتے ہوئے اور پانی میں تیرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سمندر کے پانی میں نہایت باریک جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتے، یہ کیڑے ہیں اور پانی کی حرکت سے پٹ بیجنے کی طرح چمکتے ہیں اور چمک کے سبب اتنے بڑے دکھائی دیتے ہیں۔ رات کو اگر سمندر کا پانی اچھالیں یا اندھیرے میں لا کر ہلاویں تب بھی یہ جانور چمکتے ہیں۔

دوم "جلفش" جس کو خلاصی جھننا کہتے ہیں۔ یہ ایک

قسم کی مچھلی ہے ، نصف سیپی کی طرح اس کا چھلکا ہے اور گویا وہ آدھی سیپی چت تیرتی ہے اور اس کے بیچ میں گلابی رنگ کی ایک چیز معلوم ہوتی ہے اور پانی میں کنول کے پھول کی طرح تیرتی پھرتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ وہ جو گلابی رنگ کی چیز ہے وہ صرف ایک لمبا تانتوا ہے اور کچھ نہیں اور اسی سبب سے کھانے کے لائق نہیں ہے ۔ مجھ کو یہ مچھلیاں روپے کی برابر اور ہتھیلی کے گڑھے کی برابر دکھائی دیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ نو انچ قطر تک کی ہوتی ہیں ۔

سوم " پرند مچھلی "۔ یہ مچھلی عجیب کیفیت دکھاتی ہے ، غول کے غول اور متفرق بھی پانی میں سے اڑ جاتی ہے اور بیس تیس قدم تک اڑتی ہوئی چلی جاتی ہے اور پھر سمندر میں ڈوب جاتی ہے ۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جہاز کی چھت پر اور کبھی کھڑکی کی راہ سے کمرے کے اندر آن پڑتی ہے ؛ چنانچہ ایک مچھلی میجر فریزرصاحب کے کمرے میں آن پڑی ، بالشت برابرلمبی اور انگوٹھے برابر موٹی تھی ۔ مثل مچھلی کے پروں کے دو پر اس کے ہوتے ہیں ، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ مثل پرند جانوروں کے ان سے اڑا جاوے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت ان مچھلیوں کی اڑان نہیں ہے بلکہ زقند ہے ۔ کوئی بڑی مچھلی ان کو کھانے کو دوڑتی ہے اور وہ بھاگتی ہیں ؛ جب زیادہ دباؤ پڑتا ہے تو زور سے زقند مار کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا پڑتی ہیں اور اس کود میں ان کے پر چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان پروں سے اڑ رہی ہیں ۔

سمندر کا دلکش نظارہ | جب ہم بمبئی سے چلے تو تھوڑی دیر میں ہماری آنکھ سے زمین غائب ہو گئی اور بجز پانی کے اور کچھ

نظر نہیں آتا تھا ؛ چاروں طرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی کا کنارہ آسمان سے ملا ہوا اور آسمان مثل سر پوش کے پانی کے اوپر ڈھکا ہوا ہے -

سر زمین عرب کا دکھائی دینا | چھ دن اور چھ رات اسی طرح پانی پانی میں چلے گئے تب ۱۶ اپریل روز جمعہ کو علی الصّباح بعد نماز فجر زمین مقدّس عرب دکھائی دی - ہم کو اسے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور میرے دل میں خیال گذرا کہ سبحان اللہ اسی وادی غیرذی زرع میں سے خدا تعالیٰ نے ایسا نبی اولوالعزم ، آخرالزمان ، ختم پیغمبرانؐ پیدا کیا - میں اسی خیال میں تھا کہ ہمارے محسن و شفیق میجر ڈاڈ صاحب نے مجھ سے آن کر کہا کہ پیغمبرؐ کی زمین دیکھی - میں نے کہا '' ہاں دیکھی ، یہی ہے جو ' عریبی دی بلیسڈ ' یعنی رحمت کیا گیا عرب کہلاتا ہے ''- اسی تاریخ کو عدن کے قریب کے پہاڑ دکھائی دیے اور جہاں سے پہاڑ شروع ہوئے ہیں وہاں ایک مینار روشنی کا جہازوں کو بتانے کے لیے بنا ہوا ہے -

عدن پہنچنا | قریب صبح کے ہم کو پہاڑ شمشم دکھائی دیا جو خاص عدن کا پہاڑ ہے اور تھوڑا دن نکلا تھا کہ ہم عدن میں جا پہنچے اورجہازنے کنارے عدن کے بہت قریب لنگر ڈالا - عدن میں بھی ایک مینار روشنی کا ہے اور کنارے پر کے پہاڑ اور مکانات اور فصیل و برج قلعے کے نہایت خوشنما ہیں ، خوب سیر جہاز میں سے دکھائی دیتی ہے -

تمام راستہ امن سے گذرا | تمام راہ نہایت امن سے گذری ؛ سمندر نہایت چپ چاپ سیدھا تھا ، کہیں سمندر میں شورش نہیں ہوئی

اور نہ موجیں اٹھیں اور نہ کسی طرح کی گھبراہٹ نے ہم کو گھبرایا ، سمندر ایسا رہا کہ گویا ایک بڑی جھیل ہے ، الحمد للہ علیٰ ذالک ۔ اب دیکھیے کہ جناب بحراحمر کیا کیفیت دکھلاتے ہیں ۔

کیفیت شہر عدن

جب جہاز لنگر کر چکا تو ہم چاروں شخصوں نے ایک چھوٹی سی کشتی کرایہ کی اور ہم چاروں معہ چھجّو کے اس پر سوار ہو کر کنارے پر پہنچے ۔ وہاں دو گھوڑوں کی اور ایک گھوڑے کی بگھّیاں اور فٹن اور سواری کے گھوڑے اور گدھے اور خچّر کرایے کے موجود رہتے ہیں ۔ کنارے پر ایک ہوٹل ہے جس کے مالک پارسی ہیں اور اسی کے پاس سوداگروں کی دوکانیں ہیں اور چھاؤنی اور قلعہ وہاں سے دو ڈھائی میل ہے ۔ ہم نے فٹن اور بگّھی کرایہ کی اور قلعہ و چھاؤنی کو دیکھنے گئے ۔

عدن کے قدیم حوض | سب سے عمدہ اور عجیب اور نہایت قدیم چیز جس کی تعمیر کی تاریخ اب تک معلوم نہیں ہے عدن کے حوض ہیں جن کو یہاں کے لوگ ”ٹانکہ“ کہتے ہیں ۔ سب سے اوّل ہم انھیں کے دیکھنے کو گئے ۔ ہم نے دیکھا کہ دامن کوہ میں چھوٹے اور بڑے نو دس حوض ہیں جو پہاڑ میں کھودے گئے ہیں اور درجہ بدرجہ ہیں یعنی ایک حوض سب سے بلند جگہ پر ہے ، دوسرا اس سے نیچی جگہ میں ، تیسرا اس سے نیچی جگہ میں اور علیٰ ھذا القیاس اور وہ حوض عمیق بھی بہت ہیں ؛ جب مینہ برستا ہے تو پہاڑ کے پانی سے اوّل پہلا حوض بھرتا ہے ، پھر اس کا پانی اُبل کر دوسرے میں آتا ہے اور دوسرے کا تیسرے میں ، علیٰ ھذا القیاس ،

یہاں تک کہ سب حوض بھر جاتے ہیں ۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ حوض اس انداز سے اور پہاڑ کے پانی کے بہاؤ کے ایسے موقع پر بنائے گئے ہیں کہ اگر گھنٹہ دو گھنٹہ بھی پانی برسے تو سب حوض پانی سے پُر ہو جاتے ہیں ۔

عدن سمندر کے کنارے پر ہے جس کا پانی نہایت کھاری ہے اور تمام شہر و چھاؤنی اور پہاڑ میں جہاں کہیں کنواں کھودا جاتا ہے اُس کا پانی بھی کھاری نکلتا ہے ؛ اس لیے عرب کے بادشاہوں میں سے جو قبل اسلام ہوئے ہیں کسی بادشاہ نے مینہ کا پانی جمع کرنے کے لیے یہ حوض بنائے ہیں ؛ چنانچہ اب بھی انھیں حوضوں کا پانی پینے میں آتا ہے ۔ یہاں کے عوام الناس کہتے ہیں کہ شدّاد کے یہ حوض بنائے ہوئے ہیں ۔

سرکار انگریزی نے اب ان حوضوں کی نہایت عمدہ مرمّت کی ہے اور ہر ایک کے گرد لوہے کا کٹہرہ لگایا ہے اور ہر ایک کے گرد پھرنے کو پختہ بہت عمدہ روشیں بنائی ہیں اور کہیں کہیں پتلے پتلے خوبصورت پل بنائے ہیں اور حوضوں کے درمیان میں جو فاصلہ ہے وہاں زمین ہموار کرکے خوبصورت کیاریاں بنا کر ایسے درخت جو اُس شہر میں اور ایسے گرم پہاڑ پر ہو سکتے ہیں ، لگائے ہیں اور موقع موقع پر بیٹھنے اور سیر کرنے کے لیے مثل باغوں کے بنچیں وغیرہ ڈال رکھی ہیں اور اس جہنّم کے ٹکڑے میں بہشت کا کونہ آباد کر رکھا ہے ۔

عدن میں گرمی کی شدّت | عدن میں گرمی اس شدّت سے ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے ؛ کوئی ہرا درخت یا ہری گھاس کہیں دکھائی نہیں دیتی ، باسی پانی ایسا ہوتا ہے جیسے سمرا ہوا گرم

پانی اور اس پر مصیبت یہ ھے کہ برف نام کو بھی میسر نہیں ۔

پانی کی گرانی یہاں پانی پینے کا نہایت گراں قیمت کو بکتا ھے ؛ تین پیسے کو ایک صراحی پانی کی آتی ھے جس میں تین گلاس کے قریب پانی ھوتا ھے ۔

ایک جدید حوض متصّل انھیں حوضوں کے کسی پارسی اور عرب نے مل کر ایک بڑا حوض کھودا ھے اور جب وہ سب قدیم حوض بھر جاتے ھیں تب اُس میں پانی آتا ھے مگر یہ حوض بہت عمیق ھے ۔ اس وقت بھی پانی خوب موجود تھا ۔ مویشی کو اسی حوض سے پانی پلایا جاتا ھے ، شاید ایک گھوڑے کی پلائی دو آنے ھیں ۔ سنا ھے کہ سات برس تک اس حوض کی آمدنی وہ لوگ لیں گے جنھوں نے بنایا ھے اور اُس کے بعد اس حوض کی اور اس کی آمدنی کی گورنمنٹ مالک ھوگی ۔

بازار کی سیر اُن سب حوضوں کی سیر کرکے ھم بازار میں آئے اور خوب سیر کی ۔ جہاں ترکاری بکتی ھے وھاں دو دوکانیں بھُٹّے والوں کی تھیں جو کوئلوں پر بھُٹّے بھون کر بیچتے تھے ۔ ھم کو اپنا ھندوستان یاد آیا اور چار بھنے ھوئے بھُٹّے ھم نے خریدے ؛ پھر بازار میں آئے اور مختلف نان پزوں کی دوکان سے روٹی خریدی اور ایک دوکان سے سالن خریدا ۔ ایک نان بائی پراٹھے پکاتا تھا ؛ اُس سے پراٹھے پکوائے جیسے کہ ھمارے ھاں قطب صاحب[1] میں پراٹھے پکتے ھیں ، بعینہٖ اُسی قطع کے اُس نے پراٹھے پکائے ۔ قھوہ والے کی

۱۔ دھلی کے قریب قصبہ مہرولی سے مراد ھے جہاں ایک ماذنہ بناھوا ھے جوحضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نام پر قطب صاحب کی لاٹ کہلاتا ھے ۔ دھلی کا قدیم شہر اسی جگہ آباد تھا ۔ (اسماعیل)

دوکان پر جا کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کا قہوہ پینا دیکھا۔ غرضیکہ خوب سیر کرکے ایک مسجد میں آئے اور جو کچھ خریدا تھا اس میں سے کچھ کھایا کچھ بانٹا۔

عدن کی قومیں | یہاں متعدد قومیں موجود ھیں مگر عرب اور مصری اکثر ھیں اور سب سے زیادہ جو قوم ہے وہ سمالی قوم ہے۔ ھر چند میں نے تحقیق کیا مگر مجھے نہ معلوم ھوا کہ سمالی کیا قوم ہے؛ عربی بولتے ھیں مگر ایسی خراب کہ سوائے دو چار لفظوں کے اور کچھ ھماری تو سمجھ میں آتا نہیں اور ھماری عربی بھی وہ بخوبی نہیں سمجھتے، لہجے کا اس قدر فرق ہے کہ الفاظ ایک دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتے۔

عدن میں اردو | واہ ری ھماری قسمت کہ یہاں کے بازار کے لوگ اور سمالی قوم بھی کسی قدر اردو بولتے ھیں اور سمجھتے ھیں؛ کوئی ضروری کام بند نہیں رہ سکتا، سب اردو میں انجام ھو سکتا ہے۔ الحمد للہ کہ عدن تک تو اردو زبان کی شہنشاھی قائم ہے۔

سمالی قوم کے لوگ جیسی اردو جانتے ھیں ویسی ھی انگریزی اور فرانسیسی زبان بھی جانتے ھیں؛ ان دونوں زبانوں میں سب ضروری باتیں کرتے ھیں اور سمجھتے ھیں بلکہ انگریزی زبان فرانسیسی زبان کی نسبت زیادہ جانتے ھیں۔

عدن کی مسجدیں | چند مسجدیں یہاں ھیں جن میں سے مسجد ادریس بڑی اور مسجد جامع بطور درگاہ کے ہے۔

عدن کے مندر | جب ھم اس مسجد میں سے جس میں بیٹھے تھے باھر آئے تو ھم نے ایک ھندو کو دیکھا، اس کے پاس جا بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ وہ مارواڑی ہے ، بمبئی سے عدن میں آیا ہے اور عدن میں مہاجنی کی دوکان کی ہے ، مدت سے رہتا ہے اور ہمیشہ جہاز پر آتا جاتا ہے ۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ عدن میں تین دیول یعنی مندر ہندوؤں کے ہیں ؛ مہادیو کا اور ہنومان کا اور ایک اور کسی کا بتایا کہ میں اس کا نام بھول گیا اور یہ مندر ہندوؤں کے چندے سے بنے ہیں جو عدن میں آتے جاتے ہیں ۔ مجھے اس بات کے دریافت ہونے سے کہ عدن تک ہندو آتے جاتے ہیں اور جہاز میں بیٹھنے سے ان کی ذات و مذہب میں کچھ فرق نہیں آتا ، نہایت خوشی ہوئی ۔ خدا ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی یہ دن نصیب کرے !

عدن کی دوکانیں | یہاں تمام لوگ اور دوکاندار نہایت کثیف اور میلے کچیلے ہیں اور سالی تو بالکل وحشی جنگلی معلوم ہوتے ہیں ۔ نان بائیوں کی اور قہوہ والوں کی دوکانیں ایسی میلی اور خراب بدبو دار ہیں کہ پاؤں رکھنے کو دل نہیں چاہتا ؛ حقیقت میں صفائی اور اجلا پن یورپ کی اور خصوصاً انگریزوں کی قوم پر ختم ہے گو کہ بعض عادتیں اعتراض کے لائق بھی ہیں ۔

عدن کی چھاؤنی | عدن چھاؤنی اگرچہ چھوٹی ہے ، تین سو چار سو سپاہی ہندوستانی اور گورے رہتے ہیں ، الّا توپ خانے کا سامان بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے ۔ چھاؤنی قلعے کے اندر ہے اور خوبصورت طور پر بنائی ہوئی ہے اور بازار جو کچھ کہ عدن میں ہے سب چھاؤنی کے قریب ہے ۔

عدن کا قلعہ | قلعہ جو کہلاتا ہے وہ حقیقت میں پہاڑ ہے ؛ چاروں طرف سے بلند پہاڑ ہے اور اس کے حلقے کے اندر جو جگہ ہے

وہاں چھاؤنی اور بازار وغیرہ ہیں ۔ قلعے کے اندر جانے کا راستہ سرکار انگریزی نے ایک پہاڑ کو کاٹ کر بطور گھاٹی کے بنایا ہے اور نہایت پیچدار ہے ؛ دس مستعد سپاہی ایک لشکر کو اس میں جانے سے روک سکتے ہیں ۔ قلعہ بسبب محیط ہونے پہاڑ کے ایسا بلند ہے اور قدرتی ایسا استحکام رکھتا ہے کہ حملہ کرنے والے کا اس پر غالب اور فتح یاب ہونا نہایت مشکل اور قریب غیر ممکن کے معلوم ہوتا ہے ۔ اس پر سرکار انگریزی نے جا بجا پہاڑوں کی چوٹی پر اُن کی کمر میں موقع بموقع پر پختہ برج بنائے ہیں اور مورچہ بندی کی ہے اور ہر جگہ توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور نہایت عمدہ اور مستحکم جنگی قلعہ بنا رکھا ہے ۔

عدن کی فوجی اهمیت | یہ قلعہ دیکھ کر انگریزی گورنمنٹ کی قوت اور شان و شوکت کا بلاشبہ ایک اثر دل میں ہوتا ہے اور اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ عدن ہندوستان کی حفاظت کا پہلا ناکہ ہے اور بحراحمر کی کنجی ہے ۔ ہندوستان میں اگر کچھ فساد ہو تو چھ روز میں یہاں سے ہر قسم کے سامان حرب کی مدد ہندوستان میں پہنچ سکتی ہے اور اگر والیٔ مصر سے کچھ بگاڑ ہو یا فرانسیسی مصر پر کچھ فساد کریں تو فی الفور عدن سے وہاں حملہ ہو سکتا ہے اور سامان حرب کی رسد اور کمک پچاس ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ فوج بغیر کھٹکے پہنچ سکتی ہے ۔ بحر احمر کی کنجی میں نے اس لیے کہی کہ جس قدر فوج اور توپ خانہ اس وقت عدن میں موجود ہے اگر وہ چاہے تو ایک پرندہ کو بھی بحر احمر سے نکلنے نہ دے ۔ اس موقع کے مورچے بنے ہوئے ہیں کہ کوئی جہاز یا کشتی یا بغلا بلا مرضی افسر عدن اس بڑے سمندر میں جو بمبئی کے نیچے سے عدن تک ہے اور جو خلیج عرب کہلاتا ہے ، نہیں آ سکتا ۔

سابق مُیں عدن میں سلطان روم کی عملداری تھی ؛ شاید تیس برس ہوئے ہوں گے کہ سرکار انگریزی نے سلطان سے لے لیا اور جب سے سرکار انگریزی کی عملداری میں ہے اور اُس کا نظام ہندوستان کے گورنر جنرل سے متعلق ہے[۱]۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ قبل عملداری انگریزی کے نہایت خراب اور ویران افتادہ جگہ تھی۔ سمالی قوم کا ایک گاؤں پہاڑ پر تھا، جو شاید اب بھی ہے۔ یہ تمام رونق جو اب ہے اور یہ خوبصورت مکانات اور عمدہ اورعجیب سڑکیں اور پہاڑ میں نقبیں اور قلعے کا برج اور مورچے سب گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں بنے ہیں۔

ٹرکش وال | یعنی ٹرکی عملداری کی حد کی دیوار۔ عدن سے ملی ہوئی سلطان روم کی عملداری ہے ؛ عدن کے نیچے جو سمندر ہے اُس میں ایک کونا زمین کا نکلا ہے جس پر سے سلطان روم کی عملداری میں چلے جاتے ہیں۔ جب سے کہ عدن گورنمنٹ انگریزی کے قبضے میں آیا ہے، اُس مقام پر ایک دیوار بہت لمبی اور چوڑی بنا کر آمد و رفت کا رستہ بند کر دیا ہے اور اس دیوار پر برج او مورچہ بندی کی ہے اور توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور کچھ گورے وھاں رہتے ہیں۔ اس دیوار میں ایک دروازہ ہے، اُس دروازے سے لوگوں کی آمد و رفت ہے مگر سلطان روم کی عملداری کا جو شخص اُس دروازے سے عدن میں آتا ہے تو ہتھیار دروازہ پر لے لیے جاتے ہیں، ہتھیار بند آنے نہیں دیتے۔ افسوس ہے کہ اُس دیوار کے دیکھنے کا ہم کو موقع نہیں ملا۔

میٹھا پانی بنانے کی مشین | عدن میں سمندر کے کنارے پر ایک

۱- عدن پر انگریزی قبضہ ۱۸۳۹ء میں ہوا جو اس وقت تک قائم ہے۔ (اسماعیل)

کل لگا رکھی ہے جس میں سمندر کا کھاری پانی میٹھا اور نہایت سُبک اور شیریں ہو جاتا ہے اور اس کا پانی خرچ میں آتا ہے۔ اس کی بھی ہم نے سیر کی؛ بعد اس کے تھوڑی دیر ہوٹل میں آ کر ٹھہرے اور پھر اپنے جہاز پر چلے آئے۔

عدن میں سمالی لڑکوں کی عجیب غوطہ زنی یہ بھی عجیب تماشا ہے، جہاں جہاز عدن میں ٹھہرا اور سمالی قوم کے بیسیوں لڑکے سمندر میں تیرتے ہوئے جہاز کے پاس آ پہنچے، کالے کالے رنگ اور سرخ بال بالکل مینڈک کی طرح تیرتے ہیں اور بخشیش مانگتے ہیں؛ جہاں پیسہ، روپیہ، دونّی، چونّی، اٹھنّی سمندر میں پھینکی اور وہ غوطہ مار کر نکال لائے۔ ہمارے سامنے اکّیس لڑکے تھے اور آٹھ بجے صبح سے پانچ بجے شام تک برابر ایک حالت پر تیرتے اور غوطے مارتے اور دونیاں نکالتے رہے۔

عدن سے روانگی سترھویں اپریل ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو دوپہر پر پانچ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا اور دخانی کل نے شور مچایا اور جہاز نے سویز کی راہ لی۔ عدن سے ایک مصری پائلٹ جس کو یہاں کے لوگ آرکاٹی کہتے ہیں ساتھ ہوا۔ یہ شخص مسلمان ہے، عدن کا رہنے والا، متولی اس کا نام ہے، عربی بولتا ہے۔ میں نے اس سے سلام علیک کی، بات چیت کی۔ اس نے اپنی قوم کچھ نہیں بتائی، کہا کہ میں عامی بر عرب کا رہنے والا ہوں۔ بالکل ناخواندہ تھا، اس کا لہجہ سمالی قوم کے لہجے کے بہت قریب تھا اور بے حیثیت اور میلا آدمی تھا؛ کپڑے اچھے نہ تھے مگر انگریزی زبان اور فرنچ زبان اپنا کام چلانے کے لائق

جانتا تھا۔

آبنائے باب‌المندب سے جہاز کا گزرنا | خبر تھی کہ رات کو باب‌المندب میں سے جہاز گزرے گا؛ چونکہ یہ ایک مشہور خطرے کی جگہ ہے، اس لیے مجھے اس کے دیکھنے کا نہایت شوق تھا - جس وقت باب‌المندب قریب آیا مجھے ایک شخص نے جس سے میں نے کہ رکھا تھا، اُٹھایا - میں نے دیکھا کہ دونوں طرف پہاڑ ہیں مگر بہت اونچے نہیں، اُن میں سے جہاز جاتا ہے - دونوں پہاڑوں میں ڈیڑھ دو میل کا فاصلہ ہوگا، کچھ بہت تنگ رستہ بھی نہیں ہے - شاید پانی کے نیچے دونوں طرف پہاڑ ہوں اور اس سبب سے رستہ جہاز کے چلنے کا تنگ ہو - غالباً بادبانی جہاز کو یا انگریزوں کے سوا اور قوموں کے جہاز رانوں کو یہاں اندیشہ ہوگا - ہمارے جہاز رانوں کو تو کچھ خیال بھی نہیں ہوا؛ رات کے وقت میں بغیر ذرا سے تردّد کے فرفر جہاز کو لیے چلے گئے - حقیقت میں یورپ کی قوم نے علم جہاز رانی کو نہایت درجے کی ترقی پر پہنچا دیا ہے؛ ایسے ایسے عمدہ آلات جہاز رانی کے ہیں، جن کی خوبی کا بیان نہیں ہو سکتا، جس زاویے پر چاہتے ہیں سمندر کی سطح پر جہاز چلاتے ہیں، سینکڑوں میل تک جہاز کو سیدھا خط مستقیم پر لے جاتے ہیں، جس میں ذرا بھی ٹیڑھا پن نہیں ہوتا - اگر جہاز کو چکّر دینا چاہیں تو مثل پٹے باز یا نہایت عمدہ گھوڑے کے جو کاوے اور اٹیرن پر خوب صاف ہو، پھرا سکتے ہیں اور اُس کے پھرانے میں اتنا بھی تو زور نہیں لگتا جتنا کہ دس سیر بوجھ کے ہلانے جلانے میں لگتا ہے۔

جزیرہ پیرم | رات ھی کے وقت ھم کو ایک بہت چھوٹا جزیرہ ملا جس کو پیرم کہتے ھیں - یہ جزیرہ اسی آبنائے میں ھے جس سے بحر عرب اور بحر احمر ملتا ھے؛ ایک میل سے بھی کم چوڑا ھے اور تخمیناً ڈھائی تین میل لمبا ھوگا - اس میں بجز مینار روشنی کے اور کچھ نہیں ھے؛ دس بیس سپاھی رھتے ھیں اور انگریزی جھنڈا اڑا کرتا ھے -

جزیرہ پر انگریزی قبضے کی تاریخ | دس برس سے زیادہ نہیں ھوئے کہ جب تک یہ جزیرہ محض افتادہ تھا ، کسی کا قبضہ خاص اس پر نہ تھا اور نہ کسی ملک کی سرحد خشکی کی راہ سے اس سے ملی ھوئی تھی - شاید ولایت کے قوانین متعلق اقوام مختلفہ کی رو سے جو قوم چاھے اس پر قبضہ کر سکتی تھی - لوئیس نپولین فرانس کے بادشاہ نے ایک جہاز بھیجا کہ اس بالشت بھر کے جزیرے پر قبضہ کر لو - وہ جہاز بڑے پھیر کے راستے سے عدن تک آیا اور رات کو لنگر ڈالا کہ صبح کو اس جزیرے پر قبضہ کریں گے - عدن میں جو انگریزی افسر تھا وہ رات کو جہاز میں فرانسیسی افسر سے ملنے آیا ، بات چیت ھوئی ، کھانے پر بیٹھے ، باتوں باتوں میں فرانسیسی افسر نے اپنا ارادہ اور اپنے آنے کی وجہ بیان کی - انگریزی افسر نے سنتے ھی اپنی پاکٹ میں سے پنسل اور ایک ٹکڑا کاغذ کا نکالا اور میز کے نیچے ھاتھ کرکے اپنے دخانی جہاز کے کپتان کو چٹھی لکھی کہ فی الفور انجن میں آگ جلاؤ اور جہاز تیار کرو اور خود وھیں بیٹھا رھا اور کھانے پینے کی باتوں میں مصروف رھا؛ تھوڑی دیر بعد گڈ نائٹ کرکے اور ھاتھ ملا کر رخصت ھوا اور فی‌الفور اپنے جہاز میں آن کر اسی وقت روانہ ھوا اور رات ھی کو اس جزیرہ پر پہنچ کر انگریزی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا اور پھریرا اڑا دیا -

صبح کو فرانسیسی افسر جہاز لے کر پہنچا ، دیکھا کہ جزیرہ پر انگریزی جھنڈا اُڑ رہا ہے اور اُنھوں نے قبضہ کر لیا ہے؛ لاچار مایوس ہوا اور پھر کر چلا گیا۔ سنا ہے کہ اس بات سے نپولین بہت ناراض ہوا اور لندن میں بہت خط و کتابت کی مگر کچھ نہ ہوا۔ نپولین کا اِرادہ تھا کہ اپنے ہاں کے دخانی جہازوں کے لیے اس جزیرے میں اسٹیشن مقرر کرے۔

بحر قلزم میں جہاز کا چلنا اٹھارویں کی صبح سے پھر ہم نے دریائے نا پیدا کنار دیکھنا شروع کیا۔ دو دن بعد پھر پہاڑ و زمین دکھائی دینی شروع ہوئی اور جوں جوں چلتے گئے ایک طرف عرب کا کنارہ اور دوسری طرف افریقہ کا کنارہ برابر دکھائی دینا شروع ہوا۔ دونوں کناروں کے پہاڑ نہایت خوشنما معلوم ہوتے تھے اور عجیب کیفیت دکھائی دیتی تھی۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ دونوں طرف کے پہاڑوں پر کوئی درخت اور ذرا سا بھی سبزہ اور مطلق آبادی نہ تھی۔ محض ویران لق و دق جنگل اور بے آب و بے برگ و شجر پہاڑ تھے۔

سمندر میں طوفان بائیسویں تاریخ رات کے وقت حامد تو نہیں معلوم کہ جہاز کے کس کونہ میں جا کر سو رہا تھا اور میں اور خدا داد بیگ اور محمود کمرے میں اپنے پلنگوں پر اور چھجّو پلنگ کے نیچے سوتا تھا اور کمرے کی کھڑکی سمندر کی طرف کی ہوا آنے کو بسبب شدت گرمی کے کھلی ہوئی تھی کہ رات کو دفعۃً تند ہوا چلی اور سمندر میں موجیں اُٹھیں اور الا الا کر کے سمندر کا پانی کھڑکی کے اندر اس قدر آ پڑا کہ تمام پلنگ اور بچھونے اور ہم سب اور چھجّو شرا بور ہوگئے۔ اسی وقت ہم گھبرا کر کمرے

میں سے بڑے کمرے میں نکل آئے - اس وقت تمام انگریزوں نے بھی اپنے اپنے کمروں کی کھڑکیاں کھول رکھی تھیں - ہماری طرف کی لائن میں سب کا یہی حال ہوا ؛ سب بڑے کمرے میں نکلے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تمھارے کمرے میں بھی پانی آ گیا - غرضکہ اسٹورڈ کو اسی وقت پکارا ، کھڑکی بند کی ، بچھونے اٹھا دیے اور جس طرح ہوا رات کاٹی ، محمود کو بہتیرا منع کیا پر وہ گیلے بچھونے پر سو رہا ؛ صبح کو جب اٹھا تو اس کی بانہہ میں درد تھا ، دوسرے دن تک جاتا رہا - جب پانی آیا تو قریب دو ڈھائی گھنٹے کے رات ہوگی ، کچھ وقت کپڑے اتارنے اور نماز کی تیاری میں گزرا - میں نے صبح کی نماز پڑھی اور دم بدم ہوا تیز ہوتی گئی ؛ بالکل سیدھی مخالف ہوا تھی اور نہایت ہی تند تھی اور جہاز اٹھتا تھا اور بیٹھتا تھا - اس دن طبیعت نہایت متغیر ہوئی - سر کی عجیب کیفیت تھی ؛ جی متلاتا تھا اور قے نہیں ہوتی تھی اور ایسی تکلیف دہ مالش تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی - انگریز جو جہاز میں تھے وہ کہتے تھے کہ ہیں ! ایسے صاف سمندر میں جو تالاب کی طرح کھڑا ہے ، تمھارا یہ حال ہے ؛ یہ ہوا اور یہ حرکت جو اس وقت ہے کچھ بھی نہیں ہے اور ہم کو تو ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی - مگر میں نے دیکھا کہ بعض انگریزوں کو کسی قدر تغیّر تھا اور تین چار میموں کو بہت زیادہ تغیّر تھا - مسز اسمتھ بھی پڑی ہوئی تھیں ، میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے ؟ اشارہ سے کہا کہ سر پھرتا ہے ، طبیعت اچھی نہیں - ایک میم صاحبہ کو میں نے دیکھا کہ منہ سے بے اختیار بہت سے کف اور پت ، ذرا سی ابکائی کے ساتھ نکل پڑے - آج تو مرزا خدا داد بیگ کا بھی برا حال ہوا اور چھکّے چھوٹ گئے اور ہم سب سے زیادہ ان کا پتلا حال تھا اور

حامد آج پھر اپنی اسی پہلی کیفیت کو جا پہنچے ۔ بعد اس کے ہوا دھیمی ہونی شروع ہوئی اور جہاز کا ہلنا بھی کم ہوا اور قریب چار بجے کے بہت کم ہو گیا ۔ مجھ کو تو بہت تخفیف ہوئی مگر اور سب ہمارے ساتھیوں کا وہی حال رہا ۔ ایک میم صاحبہ میرے پاس آئیں اور نہایت مہربانی سے مجھ سے کہا " تم نشے کے لیے شراب مت پیو ، بری ہے میں بھی کبھی نہیں چھوتی مگر دوا کے لیے ایک تولہ بھر برانڈی پی لو ۔ میں اسٹورڈ کو بلا کر منگا دیتی ہوں ، فی‌الفور تکلیف جاتی رہے گی "۔ میں نے اُن کی مہربانی کا بہت سا شکریہ کیا اور کہا کہ نہیں میں نہیں پی سکتا ۔

اسی تاریخ ہم کو " گنگا اسٹیمر " ملا جو ہم سے تین دن پہلے بمبئی سے روانہ ہوا تھا ۔ پہلے دونوں جہازوں میں جھنڈی سے صاحب سلامت ہوئی ، پھر آپس میں بات چیت ہونی شروع ہوئی ۔ پہلی دفعہ جو جہازوں میں بات چیت ہوئی تھی تو مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ چند باتیں جو خاص متعلق جہاز ہوں گی اُنھیں کے اشارات معین ہوں گے مگر معلوم ہوا کہ نہیں ۔ اُن چند کپڑے کے ٹکڑوں کے وسیلے سے تمام دنیا کی باتیں کر سکتے ہیں ۔ چنانچہ اس وقت ان دونوں جہازوں میں کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی ۔ خیر و عافیت کی علامت دکھا دینے کے بعد گنگا اسٹیمر نے کہا کہ رسی ڈال کر مجھے بھی کھینچے لیے چلو ۔ ہمارے جہاز نے کہا کہ پیچھے پیچھے چلے آؤ ۔ اسی طرح چند اور باتیں ہنسی ہنسی کی آپس میں ہوئیں ۔ معلوم ہوا کہ امریکہ اور یورپ کی قوموں کے سوا اور کسی قوم میں یہ فن نہیں ہے ۔ جہاز پر ایک کتاب رہتی ہے اور شاید اتفاقیہ یا حفاظت کے لیے اس کے پٹھوں میں قفل لگا ہوا تھا ، اس میں تمام کام متعلق جہاز مندرج ہیں ؛ وہ سب کام ایسے آسان طرح پر ہوتے

ہیں کہ جہاز میں جو چھوٹے چھوٹے عہدہ دار ہیں اور صرف بطور حرف شناسی کے لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہ سب اُن کاموں کو انجام دیتے ہیں -

تمام علوم و فنون اپنی زبان میں ہونے کا بشدّت احساس یہ نتیجہ صرف اس بات کا ہے کہ تمام علوم و فنون اُسی زبان میں ہیں جو زبان وہ لوگ بولتے ہیں - اگر آج انگریزی زبان میں تمام علوم و فنون نہ ہوتے بلکہ لیٹن میں یا گریک میں یا فارسی عربی میں ہوتے تو آج تک تمام انگریز ایسے ہی جاہل اور بے علم اور لاکھوں نا خواندہ ہوتے جیسے کہ بدنصیبی سے ہم لوگ ہندوستان میں جاہل ہیں اور آئندہ کو بھی جب تک کہ تمام علوم و فنون ہماری زبان میں نہ ہوں گے جاہل اور نالائق رہیں گے اور کبھی عام تربیت نہ ہوگی -

جبل سینا اسی دن ہم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہاڑ یعنی جبل سینا دور سے دکھائی دیا اور دوربین کے ذریعے سے کسی قدر کیفیت اُس کی معلوم ہوتی ہے - سنا ہے کہ اُس کی چوٹی پر کسی رومن کیتھولک پادری کا ایک بہت قدیم گرجا ہے -

جزیرہ شروان رات کو جزیرہ شروان ہم کو ملا جو افریقہ کے متعلق ہے - کوئی چیز اُس میں کی بسبب رات ہونے کے دکھائی نہیں دی - سنا ہے کہ ولایت سے جو ٹیلی گراف آتا ہے اُس کا ایک اسٹیشن اس جزیرہ میں ہے - یہ جزیرہ بہت چھوٹا شاید آٹھ دس میل کا لمبا اور دو تین میل کا چوڑا ہوگا -

سویز پہنچنا ۲۳ اپریل ۱۸۶۹ء بروز جمعہ کو ہم سب مع الخیر سات بجے صبح کے سویزا میں پہنچے - جہاز نے لنگر کیا اور ہم

۱- قاہرہ سے ۷۶ میل جانب شرق ایک پر رونق مصری بندرگاہ ہے (اسماعیل)

سب جہاز پر سے اُترے - 'بڑودہ' جہاز کو ڈنڈوت کر کے رخصت کیا اور سویز ہوٹل میں جا کر ٹھہرے - اب یہاں سے عملداری وائسرائے مصر کی شروع ہوئی - جونہی ہم ہوٹل میں گھسے پہلا نشان عمل داری' ترک کا ہم نے یہ دیکھا کہ ہوٹل کے چپڑاسیوں کی چپڑاس پر عربی اور انگریزی میں یہ عبارت کندہ تھی - ،

Sewis Hotel

لوكاندة السويس

مجھے نہیں معلوم کہ " لوکاندہ " کس زبان کا لفظ ہے ، شاید ترکی ہوگا مگر تمام مصری عربی گفتگو اور عربی تحریر میں اس لفظ کو بمعنی ہوٹل مستعمل کرتے ہیں -

سویز کا ہوٹل بہت اچھا ہے ، چاروں طرف دو منزلہ مکانات اور کمرے مسافروں کے لیے بنے ہوئے ہیں ، بیچ میں صحن ہے ، اس صحن میں کاٹ کے محرابوں دار ستون کھڑے کر کے اس پر شامیانہ کھینچا ہے اور اس کو اور تمام صحن کو پھولوں سے آراستہ کیا ہے - تمام پھول گملوں اور کاٹ کی بالٹیوں اور پیپوں میں لگے ہوئے ہیں اور زمین پر اور تپائیوں پر بطور چمنوں کی روشوں کے ، بہ ترتیب لگائے ہیں اور بیچ میں جو جگہ بطور چمن کے خالی رہی ہے وہاں چھوٹی سی میز اور کرسیاں لوگوں کے بیٹھنے اور سیر کرنے کے لیے بچھائی ہیں -

وہاں شہر کی سیر کرنے اور سویز کی نہر۱ دیکھنے جانے کو

۱- یہ مشہور تاریخی نہر سرسیدؒ کے وہاں جانے سے صرف آٹھ دن پہلے ۱۵ اپریل ۱۸۶۹ء کو کھد کر مکمل ہوئی تھی اور نہر کا ہزاروں لاکھوں من ملبہ ابھی اسی طرح پڑا تھا مگر ابھی نہر کا افتتاح نہیں ہوا تھا جو ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء کو ہوا - نہر کی کھدائی ۲۵ اپریل ۱۸۵۹ء کو شروع ہوئی تھی - نہر ۸۷ میل لمبی اور ۱۴۴ فٹ چوڑی ہے اور اس کی تیاری پر تیس کروڑ روپیہ خرچ ہوا تھا - آج کل یہ مصر کی ملکیت ہے -

(اسماعیل)

سواری کے لیے بہت سے گدھے زین کسے ہوئے موجود تھے - بہت سے انگریزوں نے سویز کی نہر دیکھنے کا ارادہ کیا - وہ مقام جہاں دیکھنے جاتے تھے وہاں سے پانچ میل تھا - ہم نے بھی وہاں جانے کا ارادہ کیا مگر جب لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جس مقام کو لوگ دیکھنے جاتے ہیں وہاں بجز اس کے کہ زمین کھودی جا رہی ہے اور کچھ نہیں ہے، تب ہمارا ارادہ سست ہو گیا - ہمارے شفیق میجر ڈاڈ صاحب نے اور اُن کے چند دوستوں نے مل کر ایک گاڑی تین گھوڑوں کی کہیں سے منگائی اور چند انگریز اور دو میمیں اُس پر سوار ہو کر گئیں - ہم نے بھی چاہا کہ اگر سہل طور پر گاڑی مل جاوے تو ہم بھی جاویں مگر ہم کو نہیں ملی - بہت سے انگریز انہیں گدھوں پر سوار ہو کر گئے اور میں نے دیکھا کہ ایک میم نے بھی ایک گدھا کرایہ کیا اور اُس پر نہایت چالاکی اور خوبی سے سوار ہو کر روانہ ہوئی -

جس وقت کوئی انگریز گدھا کرایہ کرنا چاہتا تھا اُس وقت عجیب سیر ہوتی تھی - گدھے والوں نے جہاں دیکھا کہ گدھا کرایے کو چاہتے ہیں اور دس دس بارہ بارہ آدمی اپنے اپنے گدھے لیکر دوڑے اور ہر شخص ایک کے گدھے کو دھکّا دے کر ہٹاتا ہے، اپنا سامنے کرتا ہے اور چلّاتا ہے کہ "ڈنکی سر، ڈنکی سر، ڈنکی سر" یعنی 'صاحب گدھا، صاحب گدھا' اور کبھی یہ کہہ کر چلّاتے تھے "ویری گڈ ڈنکی سر، ویری گڈ ڈنکی سر" یعنی 'صاحب بہت اچھا گدھا، صاحب بہت اچھا گدھا' اور اس قدر غُل ہوتی تھی اور اتنے گدھوں میں آدمی کو گھیر لیتے تھے کہ لینے والا گھبرا جاتا تھا - جب تک وہ کسی نہ کسی گدھے پر سوار نہ ہو لے اُس وقت

تک وہ اسی آفت میں پڑا رہتا تھا۔

شہر سویز کے بازاروں کی سیر تھوڑی دیر تک ہم نے سمندر کے کنارے کی اور ہوٹل کی سیر کی اور پھر شہر کی سیر کو گئے۔ ایک بہت چھوٹا تنگ بازار دیکھا: ہر قسم کے لوگ مصری اور ترکی اور جرمنی اور یونانی دوکاندار وہاں تھے اور بہت سے آدمی عربی بولتے تھے۔ بازار میں جو نئی بات تھی وہ یہ تھی کہ سارا بازار تختوں سے پٹا ہوا تھا، پانی کا تو مطلق رکاؤ نہ تھا مگر دھوپ بالکل بازار میں نہ تھی: غالباً یہاں مینہ بہت کم برستا ہے۔ ہم نے بازار کے لوگوں سے جو عربی بولتے تھے دیر تک باتیں کیں۔ حامد و محمود و مرزا خدا داد بیگ نے سرخ ترکی ٹوپیاں اور چاقو خرید کیے، بازار سے عربی روٹی خرید کی جو در حقیقت نہایت عمدہ اور بہت ہی مزے دار تھی۔ وہاں سے ہم ریل کے اسٹیشن کو دیکھنے گئے۔ وہاں ایک ترکی افسر کو دیکھا جس کے لباس میں اور انگریزوں کے لباس میں بجز سرخ ٹوپی کے اور کچھ فرق نہ تھا، الّا ایک تسبیح ان کے ہاتھ میں تھی۔ میں نے ان سے سلام علیک کی۔ اُنھوں نے جواب دیا مگر میری طرف کچھ زیادہ ملتفت نہیں ہوئے۔ وہاں سے پھرتے وقت بازار میں ایک بزرگ عمامہ باندھے کھڑے تھے، میں نے اُن سے سلام علیک کی، مصافحہ کیا، عربی زبان میں بات چیت شروع کی۔ شیخ اسماعیل اُن کا نام ہے، شہر سورابا یا علاقہ جاوا کے رہنے والے ہیں۔ شیخ عثمان اُن کا بیٹا جس کی عمر اٹھارہ انیس برس کی ہوگی اُن کے ساتھ تھا۔ شیخ اسماعیل سیاح آدمی ہیں، دراصل سیریا (شام) کے رہنے والے ہیں۔ پچیس برس سے جاوا میں جا رہے ہیں، چین اور آسٹریلیا اور ہندوستان اور دکھن کی سیر کی ہے۔ اور اب بھی صرف سیاحت کو

آٹھوے ھیں کسی قدر اردو میں بھی بات چیت کرسکتے ھیں۔ اسی ھوٹل میں منشی محمد طاھر سے ملاقات ھوئی جو نواب ناظم مرشد آباد کے ھاں منشیوں میں نوکر ھیں۔ نواب صاحب اُن کو لندن ساتھ نہیں لائے تھے اب بلایا ھے، وہ بھی لندن جاتے ھیں، ساؤتھمپٹن کی راہ سے جائینگے۔

عدن سے سویز تک کی مسافت نقشہ مندرجہ ذیل سے معلوم ھوگا کہ ھم عدن سے کس راہ ھو کر سویز میں پہنچے۔ اگر کوئی نقشہ جغرافیہ کا لے کر بموجب عرض و طول مندرجہ ذیل کے نشان لگائے جاویں گے تو جس راہ ھمارا جہاز چلا وہ معلوم ھو جائے گی۔

تاریخ	عرض مقام		طول مقام		رفتار جہاز دوپہر سے دوپہر تک
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۱۸ مئی ۱۸۶۹ء روز یکشنبہ	۱۳	۴۲	۴۲	۵۶	۱۶۹ میل
۱۹ مئی	۱۷	۳	۴۰	۴۹	۲۴۰ ،،
۲۰ مئی	۲۰	۳۹	۳۸	۳۰	۲۵۴ ،،
۲۱ مئی	۲۴	۲۶	۳۶	۱۰	۲۶۲ ،،
۲۲ مئی	۲۷	۴۲	۳۲	۴۷	۲۳۵ ،،
۲۳ مئی	۳۰	*	۳۱	۴۰	۲۶۰ تخمیناً مقام سویز

عدن سے سویز تک کے لائٹ ھاؤس عدن سے سویز تک متعدد مینار روشنی کے ھیں، جہاں کہیں جہاز کو خطرہ ھے یعنی پانی کم ھے اور پانی کے نیچے پہاڑ چھپے ھوئے ھیں جن سے جہاز کی پیندی کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ھوتا ھے وھاں روشنی کے مینار بنائے

هیں ، آدمی متعین هیں ، شام سے صبح تک برابر ایک بہت بڑی لالٹین میں روشنی هوتی رهتی هے اور بہت دور سے دکھائی دیتی هے - میں نے قصد کیا تھا کہ تمام میناروں کو جو رستے میں پڑیں دیکھوں اور غالباً سب کو دیکھا - شاید کوئی ایک آدھ رہ گیا هو اور رات کو سوتے میں گذر گیا هو مگر جتنے میناروں کو میں نے دیکھا اُن کی تفصیل بقید عرض و طول مقام کے لکھتا هوں :—

نام مینار	عرض مقام		طول مقام		
	درجه	دقیقه	درجه	دقیقه	
پیرم	١٢	٤٠	٤٣	٢٥	
ابوالخیصان یا دیدلس شول	٢٥	★	٣٦	*	
اشرفی	٢٧	٤٠	٣٣	٤٠	

مینار ابوالخیصان بالکل پانی میں هے ، ایک انگل بھر زمین بھی اُس کے گرد نہیں هے - دو یا تین انگریز اس مینار پر دن رات رهتے هیں اور کھانا پینا اپنے ساتھ رکھ لیتے هیں اور شاید تیسرے مہینے ان کی بدلی هوتی هے - ایسی سخت نوکری هے کہ خدا پناہ میں رکھے ، اس کے خیال سے دل گھبراتا هے ، قید تنہائی سے بھی زیادہ سخت هے -

اشرفی مینار نہایت عمدہ هے اور سویز کے قریب هے ، پانی کی سطح سے ایک سو چالیس فٹ بلند هے اور بالکل لوهے کا بنا هوا ، قابل دیکھنے کے هے -

ریل کا سفر - سویز سے اسکندریہ تک | اب همارا راستہ سویز سے اسکندریہ تک خشکی کا هے اور یہاں سے اسکندریہ تک ریل هے جو والیٔ مصر کی عملداری میں گذرتی هے اور والیٔ مصر هی ریل کا

مالک ہے اور تمام کارکن مصری اور ترکی اور شاید کوئی کوئی یونانی بھی ہیں۔

عربی زبان میں مصری ریل کی سڑک کو "سکّۃ الحدید" اور "وابورالبر" کہتے ہیں اور لفظ ثانی کو لفظ اول سے زیادہ تر فصیح جانتے ہیں اور فصیح گفتگو میں یہی نام لیتے ہیں۔

غرضکہ ۲۳ مئی ۱۸۶۹ء روز جمعہ کو قریب شام کے ہم سویز سے "وابورالبر" پر سوار ہوئے اور اسکندریہ کو چلے۔ ہم نے سنا تھا کہ اس راستے میں بجز ریگستان اور جنگل کے اور کچھ نہیں ہے، پانی بھی راستے میں نہیں ملے گا اور اسی لیے ہم نے تین صراحیاں پانی کی بھری ہوئی خرید کر ریل میں رکھ لی تھیں۔

شہر طنطنا سے ریل کا گذر | رات کو ہم سب ریل میں سو رہے۔ ہم کو نہیں معلوم کہ رات کو کیا کیا گذرا مگر رات کو جو میری آنکھ کھلی تو میں نے ریل کو ایک بڑے اسٹیشن پر کھڑا دیکھا؛ اسٹیشن بھی اچھا تھا، روشنی لالٹینوں کی اچھی تھی اور اسی قطع کی لالٹینیں تھیں اور اسی طرح پر لگی ہوئی تھیں جیسے کہ ہمارے ملک کے اسٹیشنوں پر ہیں۔ جب میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسٹیشن طنطنا ہے۔ طنطنا ایک بہت بڑا قصبہ یا شہر مصر کی عملداری کا ہے مگر رات کے سبب ہم کو شہر مطاق نہیں دکھائی دیا۔

ریل کا شہر کنز الزیات پہنچنا | صبح کو ایک نہایت عمدہ اور نفیس آبادان شہر دکھائی دیا، مکانات اس کے بالکل انگریزی شہروں کے مکانات کے قطع پر تھے مگر ہر طرف لمبے لمبے مینار مسجدوں کے جس کو "ماذنہ" کہتے ہیں دکھائی دیتے ہیں۔ مصر کی مسجدوں میں دو مینار بنانے کا دستور نہیں ہے بلکہ مسجد کے صحن میں یا کسی طرف میں ایک بلند مینار اذان دینے کو بناتے

هین جیسا کہ دھلی مین درگاہ قطب صاحب کے پاس مسجد قوۃ الاسلا
کا ایک مینار بنا ہوا ہے جس کو قطب صاحب کی لاٹھ کہتے ہین
میں اس شہر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور دریافت کرنے سے
معلوم ہوا کہ ”کفر الزیات“ اس شہر کا نام ہے - یہاں کسی
بزرگ بدوی کا مزار ہے ، نہایت مقدس ہے - کچھ دن چڑھے ہم
ایک اسٹیشن پر اترے جو رود نیل کے قریب ہے - وھاں ایک عمدہ
ہوٹل بنا ہوا ہے ، وھاں کافی یعنی قہوہ پیا ، نان پاؤ اور مکھن
کھایا - اس ہوٹل کے طریق میں اور انگریزی ہوٹل کے طریق مین
کچھ فرق نہ تھا الاّ کھانا کھلانے اور قہوہ پلانے والے بالکل
انگریزوں کے سے کپڑے لال ٹوپی پہنے ہوئے ترک تھے؛ میز کرسی
لگی ہوئی تھی ، کانٹا چُھری دھرے ہوئے تھے اور بلا تمیز
انگریز و مسلمان کے سب ملے ہوئے تھے - قہوہ جو ترکوں نے بنا کر
پلایا جس میں نہایت عمدہ گائے کا دودھ پڑا ہوا تھا ، ایسا خوش ذائقہ
اور مزے دار تھا کہ میں نے تمام عمر نہ گھر میں اور نہ کسی
ہوٹل میں ویسا مزے کا پیا تھا -

دریائے نیل کا پل اس ہوٹل میں کھا پی کر ریل پر سوار
ہوئے ، تھوڑی دور آگے بڑھے تھے کہ دریائے نیل کی زیارت ہوئی -
اس پر آھنی پل بندھا ہوا تھا ، ریل اس پر سے گذری - اگرچہ معلوم
ہوتا تھا کہ وہ پل نہایت مستحکم طور پر بنا ہوا ہے الاّ کچھ
خوب صورت نہ تھا بلکہ کہنا چاہیے کہ نہایت بد صورت تھا؛
ہمارے ملک کے آھنی پل دیکھنے میں بھی نہایت خوبصورت ہیں -

دمنہور سے گذرتے ہوئے اسکندریہ پہنچنا اور جہاز پونا سے ولایت کو روانگی تھوڑی دور اور چلے
تو دمنہور کا اسٹیشن

ملا - اس سے اگلا اسٹیشن اسکندریہ کا تھا ، چنانچہ اسکندریہ میں جا پہنچے - ہمارے لیے جہاز تیار تھا ، اس لیے ہم کو شہر کے اسٹیشن پر نہیں اتارا بلکہ جہازوں کے لنگرگاہ تک لیے چلے گئے اور بندر کے اسٹیشن پر اتارا - ہم اترتے ہی سیدھے جہاز پر چلے گئے اور 'پونا' نامی جہاز کے کمرے میں جو ہمارے لیے موجود تھا جا بیٹھے -

اسکندریہ کا شہر افسوس ہے کہ ہم کو اسکندریہ دیکھنے کی ذرا بھی فرصت نہیں ملی ؛ کوئی چیز اسکندریہ کی ہم نے نہیں دیکھی بجز سمندر کے اور اس کے کنارے کے مکانات کے یعنی جو جہاز میں سے دکھائی دیتے تھے - سمندر کے کنارے پر بہت کثرت سے جہاز دخانی اور بادبانی اور چھوٹے بجرے کھڑے ہوئے تھے - ایک جنگی جہاز فرانسیسیوں کا بھی کسی کام کو آیا ہوا تھا اور وائسرائے مصر کی سواری کا دخانی جہاز جو نہایت عمدہ اور بہت تیاری کا ہے کنارے پر کھڑا ہوا تھا - سنا ہے کہ وہ دخانی جہاز انگلستان کا بنا ہوا ہے - کنارے پر کے بہت سے مکانات اور کارخانہ جات دکھائی دیتے تھے - ایک یا دو مقام پر سمندر کے کنارہ پر مور چال بنے ہوئے تھے اور توپیں چڑھی ہوئی تھیں - وائسرائے مصر کے آنے اور اترنے کے لیے سمندر کے کنارے پر ایک بہت بڑا مکان بنا ہوا تھا مگر باہر سے کچھ ایسا خوبصورت نہیں معلوم ہوتا تھا ، اسی کے قریب چھوٹی سی پہاڑی پر ایک مینار روشنی کا بنا ہوا ہے - بہر حال سمندر کے کنارے کی فضا بہت اچھی ہے ، کچھ بری نہیں -

ملک مصر کی زرخیزی مصر کے ملک کے اس قدر حصے کے دیکھنے سے جہاں ہمارا گذر ہوا اور جس کو نہایت سرسری طور پر ریل کی سواری میں ہم نے دیکھا ، ہماری عقل حیران ہو گئی - میں نے مالوہ بھی دیکھا ہے جو ہندوستان میں نہایت زرخیز اور عمدہ

پیداوار کا ملک مشہور ہے مگر مصر کے ملک کے سامنے اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے - مصر کی زمین کی خوبی اور اس کی کثرت پیداوار کا اندازہ نہیں ہو سکتا ، ہر جگہ زمین کی ایسی صورت ہے کہ گویا نہایت عمدہ کھاد ملی ہوئی ہے -

اس ٹکڑۂ ملک میں جس قدر نہروں کی کثرت دیکھی ، بیان نہیں ہو سکتی - چپّے چپّے پر نہر جاری ہے اور نہر میں سے بیسیوں شعبے نکلے ہیں - جہاں تک میں نے دیکھا میری دانست میں کوئی کھیت ایسا نہیں ہے جس میں نہر کا پانی نہ آتا ہو -

نہر کے بنانے کا فن مصر والوں کو بخوبی معلوم ہے - ہر مقام پر پانی تقسیم کرنے کے دھانے اور پانی اونچا کرنے اور نیچا کرنے کی جھالیں اور تختے سب بنے ہوئے تھے - نہر کے پاس جو اونچی زمینیں ہیں اور جن میں نہر کا پانی بہاؤ سے نہیں جا سکتا اُن زمینوں کے سیراب کرنے کے لیے نہر کے کنارے پر کاٹھ کا خانہ دار ایک پہیہ لگایا ہے اور بذریعہ ایک ٹٹو یا یابو یا بیل کے پھرتا ہے اور بخوبی کھیتوں میں پانی پہنچا سکتا ہے ، اس سے زیادہ اونچی زمین پر پانی نہیں پہنچا سکتا - ہمارے ملک میں جو یہ دستور ہے کہ تھوڑی سی اونچی زمین پر پانی پہنچانے کو دو آدمی ایک چھاج رسیوں میں باندھ کر پانی اولیچتے ہیں ، اس کے عوض اگر اس پہیے کا رواج دیا جائے تو بلا شبہ فائدہ مند ہوگا -

ایک جگہ کنوئیں سے بھی پانی دیتے ہوئے دیکھا مگر بذریعہ رہٹ کے پانی دیتے تھے - پانی پت اور کرنال کے ضلعوں میں جس قسم کے رہٹ جاری ہیں اُسی قسم کا رہٹ مصر میں بھی جاری ہے مگر اُس ضلع کے رہٹوں سے بھی ہلکا اور بہت کم لاگت کا معلوم ہوتا ہے -

ہل بھی چلتے ہوئے یہاں دکھائی دیے - ظاہرا اسی طرح پر

ھل چلتے ھیں جیسے ھمارے ملک میں دو گھوڑوں یا ٹٹوؤں سے بھی ھل چلتا تھا ، دو بیلوں سے بھی چلتا تھا ۔ ایک جگہ ایک بیل اور ایک بھینسا اور ایک جگہ دونوں بھینسے ھی ھل میں جتے ھوئے دیکھے ۔

مصر کی اُس وقت کی ریل مصر کی '' وابورالبر '' یعنی ریل کا بھی کچھ حال لکھنا بہتر معلوم ھوتا ھے ۔ مصر کی ریل گاڑیاں فرسٹ و سیکنڈ کلاس کی ہم نے دیکھیں کیونکہ ہم ایکسپرس بلکہ سپیشل ٹرین میں گئے تھے اور اس میں صرف دو درجے کی گاڑیاں تھیں ۔ تمام گاڑیاں ولایت کی '' برمنھگم '' کی بنی ھوئی تھیں ۔ سیکنڈ کلاس کی گاڑیاں جس میں چھجّو ھمارا خدمت گار بیٹھا تھا ھمارے ملک کے سیکنڈ کلاس سے اچھا تھا یعنی اُس میں بھی چمڑے کی گدیاں لگی ھوئی تھیں ۔ فرسٹ کلاس نہایت عمدہ اور مکلّف آرام کا تھا مگر ھر درجے میں آٹھ آدمیوں کی نشست ھے ، چار ایک طرف چار ایک طرف ۔ سونے کی کوئی تدبیر اُس مَیں نہیں ھے ، بیٹھے بیٹھے اس طرح پر سو سکتے ھیں جیسے آرام کرسی پر آدمی سو سکتا ھے ۔ رفع حاجت کے لیے گاڑی میں کوئی تدبیر نہیں ھے سوائے اسٹیشن کے ۔ معلوم ھوا کہ تمام یورپ میں اسی قسم کی گاڑیاں ھیں ۔

ریلوے کارکن سب مصری ھیں مصری ریل پر کام کرنے والے اور ریل چلانے والے اور گارڈ ، خلاصی ، چپراسی وغیرہ سب مصری اور ترک ھیں اور نہایت مشّاق ھیں اور بہت ھوشیاری اور چالاکی سے کام کرتے ھیں ۔

تمام ریلوے آلات غیر ملکی ھیں مصر کی ریل کے کارخانے میں جو چیز کہ قابل غور کے تھی وہ یہ ھے کہ تمام گاڑیاں اور

پمپ اور پانی دینے کے ستون اور ریل کی سڑک اور ہر قسم کی کلیں جو کچھ کہ ریل کے کارخانوں میں درکار ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی ایک کیل بھی وہ سب انگلستان یا فرانس کا بنا ہوا تھا ۔ اُن میں سے کوئی چیز بھی مصر یا ترکستان کی بنی ہوئی نہ تھی ۔

مصریوں اور ہندوستانیوں میں فرق

البتہ بہ نسبت ہندوستان کے مصر والوں کی اس قدر تعریف کرنی چاہیئے کہ وہ خود ان سب چیزوں سے کام کرنے اور کام لینے کے لائق ہیں ، ہندوستانی بدبخت اس لائق بھی نہیں ہوئے ۔

تمام علوم و فنون کی تعلیم اپنی ملکی زبان میں ہونی چاہیے

اور جب تک کہ تمام علوم و فنون انھیں کی زبان میں نہ مروج ہونگے اُس وقت تک ہرگز لائق نہ ہونگے ۔ مصر والوں کو جو اس قدر لیاقت آئی ہے صرف اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ان چیزوں سے کام لینے کے فنون انہی کی زبان میں مروّج ہوگئے ہیں ۔

مصریوں میں صفائی کا فقدان

دوسری بات قابل افسوس کے یہ تھی کہ تمام کارخانہ بہ نسبت انگریزی کارخانے کے نہایت میلا کچیلا تھا ؛ ریل کی سڑک اور اسٹیشنوں میں مطلق صفائی نہ تھی ، لالٹینیں ایسی میلی تھیں کہ شاید مہینوں میں صاف ہوتی ہوں گی ، انجن میں پانی دینے کے آھنی ستون نہایت عمدہ اور خوبصورت بیل بوٹے مرغولہ دار بنے ہوئے تھے مگر ان پر آنگل آنگل بھر موٹی کائی اور خاک مٹی جمی ہوئی تھی ۔ نہروں کا جو میں نے بیان لکھا اُن کا بھی یہی حال تھا ، کسی جگہ میں نے پٹڑی بنی ہوئی نہیں دیکھی ، نہر کھودتے وقت جو کناروں پر مٹی ڈالی تھی اُسی طرح پر پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی ۔

یورپین لوگوں کی صفائی کی تعریف | بلا شبہ صفائی اور هر کام میں خوبصورتی یورپ کے لوگوں کی طبیعت میں ماں کے پیٹ سے پیدا هوتی هے اور ملک کے لوگوں کی طبیعت میں یه بات نہیں هے البتہ ایشیا کے بعض ملکوں کے لوگوں میں نفاست بلا شبه هے۔

اسکندریه سے مارسیلز کو روانگی | بہر حال همارا 'پونا' جہاز ۲۴ اپریل ۱۸۶۹ء روزشنبه کو قریب دوپہر کے اسکندریه سے مارسیلز کو روانه هوا اور میڈیٹرینین سی یعنی بحر روم کو هم نے طے کرنا شروع کیا اور ۲۹ اپریل روز پنج شنبه کو رات کے وقت قریب سات آٹھ بجے کے بخیر و عافیت تمام مارسلز میں داخل هوئے۔

لائق پائیلٹ | جب هم اسکندریه سے روانه هوئے تو الحاج احمد بکری اسکندریه کا رهنے والا پائیلٹ یعنی آرکاٹی همارے ساتھ هوا[۱]۔ یه شخص نہایت لائق اور ذی و جاهت هے، لباس بھی بہت اچھا اشرافوں کا پہنے هوئے هے؛ کالی بانات کا لمبا کوٹ هے قریب قریب انگریزی کوٹ کے، پاجامه مصری قطع کا هے، اوپر سے بہت ڈھیلا اور نیچے سے تنگ اور میانی ٹخنوں تک، کوٹ کے نیچے قمیص هے اور اس پر شالی پٹکے سے کمر باندھی هے، سر پر لال ٹوپی اور اس پر نہایت چھوٹا کپڑا بطور عمامه لپٹا هوا هے، لکھا پڑھا قابل آدمی هے، عربی تو نہایت عمده اور صاف بولتا هے اور انگریزی اور فرانسیسی بھی جانتا هے۔ مجھ سے اس کی بہت ملاقات هو گئی۔ جب

۱۔ پائیلٹ جہاز کے اس هوشیار، لائق اور تجربه کار رهنما کو کہتے هیں جو سمندر کے خاص خاص حصوں سے واقف هوتا هے اور جہاز کو اپنی حفاظت میں خطرناک اور اندیشے کے مقامات سے بچا کر صحیح سلامت نکال دیتا هے۔ یه هر جہاز کے ساتھ احتیاطاً روانه هوتا هے اور اس کی فیس جہاز کو ادا کرنی پڑتی هے۔ (اسماعیل)

فرصت ہوتی آپس میں ایک جگہ بیٹھ کر عربی میں کچھ کچھ باتیں کرتے؛ ملک مصر اور دارالحکومت قاہرہ اور شہر اسکندریہ کی بہت تعریف کرتا تھا۔ جب سے اُس نے یہ جانا کہ میں بنی ہاشم سادات رضوی سے ہوں میری نہایت خاطر اور تعظیم کرنے لگا۔ اُردو کا ایک لفظ نہیں جانتا تھا، جغرافیہ سے بالکل نا واقف تھا، یہاں تک کہ شہر دہلی کو بھی نہیں جانتا تھا اور شاید کبھی اس کا نام بھی نہیں سنا تھا، پوچھنے لگا کہ ہندوستان جس پر انگریزی عملداری ہے کتنا بڑا ملک ہے اور اور کسی کی بھی عملداری ہے یا نہیں؟ میں نے سب حال وسعت و آبادی ملک ہند و حکومت انگریزی کا اُس سے بیان کیا۔

پونا جہاز کی کچھ کیفیت | 'پونا' دخانی جہاز پہلے جہاز سے بھی نہایت عمدہ اور مستحکم اور پہلے سے بھی بڑا ہے، ۱۸۶۲ء میں بنا تھا، تین سو ساٹھ فٹ لمبا اور اکتالیس فٹ چوڑا اور اکتیس فٹ گہرا ہے، چھ سو گھوڑوں کے زور کا انجن اس میں لگا ہے، اُس کا انجن ایک نئی قطع کا ہے اور تمام پرزے اس کے دکھائی دیتے ہیں اور ہر ایک کل چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے، دو ہزار دو سو ٹن بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ ایک سو اکیس آدمی اس میں نوکر ہیں مگر سب کے سب یوروپین ہیں، کوئی اور کسی ملک کا نہیں۔ مسٹر ویٹ اور مسٹر کیس اور مسٹر مڈل اس جہاز میں افسر ہیں۔ مسٹر ویٹ کپتان جہاز کے بمبئی میں بھی رہے تھے اور اس لیے تھوڑی تھوڑی اُردو بول سکتے تھے اور فرانسیسی بہت اچھی بولتے تھے۔

جہاز میں رفقائے سفر | ہمارے ساتھ کے اکثر مسافر ساؤتھمپٹن کی راہ کو گئے اور بعضے ٹریسٹ کی راہ کو، اس لیے چند قدیم

مسافر ہمارے ساتھ ہوئے اور کچھ نئے مسافر آن ملے ۔ چنانچہ اس جہاز میں سو مسافر جمع ہوگئے اور نئے آدمیوں کے ملنے اور دیکھنے سے اور پرانے رفیقوں کے جدا ہونے سے ایک اور ہی کیفیت معلوم ہوئی مگر ہمارے شفقت فرما میجر ڈاڈ صاحب اور میجر بنگٹن اور مس کارپنٹر اور صاف طینت دوست میجر فریزر اسی جہاز میں رہے ۔

جہاز پونا میں غسل خانے کا عمدہ انتظام اس جہاز میں جو خاص بات قابل ذکر کے ہے وہ یہ ہے کہ اس جہاز کا غسل خانہ بہ نسبت پہلے جہاز کے غسل خانے کے اور طور کا ہے ۔ سویز تک نہانے کے لیے گرم پانی کی حاجت نہ تھی ؛ اب اسکندریہ سے یورپ شروع ہوگیا اور سردی ہونے لگی اس لیے اس جہاز کے غسل خانے میں پانی گرم کرنے کی نہایت عمدہ تدبیر ہے ۔ غسل خانے میں اسی طرح کا حوض ہے جیسے کہ پہلے جہاز میں تھا الّا لوہے کا ہے جس پرنہایت عمدہ روغن کیا ہوا ہے ، اس میں دو نل اور تین ہتھیاں ہیں ؛ ایک ہتّی سرد پانی کی ہے جہاں اس کو گھمایا اور سرد پانی حوض میں آن بھرا ، دوسری ہتّی اس پانی کو گرم کرنے کی ہے ، جہاں اس کو پھرایا اور انجن میں سے صرف گرم بھاپ پانی میں آنی شروع ہوئی اور اتنا کثیر پانی حوض کا جو کئی قلتین کے برابر ہے پانچ منٹ میں نہایت گرم ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ پھر ٹھنڈا پانی ملانے کی حاجت ہوتی ہے اور جہاں تیسری ہتّی کو پھرایا اور ایک بدرو کھلی اور ایک منٹ میں تمام پانی نکل گیا اور حوض خالی ہوگیا ۔

جہاز میں ڈاڈ صاحب کی نامناسب گفتگو جس دن 'پونا' دخانی جہاز روانہ ہوا اسی دن کھانے کے بعد میجر ڈاڈ صاحب نے مجھ

سے کہا کہ اب یورپ میں آ پہنچے۔ میں نے ادب آمیز اخلاق سے اُس کو تسلیم کیا اور بشاشت کے ساتھ یہ بات کہی کہ ہاں آج ہماری پہلی منزل یورپ کے ملک میں ہے۔

ڈاڈ صاحب نے کہا کہ " ہاں اب پیغمبرؐ کا ملک چھُوٹا اور کافروں کا ملک آیا "۔ اگرچہ اس میں اُنھوں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں ہم کچھ برا مانتے اور جو سخت یا نامناسب لفظ انھوں نے کہا وہ اپنی یا اپنی قوم کی نسبت کہا مگر اُن کا یہ طرز کلام مجھ کو نہایت نا پسند آیا اور طبیعت کو بہت ناگوار گذرا اور میں نے خیال کیا کہ ایسی لے (طرز) میں گفتگو کرنا کیسا اخلاق اور تہذیب کے برخلاف ہے اور ایسے عمدہ اور متین اور حلیم ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی زبان سے اس طرز پر کیوں گفتگو ہوئی؟ خیر میں نے چند دم توقّف کرکے کہا کہ " یوں نہ کہیے بلکہ یوں کہیے کہ اہل کتاب کا ملک آیا " مگر کئی گھنٹے تک مجھ کو بڑا خیال رہا اور میں سوچتا رہا کہ ان کی طینت اور طبیعت کس قسم کی ہے۔ مگر آخر کو میں نے خیال کیا کہ غالباً اُن کی یہ گفتگو کسی قسم کے تعصّب کی راہ سے نہ تھی، اتفاقیہ سہل طور پر اُن کی زبان سے نکل گیا اور جو کبیدگی میرے دل میں آئی تھی اُس کو میں نے نکال دیا۔

جہاز میں سابق ڈپٹی کمشنر دہلی سے ملاقات | اس جہاز میں میں بھی کئی نئے صاحبوں سے ملاقات ہوئی۔ اتفاق سے ڈی فیٹز پیٹرک صاحب سابق ڈپٹی کمشنر دہلی بھی اسی جہاز میں تھے[۱]۔ اگرچہ مجھ سے اور اُن سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر

۱- یہ صاحب بعد میں پنجاب کے لفٹنٹ گورنر ہوگئے تھے۔
(اسماعیل)

نہایت مہربانی سے ملے - ایک دن پنجابی انتظام کی بھلائی برائی کا ذکر آیا ، میں نے کہا کہ ہاں ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ[1] ہے اور بلاشبہ سکھوں کی عملداری سے ہزاروں درجے بہتر ہے ، شاید پنجاب کے لوگ خوش ہوں اور پسند کرتے ہوں کیونکہ اُن کو آگ میں سے (یعنی سکھوں کی عملداری میں سے) نکال کر دھوپ میں بٹھایا ہے مگر ہم لوگ اُس کو پسند نہیں کر سکتے؛ پنجاب گورنمنٹ یا بے قانونی ملک کی گورنمنٹ کی بھلائی یا برائی دھلی ، پانی پت ، رھتک ، حصار ، سرسہ وغیرہ اضلاع سے پوچھنی چاہیئے جو ایک زمانے میں قانونی ملک تھا اور اب بے قانونی تحت انتظام پنجابی ہے - جہاں تک مجھ کو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ غدر میں جہاں اور سزائیں اہل دھلی اور اُس کے متعلق اضلاع کو دی گئیں منجملہ انہی سزاؤں کے ایک یہ بھی سزا ہے کہ دھلی اور اس کے متعلق اضلاع میں پنجابی انتظام کیا گیا اور بے قانونی ملک بنایا گیا -

حقیقت یہ ہے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا جس میں ڈسپاٹک گورنمنٹ کو لوگ پسند کرتے تھے اور نہ اب وہ بھلائیاں ہیں جو ہزاروں برائیوں کے ساتھ اگلے زمانے کی ڈسپاٹک گورنمنٹ میں ملی ہوئی تھیں اور جن سے اُن برائیوں کا علاج ہوتا تھا ،

چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

اب اُن کا ہونا کسی ڈسپاٹک گورنمنٹ میں ممکن نہیں ہے - وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بجائے کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ کے ڈسپاٹک گورنمنٹ جیسی کہ قدیم سے

۱- غیر قانونی اور مطلق العنان حکومت - (اسماعیل)

تھی ، زیادہ تر مفید ہوگی وہ نہایت غلطی میں ہیں ۔ اُن کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی باغ کو صرف موسم خزاں میں دیکھ کر اُس کی بھلائی برائی کی نسبت رائے لگائے اور موسم بہار کا کچھ بھی خیال نہ کرے ۔

نہر سویز کے انجنیر سے ملاقات | نہایت خوشی اور بہت ہی مبارکی جو اس جہاز میں ہوئی وہ مسٹر ڈی لسپس صاحب بہادر کی ملاقات ہے ۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ یہ صاحب وہ فرانسیسی انجنیر ہیں جنھوں نے نہر سویز بنانے کی تجویز کی اور باوجودیکہ تمام یورپ کے بڑے بڑے انجنیر کہتے تھے کہ اس نہر کا بننا غیر ممکن ہے مگر صرف اسی عالم اور دانا اور دلاور انجنیر کی تجویز تھی کہ بے شک بنے گی اور میں بناؤں گا ۔ چنانچہ جیسا اُس نے کہا تھا ویسا کر دکھایا ، دو سمندروں کو ملایا اور سویز کی نہر کو بنایا ۔

یہ صاحب جناب پرنس آف ویلز کے ساتھ تھے جبکہ جناب ممدوح نہر سویز کے ملاحظے کو تشریف لائے تھے اور سویز سے اس جہاز میں سوار ہوئے تھے ۔ ایک دن کے بعد مجھے اُن کا حال معلوم ہوا ۔ وہ انگریزی بھی نہیں جانتے تھے ۔ ہمارے جہاز کے کپتان صاحب نے جو فرانسیسی جانتے تھے میری ملاقات کرائی ، نہایت اخلاق اور تواضع سے ملے اور نہایت خوشی سے ہاتھ ملایا ۔ اُس وقت معلوم ہوا کہ کسی قدر عربی بولتے ہیں ۔ میں نہایت خوش ہوا اور چند باتیں عربی میں کیں مگر عربی میں بھی بہت تھوڑی معمولی باتیں بول سکتے ہیں ، کوئی مضمون یا لمبی بات نہیں کہ سکتے ۔ اُس دن سے برابر ہمیشہ نہایت مہربانی سے ملتے رہے اور ہرروز گھنٹوں تک میں اور وہ ایک میز پر بیٹھے لکھا کرتے تھے ۔ ایک دن انھوں نے سب لوگوں کے سامنے نہر سویز کا حال بیان کیا

اور بعضی پرانی نشانیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کی جو اس کے قرب و جوار میں ھیں، بیان کیں - مجھ سے کہنے لگے کہ جب تم ولایت سے پھروگے تو امید ھے کہ نہر کے راستے تمھارا جہاز جاوے گا - ان کا بیان ھے کہ چھ مہینے بعد نہر بالکل جاری ھو جائے گی اور بڑے بڑے جہاز و اسٹیمر اس میں آمد و رفت کریں گے - غرضیکہ ایسے شخص کی ملاقات سے جو دلیری اور جرأت میں بھی ایسا ھی کامل ھے جیسا کہ اپنے فن میں اور حقیقت میں یکتائے دھر و بے مثل و نظیر ھے، مجھے نہایت خوشی ہوئی بلکہ میں نے اپنا فخر سمجھا -

جہاز میں انجنیر نہر سویز کو ایڈریس اور اس کا نہایت قابل تعریف اور مخلصانہ جواب

جب کہ ایک دن مارسیلز پہنچنے کا باقی رہا تو تمام انگریزوں نے جو جہاز میں تھے صلاح کی کہ ڈی لسپس صاحب کو ان کی کامیابی نہر سویز پر ایک ایڈریس بطور مبارکبادی کے دیا جاوے - چنانچہ ۲۸ مئی کو کھانے کے بعد ایڈریس پیش کیا گیا؛ اول کپتان سیتھون صاحب نے بہت لمبی اسپیچ کی اور پھر مسٹر اوزلی نے اور اس کے بعد جنرل ٹیپ صاحب نے، اس کے بعد مسٹر بٹیلٹ نے، اس کے پیچھے مسٹر ساونڈرس نے، تب ایک مختصر ایڈریس مبارکبادی انجام و کامیابی نہر سویز جس پر تمام لوگوں کے جو جہاز پر تھے، دستخط تھے اُن کو دیا گیا - انھوں نے کھڑے ھو کر اس کو لیا اور جواب میں ایک لمبی اسپیچ بطور شکریہ فرانسیسی زبان میں کی - عمدہ الفاظ قابل یادگاری جو ان تمام اسپیچوں میں تھے وہ یہ ھیں؛ جنرل ٹیپ صاحب نے اپنی اسپیچ میں کہا تھا کہ نہایت زیبا ھے کہ بجائے نہر سویز کے نہر لسپس اس کا نام رکھا جاوے - بلا شبہ اُن کا یہ کہنا بہت بجا تھا کہ ایسے

آدمی کی جہاں تک قدر اور یادگاری اور عزّت کی جا سکے وہ کی جاوے ۔ جبکہ مسٹر ڈی لسپس نے اسپیچ کی تو اس میں انہوں نے کہا کہ میری خوشی اور میرا فخر اس میں نہیں ہے کہ اس نہر کا نام نہر لسپس ہو بلکہ میری خوشی اور میرا فخر اس میں ہے کہ یہ نہر فرنچ نہر کہلاوے ۔

انجنیر صاحب کے جواب پر سرسیدؒ کے خیالات | جس وقت کہ میں نے بذریعہ ایک دوست کے جو وہاں موجود تھا یہ مضمون سمجھا میرے دل میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ گویا میں اس کی آواز سنتا تھا اور میں نے اس دلاور آدمی کی اس فیاضی پر کہ اپنی قوم کی نام آوری پر ایسا غش ہے کہ اپنی خوشی اور اپنی عزت اس میں سمجھتا ہے ، ہزار آفرین کی اور اپنی قوم پر جن کا کام بجز حسد اور بغض اور اپنی ذاتی جھوٹی شیخی جتانے کے اور کچھ نہیں ہے افسوس کیا اور یقین جانا کہ ایسی ہی بد خصلتوں سے ان کو ایسی بد نصیبی و ذلّت نے گھیرا ہے ۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا ۔

یہ بھی واضح ہو کہ در حقیقت یہ نہر فرنچ نہر کے نام سے مشہور ہے ۔ سویز میں عموماً تمام آدمی قلی سے لے کر بھلے مانس تک 'فرنچ کنال ، فرنچ کنال' اس کا نام لیتے ہیں ۔ در حقیقت فرانسیسیوں نے یہ ایسا بڑا کام کیا ہے کہ اگر اس سے نیا سال شروع کیا جائے تو بھی زیبا ہے ۔

انگریزی ذہنیت ہندوستانیوں کے متعلق | جیسی عجیب بات مسٹر ڈی لسپس کو جہاز میں ایڈریس دینے کی ہوئی ویسی ہی اس کے بر خلاف ایک چیز میں نے دیکھی جس سے مجھ کو کمال تعجب ہوا ۔ مس کار پینٹر صاحبہ اپنی کتاب میں ہر ایک سے کچھ رائیں

لکھواتی ھیں جس کا میں نے پہلے ذکر لکھا ھے - ھمارے شفیق میجر جنرل ہیبنگٹن صاحب سے بھی انھوں نے لکھنے کو کہا ؛ چنانچہ انھوں نے اپنی ایک رائے لکھی ، اس میں انھوں نے ھندوستانیوں کی نسبت یہ کلمے کہے ھیں :

" Ungrateful and heartless " "احسان فراموش اور بےدل یا بے ھمت"۔ ان لفظوں کے دیکھنے سے مجھے تعجب یہ ھوا کہ باوجودیکہ وہ نہایت بشاشت سے ھندوستانیوں سے ملے مگر اُن کے دل میں ھندوستانیوں کی طرف سے کیا بات سمائی ھوئی ھے - یہ سب نتیجے اسی بات کے ھیں کہ ھندوستانیوں اور انگریزوں میں ملاپ نہیں ؛ ھندوستانی تو انگریزوں کی نسبت عجب قسم کے خیالات رکھتے ھیں اور انگریز ھندوستانیوں کی نسبت اور کچھ شبہ نہیں کہ اکثر دونوں غلطی میں ھیں -

ایک با ھمت مسلمان آیا | مساۃ نصیباً آیا ، مسز کوپر ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کے ساتھ اسی جہاز میں ھے - وہ بھی نہر سویز سے کچھ کم عجب نہیں - یہ آیا کانپور کی رھنے والی ھے ؛ قوم پٹھان مسلمان ھے - اُس کا بیان ھے کہ اُس کو یورپ میں آتے ھوئے اکیسویں دفعہ ھے ، ھمیشہ انگریزوں اور اُن کے بچوں کو ٹھیکہ پر ولایت پہنچانے آتی ھے اور پہنچا کر چلی جاتی ھے - انگریزی بخوبی بولتی ھے ، انگلینڈ ، اسکاٹ لینڈ ، آئر لینڈ ، فرانس ، پورچوگل ، لزبن اور اور مقامات یورپ کے اس نے دیکھے ھیں - میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاباش تُو تو مردوں سے بھی اچھی ھے -

ایک دفعہ میں اس سے کھڑا ھوا باتیں کر رھا تھا ، ھمارے شفیق دوست میجر ڈاڈ صاحب بہادر بھی وھاں آ کھڑے ھوئے - میں نے آیا سے پوچھا کہ تمھارا مذھب کیا ھے - اُس نے کہا محمدن یعنی

مسلمان - میجر ڈاڈ صاحب نے یا تو دل لگی سے یا طنز سے مجھ سے کہا کہ ''تمھاری قوم ؟''- میں نے نہایت خوشی اور صدق دلی سے کہا کہ ''ہاں بے شک ہماری قوم ، ہماری قوم ، بلاشبہ تمام انسان ہمارے نسلی بھائی ہیں اس لیے کہ ایک باپ سے پیدا ہوئے اور سب مسلمان ہمارے مذہبی بھائی ہیں جو ایک خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں''۔

اٹلی اور سسلی کے مقامات جو راستہ میں پڑے

اس سفر میں جو اسکندریہ سے مارسیلز تک ہوا نہایت دلچسپ چیزیں دیکھنے میں آئیں - تین دن تک تو ہم نے بجز پانی پانی کے اور کچھ نہیں دیکھا - ستائیسویں تاریخ کو چار بجے کے بعد ہم کو سر زمین اٹلی اور سسلی جن کو عربی میں اطالیہ اور صقالیہ کہتے ہیں ، دکھائی دی - پھر جوں جوں آگے بڑھتے گئے نئے نئے اور عجیب عجیب شہر ہم نے دیکھے - ہمارے دائیں ہاتھ کو اٹلی کا کنارہ تھا اور بائیں ہاتھ کو سسلی کا - جب ہمارا جہاز آبنائے مسینا میں سے گذرا تو دونوں کنارے ایسے پاس ہوگئے تھے کہ گویا ہم ہاتھ پھیلا کر ایک ہاتھ اٹلی کے اور دوسرا ہاتھ سسلی کے کنارے پر رکھ دیں گے -

اٹلی کے کنارے پر مفصلہ ذیل شہر اور قصبے ہم کو ملے جن کے مکانات اور آبادی بخوبی ہم کو دکھائی دیتی تھی :

رگیو ، آرکو ، گیلی گو ، ایڈلا رسا ، گوانائی ، پائنٹ پیکو ، ٹاڑی ڈی کوالو ، سیلا کیسل ،

اور سسلی کے کنارے پر مفصلہ ذیل شہر ہم کو دکھائی دئے :

مسینا ، ریکیوسا ، جی آٹا ، سالگاٹا ، فیرولیٹ -

جب ہم آبنائے مسینا میں گذرتے تھے تو ہم نے بہت چاہا کہ

آتشین پہاڑ ایٹنا کو دیکھیں مگر اُس وقت نہیں دکھائی دیا ۔ جب اُس آبنائے سے نکلے تو ایٹنا سامنے آ گیا اور دوربین کے ذریعے سے بخوبی دکھائی دیتا تھا مگر اُن دنوں میں روشن نہ تھا ۔

گیری بالڈی کی جائے پیدائش کو نہ دیکھ سکنے کا افسوس

افسوس ہے کہ ہمارا جہاز کیپریا کے مقابل اور آبنائے بونی فیشیو میں رات کو گذرا اور اُس سبب سے کیپریا جہاں اس زمانے کے دلاوراعظم گیری بالڈی کا گھر ہے اور جزیرہ کارسیکا جہاں شہنشاہ نپولین اعظم پیدا ہوا تھا اور جزیرہ سارڈینیا دکھائی نہ دئے ۔ مجھ کو کمال آرزو تھی کہ میں اس زمانے کے سب سے بڑے فیاض دلاور گیری بالڈی کے پھونس کے جھونپڑے کی جو بڑے بڑے قیصروں کے محلوں سے بھی زیادہ معزز اور قابل ادب و تعظیم ہے زیارت کروں مگر افسوس کہ رات ہونے کے سبب یہ دولت اور یہ نعمت مجھ کو نصیب نہیں ہوئی ۔

جزیرۂ سارڈینیا کا آتش فشاں پہاڑ

جزیرہ سارڈینیا میں جو آتش فشاں پہاڑ ہے اور جس کا اسٹرامبولی نام ہے ہم کو آنکھ سے بھی اور دوربین سے بھی دکھائی دیتا تھا ۔ یہ پہاڑ تین ہزار فٹ بلند ہے اور جب روشن ہوتا ہے تو دور دور سے اس کی روشنی دکھائی دیتی ہے مگر ان دنوں میں یہ بھی روشن نہ تھا ۔

اٹلی اور سسلی کے بعض خوشنما شہر

اُن شہروں کی خوبی اور خوبصورتی جو ہم کو اٹلی کے کنارے پر ملے ، بیان نہیں ہوسکتی ۔ انگریزی قطع پر جو شہر آباد ہیں وہ فی نفسہ بہت خوبصورت ہیں مگر ان شہروں کا سمندر کے کنارے پر پہاڑوں کی تلہٹی اور چوٹی پر ہونا ایسا لطف دیتا تھا کہ بیان میں نہیں آ سکتا ۔ علاوہ اس کے

پہاڑوں کی قدرتی خوبصورتی سے اُن شہروں کو اور بھی زیبائش ہوگئی تھی؛ اونچے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اکثر گرجا بنے ہوئے تھے جو حد سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے، پہاڑوں پر ٹیڑھی سیدھی سڑکیں شہروں کے بازار عجیب کیفیت سے معلوم ہوتے تھے۔

جزیرہ اٹلی کے گرد سمندر کے کنارے کنارے پہاڑوں کے تلے ریل بنی ہوئی ہے۔ جہاں جہاں سمندر میں کوئی نالہ یا دریا ملا ہے وہاں آہنی پل بڑے لمبے بنے ہوئے ہیں اور جا بجا اسٹیشن وغیرہ ہیں۔ ان سب چیزوں سے سمندر کے کنارے کو اور ہی زیبائش ہوگئی ہے۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی، صرف دیکھنے سے تعلق ہے۔

سسلی کا دارالحکومت مسینا

مسینا جو سسلی کا دارالخلافہ تھا نہایت عمدہ اور بہت بڑا شہر ہے۔ ہمارا جہاز اس شہر کے نہایت قریب سے گذرا تھا، سب کچھ شہر کا دکھائی دیتا تھا؛ شہر کے گرد سمندر کی طرف دیوار بطور فصیل کے ہے، خوبصورت مورچے بھی بنے ہوئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ سسلی میں مدت تک مسلمانوں کی عملداری رہی تھی مگر اس وقت کنارے پر سے ہم کو کوئی مکان مسلمانوں کی عملداری کا دکھائی نہیں دیا مگر کوئی نہ کوئی نشان ضرور وہاں ہوگا۔

فرانسیسی شہر ٹولون میں پہنچنا اور فوجی مشق کا دلچسپ نظارہ

جب کہ ہم آبنائے بونی فیشیو طے کرکے صبح کے وقت شہر ٹولون کے سامنے پہنچے جو فرانسیسیوں کی عملداری کا شہر ہے، وہاں نہایت عمدہ تماشا دیکھا جو ہم نے عمر بھر نہ دیکھا تھا، اگرچہ سنا تھا مگر 'شنیدہ کے بود مانند دیدہ' اور

وہ تماشا یہ تھا کہ فرانسیسیوں کے بارہ جنگی دخانی جہاز وہاں جمع تھے اور اُن کی قواعد ہو رہی تھی اور برابر توپ و گولہ چل رہا تھا ۔ جہاز بالکل اسی طرح جیسے کہ آدمی ، قواعد کرتے ہیں ؛ کبھی دو دو کی ٹکڑی ہو گئی اور کبھی لائن بندھ گئی ، کبھی دور دور فاصلے پر چلے گئے اور پھر آن ملے اور یہ سب باتیں اس طرح پر ہوتی تھیں جیسے پتّا ہوا سے اُدھر اور ادھر اُڑ جاتا ہے ، برابر گولہ جہازوں پر سے چلتا تھا اور جب پانی میں جا کر گرتا تھا تو اُس مقام پر فوارہ کی طرح ایک ستون پانی کا بلند ہو جاتا تھا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ جا کر گولہ گرا ؛ غرضیکہ یہ بھی ایک عجیب کیفیت تھی جو پہلی دفعہ ہمارے دیکھنے میں آئی ۔

پرسکون سمندر لوگوں نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میڈیٹرینین یعنی بحر روم میں تموّج بہت زیادہ ہے اور جہاز کو حرکت بہت ہوتی ہے اور اکثر طوفان بھی ملتا ہے ۔ چونکہ ہم ابھی جہاز کے ہلنے سے تکلیف اٹھا چکے تھے اور صفراء کی حرکت اور جی بتلانا اور قے یا ابکائی کی تکلیف بہت ہی ناگوار معلوم ہوتی تھی اس لیے ہم کو تردّد تھا کہ دیکھیے کیسی تکلیف ہوگی ، مگر تعجب ہے کہ سمندر ایسا سیدھا چپ چاپ تھا کہ ذرا بھی اُس میں تموج نہ تھا ، بالکل سمندر کی ایسی مثال تھی کہ گویا پیالہ میں پانی بھرا ہوا ہے ۔ اکثر مسافر جو جہاز میں تھے کہتے تھے کہ ایسا چپ چاپ سمندر بہت کم دیکھنے میں آیا ہے ۔

ویل مچھلیاں اس سمندر میں ہم نے ویل مچھلیاں متعدّد دفعہ دیکھیں ۔ وہ نہایت خوشی سے پانی کے اُوپر نکلتی تھیں اور پھر غوطہ مار جاتی تھیں ۔ بعض دفعہ دو دو تین تین ایک ہی جگہ

آپس میں کھیلتی ہوئی نکلتیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بلّی کے بچے آپس میں اچھلتے اور کھیلتے ہیں۔ جو مچھلیاں ہم نے دیکھیں وہ بلاشبہ گنگا کی کشتیوں کے عرض کے برابر موٹی اور اس کے طول کے برابر لمبی ہوں گی۔ اس سمندر میں ہم کو بڑی کیفیت آئی اور اگر سمندر ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہو تو شہر کے مکانوں اور باغوں سے بہت زیادہ فرحت بخش ہے۔

پونا جہاز کے دونئے کھیل اس جہاز میں علاوہ ان کھیلوں کے جو پہلے جہاز میں کھیلے جاتے تھے یہ دو کھیل اور کھیلے گئے، ہندوستان میں بھی انگریز اور میمیں اکثر یہ کھیل کھیلتی ہیں۔

(۱) ایک مربع تختہ بنا ہوا تھا اور اس پر حسب مندرجہ ذیل خانے بنا کر ہندسے لکھ دیے تھے اور جست کی گول گتیاں ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بنی ہوئی تھیں اور فاصلۂ معیّن سے وہ گتیاں خانوں میں ڈالتے تھے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں چھ چھ گتیاں ہوتی تھیں؛ جو شخص ایسے خانوں میں گتیاں ڈال دے جن کے اعداد کا مجموعہ اکتیس ہو وہ میری ہوتا ہے۔ انگریزی میں اس کھیل کا نام بُل ہے اس لیے کہ بُل بیل کو کہتے ہیں اور جہاں میں نے پھول بنا دئے ہیں وہاں بیل کی صورت بنی ہوئی ہوتی ہے۔

★	۱۰	★
٦	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

(۲) دوسرا کھیل یہ تھا کہ لوھے کے موٹے تاروں کی محرابیں اس طرح پر کھڑی کی تھیں جیسے کہ نقشے میں ھیں اور ایک کاٹھ کی موگری سے کاٹھ کی گتیاں معیّن محرابوں سے نکالتے ھیں۔ زمین پر جب یہ کھیل کھیلتے ھیں تو بجائے کاٹھ کی گتیوں کے کاٹھ کے انٹے ھوتے ھیں ، جہاز کی حرکت کے سبب بجائے انٹوں کے چپٹی گول گتیاں بنائی ھیں - اس کھیل کو مسٹر ڈی لسپس اور ان کی بہو اور بیٹی اور فرنچ مسافر جو جہاز میں تھے بہت کھیلتے تھے - انگریزی میں کروکی اس کھیل کا نام ہے -



پونا جہاز کی مسافت | نقشۂ مندرجہ ذیل سے معلوم ھوگا کہ ھمارا جہاز سمندر میں کس راہ سے ھو کر مارسیلز میں پہنچا اور کس قدر روز چلا :

تاریخ	عرض مقام		طول مقام		رفتار جہاز بحساب میل
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۲۵ اپریل ۱۸۶۹ء	۳۳	۲۹	۲۵	۲۳	۲۶۳
۲۶ اپریل ۱۸۶۹ء	۳۵	۳۰	۲۱	۲۲	۲۴۴
۲۷ اپریل ۱۸۶۹ء	۳۷	۴۲	۱۶	۲۲	۲۷۴
۲۸ اپریل ۱۸۶۹ء	۴۰	۱۷	۱۱	۵۴	۲۷۲
۲۹ اپریل ۱۸۶۹ء	۴۲	۲۷	۶	۴۰	۲۷۳

مارسیلز کی بندرگاہ مارسیلز کی لنگرگاہ بھی نہایت عجیب و غریب ہے - سمندر کے کنارے دیوار اٹھا کر بہت بڑا چبوترہ بنایا ہے - جہاں چبوترے کی دیوار بنائی ہے وہاں اتنا گہرا پانی ہے کہ بڑے سے بڑا جہاز چبوترے کی دیوار تک چلا جاتا ہے؛ چنانچہ ہمارا دخانی جہاز بھی اس چبوترے کی برابر جا لگا اور جہاز میں سے قدم اٹھا کر چبوترے پر رکھ دیا -

بندرگاہ پر سامان کی تلاشی کا طریق مارسیلز فرانسیسیوں کی عملداری میں ہے - تھوڑی دیر پہلے جہاز کے پہنچنے سے ، تمام صندوق اور بکس جس قدر تھے وہ جہاز کے تہہ خانوں میں سے نکال کر جہاز کی چھت پر رکھ دیے تھے اور ہر ایک کے نام کا یا کسی حرف کا ٹکٹ ہر ایک شخص کے صندوقوں پر لگا دیا تھا - جب جہاز کنارے پر پہنچا اسی وقت فرانسیسی افسر پرمٹ کے محصول لینے والے آئے اور سب صندوق اُن کے سپرد ہو گئے - انھوں نے

کسٹم ہاؤس کے نہایت بڑے کمرے میں میزوں پر ہر ایک کے نام یا ہر ایک حرف کے صندوق چن کر علیحدہ علیحدہ لگائے اور تمام مسافر ایک نہایت اچھے کمرے میں جو اُس کے پاس تھا اور جس میں کرسیاں اور کوچیں نہایت عمدہ لگی ہوئی تھیں، جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک پتلا سا دروازہ کھلا جو اُس بڑے کمرے یعنی کسٹم ہاؤس میں جانے کی راہ تھی۔ مسافر ہجوم کرکے جلدی سے اندر جانا چاہتے تھے مگر محافظ دروازہ تعداد مناسب سے زیادہ کو اندر جانے نہیں دیتا تھا۔ وہاں ان صندوقوں کو کھول کر تلاشی لیتے تھے کوئی محصولی مال تو نہیں ہے مگر تلاشی نہایت نرمی اور آسانی سے لیتے تھے؛ بعض دفعہ اشراف صورت کی بات پر کہ کوئی محصولی مال نہیں ہے اکتفا کرتے تھے اور اگر کوئی اشراف صورت کہتا تھا کہ اس قدر فلاں مال محصولی ہے تو بلا تکرار اسی قدر کا محصول لے لیتے تھے۔ ہمارے پاس دس صندوق تھے اور ان صندوقوں میں ایک جوڑہ شال کا نیا علیحدہ پلندے میں بندھا ہوا تھا۔ بعض دوستوں نے کہا کہ اگرچہ یہ مال محصول کا نہیں ہے کیونکہ استعمال کے لیے ہے پھر علیحدہ پلندہ بنانا کچھ ضرور نہیں؛ چنانچہ ہم نے پلندہ کھول کر شال کو اپنے کپڑوں کے ساتھ رکھ دیا۔ جب ہمارے صندوقوں کی نوبت آئی تو مرزا خدا داد بیگ اور محمد حامد مع چھجّو کے اس کمرے میں گئے۔ وہاں کے افسر نے پوچھا کہ پہننے کے کپڑے میں کوئی محصولی چیز تو نہیں؟ مرزا صاحب نے کہا کہ کوئی محصولی چیز نہیں۔ اس نے پوچھا کہ تمباکو تو نہیں انھوں نے کہا نہیں۔ اُس افسر نے کہا کہ اچھا لے جاؤ۔ اُسی وقت قلیوں نے جو وہاں موجود تھے ہاتھوں ہاتھ اسباب اُٹھا کر باہر رکھ دیا اور مہر تلاشی ہو جانے

کی کر دی ۔ واضح ہو کہ یہ طریقہ اسی اسباب کی تلاشی کا تھا جو مسافروں کے ساتھ کا تھا ۔ غالباً کُل مسافروں کی تلاشی میں دو ڈھیڑھ گھنٹے سے زیادہ نہ لگا ہوگا ۔

پیننسلا اور ئینٹل کمپنی کا قابل تعریف انتظام | یہ وہ کمپنی ہے جس کے دخانی جہازوں میں ہم نے بمبئی سے مارسیلز تک سفر کیا ۔ یہ کمپنی صرف مارسلیز تک مسافروں کے پہنچانے کا انتظام کرتی ہے ۔ چنانچہ جو ذمہ داری اس کی تھی وہ اس مقام پر ختم ہوئی ، اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جو ہماری رائے نسبت اس کمپنی کے کاروبار اور انتظام کے ہے ، وہ بھی لکھ دیں ۔

میں حد سے زیادہ اس کمپنی کی خوبی اور انتظام کی اور جو آسائش کہ مسافروں کو اس کمپنی کے جہازوں میں تھی ، تعریف کرتا ہوں ۔ بمبئی میں ہم نے تمام اسباب جو صندوقوں میں بند تھا اور جن پر ہمارے نام کے ٹکٹ لگے ہوئے تھے ، کمپنی کے گودام میں سپرد کر دیا ۔ ایجنٹ نے ایک ٹکٹ دیا کہ فلاں وقت پر فلاں گھاٹ پر ایک چھوٹا اسٹیمر مسافروں کو بڑے جہاز تک لے جانے کو آوے گا ، آپ اس پر سوار ہوں کیونکہ بڑا جہاز بمبئی کے کنارے تک نہیں آتا ۔ چنانچہ ہم اسی طرح سوار ہوئے ۔ جب جہاز میں پہنچے تو اپنا کمرہ آراستہ اور مرتب پایا اور ہمارا اسباب کمرے میں نہایت خوبی سے سجا ہوا تھا اور جو غیر ضروری تھا وہ تہ خانہ میں رکھ دیا گیا تھا ۔ سویز سے الیگزنڈریہ (اسکندریہ) تک ریل کے سفر کا بھی ذمہ اسی کمپنی کا تھا ۔ کمپنی کے ایجنٹوں نے ایسی عمدگی سے انتظام کیا تھا کہ گاڑیاں تجویز کرکے ہر ایک نام کے ٹکٹ گاڑیوں پر لگا دئے تھے ۔ ہمارا نام جس گاڑی پر تھا ہم سب لوگ آرام سے اس میں جا بیٹھے ۔ جب الیگزنڈریہ میں پہنچے اور 'پونا' جہاز

ملا ، ریل پر سے اتر جہاز میں چلے گئے - وہاں اپنا کمرہ مرتب پایا اور سب اسباب سجا ہوا ملا - ہم نہیں جانتے کہ وہاں تک کون اسباب لیے گیا اور الیگزنڈریہ یا سویز میں کچھ تلاشی ہوئی یا نہیں مگر ہمارے پاس کوئی اسباب محصولی نہ تھا اور ہم نے قواعد معیّنہ کمپنی سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا تھا - جب سب لوگ ریل پر بیٹھ لیے تو ایجنٹ کمپنی نے ہر گاڑی میں آ کر سب کا حال دریافت کر لیا -

جہازوں پر کھانا نہایت عمدہ اور متعدد اقسام کا با افراط تھا اور تر و خشک میوہ جس قدر کھا سکو میز پر موجود تھا - شراب اس قدر افراط سے پینے والوں کو پینے کو ملتی تھی کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا - بعض انگریز شکایت کرتے تھے کہ بمبئی سے سویز تک کھانا اچھا نہیں ملتا مگر یہ شکایت میری دانست میں صحیح نہ تھی کیونکہ گرم ملک میں گوشت نہایت اچھا نہیں ہوتا - بلا شبہ الیگزنڈریہ سے مارسیلز تک جیسا عمدہ گوشت تھا ہم نے تو آج تک ویسا عمدہ گوشت نہیں دیکھا تھا - غرضیکہ یہ کمپنی نہایت عمدہ ہے اور تمام مسافروں کو اس کا شکر گذار ہونا چاہیئے -

بندرگاہ سے ہوٹل تک | جب کہ ہم لنگرگاہ مارسیلز میں جہاز سے اترے تو ہم نے دیکھا کہ بہت سی گاڑیاں اور اومنی بس کھڑی ہوئی ہیں اور وہاں چند اشخاص نہایت معقول اور اشراف صورت کھڑے ہوئے ہیں (یہ لوگ ہوٹلوں کے کمشنر تھے) - انھوں نے پوچھا کہ آپ کس ہوٹل میں تشریف لے جاویں گے - ہم نے کہا کہ ” ہوٹل دلوور “ میں - ہم نے پہلے سے ٹھہرا لیا تھا کہ اس ہوٹل میں اتریں گے - یہ سنتے ہی اس ہوٹل کا کمشنر ہمارے پاس آیا اور اومنی بس جو اس ہوٹل کا تھا حاضر کیا اور ہمارے تمام اسباب

کی خود سر براہی کر کے سب لدوا لیا ، ہم کو کچھ بھی کرنا نہیں پڑا ۔ اسی طرح اور مسافروں کو بھی جو اُس ہوٹل میں جانے والے تھے اُس نے لیا اور اومنی بس ہنکوا ہوٹل میں جا اُتارا ۔

شہر مارسلیز راستے میں ہمارا گذر شہر مارسیلز میں ہوا ۔ رات کا وقت تھا اور یہ پہلا یورپ کا شہر ہے جس کو ہم نے دیکھا ۔ جبکہ ہمارا اومنی بس بازار میں پہنچا ہم دیوانوں کی طرح ادھر اُدھر دیکھنے لگے ۔ کبھی ایسا آراستہ بازار اور اس قدر روشنی شیشۂ آلات میں ہم نے کبھی دیکھی نہ تھی ۔ دیوالی میں جو روشنی ہندوستان میں ہوتی ہے اُس کی کچھ بھی حقیقت نہ تھی ۔ دوکانوں کا رخ جو بازار کی طرف ہے ، نہایت آراستہ ہے اور بالکل سر تا سر شیشوں کے دروازے اور شیشے کی دیواریں بنی ہوئی ہیں ۔ ایک ایک شیشہ دس دس فٹ لمبا اور بعضا اسی قدر چوڑا اور بعضا اس سے کم لگا ہوا ہے ، ایک دروازے میں ایک شیشہ عموماً لگا ہوا تمام اسباب جو دوکان میں سجا ہوا ہے باہر سے بالکل دکھائی دیتا ہے اور ایسی خوبی سے آراستہ ہے کہ ایک باغ معلوم ہوتا ہے ۔ عموماً دوکانوں میں لیمپ اور فانوسیں اور جھاڑ اور سڑک پر نہایت نفیس لالٹینیں گیس کی روشنی سے روشن ہیں اور ان کا عکس جو شیشوں میں پڑتا ہے ایک عجیب کیفیت دکھاتا ہے ۔ چونکہ ایسا شہر اور اس قدر آراستہ ہونا ہمارے خیال میں بھی نہ تھا بلکہ ہم نے ہندوستان میں کسی امیر کا دولت خانہ بھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا تھا ، اس واسطے حقیقت میں ہم حیران اور متحیر ہو گئے کہ یہ کیا چیز ہے ۔

مارسیلز کے شراب خانے اُسی بازار میں دو تین مکان نظر پڑے جو سب سے زیادہ آراستہ تھے ۔ ان کی دیواریں اور دروازے جو

بازار کی جانب تھے بالکل آسی قدر بڑے بڑے شیشوں کے تھے اور
چھت بھی جو ماھی پشت یا کھپریل نما تھی وہ بھی ، بالکل اسی طرح
شیشے کی تھی اور اندر نہایت نفیس چینی کے گملوں میں طرح طرح
کے درخت اور پھول اور بیل دار درخت لگے ہوئے تھے - کہیں
کہیں سرو کے درخت بھی گملوں میں لگے ہوئے تھے اور نفیس نفیس
نہایت خوبصورت کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور ایک میز آگے لگی
ہوئی تھی اور بہت سے لوگ اس میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کچھ
عورتیں بھی دور دور دکھائی دیتی تھیں اور متعدد جھاڑ اور لیمپ
اور فرشی جھاڑ گیس کی روشنی سے روشن تھے - میں نے ہرگز کوئی
مکان ایسی خوبصورتی سے آراستہ ہوا نہیں دیکھا تھا - اس وقت مجھ
کو یقین ہوا کہ کوئی بہت بڑی شادی ہے اور لوگ جمع ہیں اور
مکان آراستہ ہے مگر جب صبح کو دیکھا اور تحقیق کیا تو معلوم
ہوا کہ عام لوگوں کے شراب پینے کے لیے شراب خانے ہیں - لوگ
جمع ہوتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور اسی طرح کے بہت سے
شراب خانے ہیں اور ایک ایک سے زیادہ اور عمدہ آراستہ ہے - کیا خدا
کی قدرت ہے کہ عام لوگوں کو بھی یہاں تک کہ قلی اور
مزدوروں کو بھی ایسی آراستگی سے شراب پینی میسر ہے کہ جمشید
کو کبھی خیال میں بھی میسر نہ ہوئی ہوگی !

مارسیلز ہوٹل کی کیفیت | ہوٹل مارسیلز کا جس کا نام ہوٹل
ڈی دلوور ہے اور جس میں ہم ٹھہرے تھے ، نہایت عجیب اور
عمدہ ہوٹل ہے - بیچ میں بطور بیضوی دائرے کے صحن ہے اور
چاروں طرف کمرے بنے ہوئے ہیں - سات منزل ہوٹل ہے اور
اوپر تلے کمرے بنتے چلے گئے ہیں اور صحن کے اوپر شیشے کی
چھت ہے جس کے سبب سے پانی برف کچھ نہیں آ سکتا اور روشنی

بخوبی ہے - ہم کو پانچویں درجے میں کمرے ملے تھے کیونکہ اور سب گھرے ہوئے تھے۔ ایک سو بیس سیڑھیاں چڑھے تب اپنے کمروں میں پہنچے - ہر جگہ گیس کی روشنی تھی اور ہر کمرہ نہایت خوبی سے آراستہ تھا - ایک نوکر ہوٹل کا ہمارے ساتھ تھا وہ کمروں میں پہنچا کر چلا گیا -

ہوٹل میں ملازم کو بلانے کا عجیب انتظام | میرے دل نے اسی وقت چاء پینے کو چاہا ، میں حیران ہوا کہ نوکر کو کیونکر بلاؤں اور اس قدر نیچے کون جائے - اسی فکر میں تھا کہ مجھے خیال آیا کہ ولایت کے بڑے ہوٹلوں میں ایک کل لگی ہے کہ جہاں اس کو ہاتھ لگایا اور برقی قوت سے یا پہیہ کی حرکت سے گھنٹہ بجا اور آدمی آیا - اسی خیال میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ یکایک میری نگاہ دیوار پر پڑی - وہاں ہاتھی دانت کا نہایت خوبصورت پھول لگا ہوا تھا - میں نے خیال کیا کہ وہی چیز ہے - میں اس کے پاس گیا اور انگوٹھا لگا کر ذرا دبایا اور جہاں نوکر بیٹھے رہتے ہیں وہاں گھنٹہ بجا - ایک دو منٹ نہیں گزرنے پائے تھے نوکر حاضر ہوا - اس کو چاء کے لیے کہا ، اسی وقت بنا لایا مگر مجھ کو یہ خلجان رہا کہ اس نے یہ کیونکر جانا کہ فلاں کمرے میں بلایا ہے ؟ خیر رات کو سو رہے ، صبح اٹھ کر میں اس کمرے میں گیا جہاں خدمت گار ہوٹل کے جمع رہتے ہیں - میں نے دیکھا کہ وہاں ایک گھنٹہ لگ رہا ہے اور گھنٹہ کے نیچے ایک تختہ لگا ہوا ہے اور اس میں بہت سے خانے بنے ہوئے ہیں جس کمرے میں مسافر نے اس پھول کو دبایا اسی وقت وہ گھنٹہ بجا اور فی الفور ایک خانہ میں ایک نمبر دکھائی دیا مثلاً ۴ یا ۶ یا ۹ وغیرہ ؛ پس خدمت گار نے جانا کہ فلاں نمبر کے کمرے میں بلایا ہے - پھر

یہ نمبر از خود آہستہ آہستہ دو منٹ کے عرصے میں غائب ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس لیے غائب ہوتا ہے کہ اگر شاید خدمت گار وہاں حاضر نہ ہو اور گھنٹہ کی آواز سن کر دوڑے تو نمبر موجود رہے تاکہ اس کو دیکھ کر جان لے کہ کس کمرے میں جانا ہے۔

مارسیلز کی عمومی کیفیت | فرانس کی سلطنت کے شہروں میں مارسیلز کچھ بڑا شہر نہیں ہے۔ تھوڑے دنوں سے اس کی ترقی اور آبادی شروع ہوئی ہے۔ حال کی خانہ شماری کی رو سے تین لاکھ ایک سو اکتیس آدمی اس میں رہتے ہیں۔ انجنیری کے متعلق کارخانوں میں سات ہزار آدمی نوکر ہیں، باون دخانی کلیں ہیں جو صابن بناتی ہیں اور ہر سال سولہ لاکھ اسّی ہزار من صابن بنتا ہے، اٹھائیس دخانی کولھو تیل بنانے کے ہیں اور ایک لاکھ بارہ ہزار من ہر سال تیل بنتا ہے۔ ہر سال سرخ ترکی ٹوپی پچاس ہزار تیار ہوتی ہیں؛ گرجا اور میوزیم اور پبلک کتب خانہ اور پکچر گیلری اور تھیٹر، زولاجیکل گارڈن (چڑیا گھر) موجود ہیں۔

بازار کی پر لطف سیر | تیسویں اپریل ۱۸۶۹ء روز جمعہ کو ہم نے وہاں مقام کیا تاکہ ایسا خوبصورت شہر دن میں دیکھا جاوے۔ ایک گاڑی دو گھوڑوں کی منگائی اور قریباً تمام شہر میں پھرے۔ ایسی وسیع اور صاف اور خوبصورت اور ایسی ایسی عمدہ آراستہ دوکانیں دیکھنے میں آئیں کہ بیان نہیں ہو سکتا، بازاروں میں مٹی یا تنکے یا کوڑے کا نام تک نہ تھا؛ تمام عمارت نہایت صاف اور اجلی، زن و مرد نہایت صاف اور وضع دار، ہر طرح کی خوبصورتی میں آراستہ نظر آئے۔

عجائب گھر اور چڑیا گھر | میوزیم (عجائب گھر) نہایت عمدہ اور

خوبصورت مکان تعمیر ہوا ہے اور کسی قدر اس وقت بھی بن رہا تھا ۔ زولاجیکل گارڈن (چڑیا گھر) نہایت خوبصورت ہے اور ہر قسم کے عجیب عجیب جانور وہاں ہیں ۔ زرافہ ایک احاطے میں پھرتا ہے اور سردی میں اس کے رہنے کے لیے ایک مکان بنا ہوا ہے ، اس مکان پر مسلمانوں کے جھنڈے کا نشان ہے اور یہ عربی عبارت لکھی ہوئی ہے ، خدیو مصر نے یہ تحفہ اس میوزیم میں بھیجا ہے ا۔

(نقل کتبہ)

ماشاء اللہ مما خلق

کیف لاینده شریها ۔ لطلعت زرافة المعانی من ینظرها

من المحاسن و اللطائف

اس گارڈن میں ایک ہاتھی بھی ہے اور نہایت عجائبات سے گنا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کو دیکھتے ہیں ۔ متوسط قد کا ہاتھی ہے مگر نہایت دبلا ہو رہا ہے ؛ بے چارہ ایک مکان میں بند ہے ۔

اسی باغ میں ایک نہایت بڑی مچھلی کا پورا ڈھانچہ ہے ، لوہے کی سلاخوں پر زمین سے قد آدم اونچا رکھا ہوا ہے ؛ اب بھی وہ ڈھانچہ اکیس قدم لمبا ہے ، نہایت عجیب قابل دیکھنے کے تھا ۔

عظیم الشان گرجا | نہایت عمدہ اور نئی عمارت اس شہر میں (نیو کیتھیڈرل) یعنی نیا صدر گرجا ہے ۔ یہ ایک چھوٹے سے پہاڑ پر بنایا گیا ہے ، سفید پتھر کا ہے ، نہایت ہی خوبصورت ہے ۔ ہم اس کے اندر گئے اور نہایت عمدہ عمارت اور بہت ہی خوبصورت دیکھی ۔ جہاں بشپ بیٹھتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے ، وہاں پوری قد آدم سنگ مرمر کے پتھر کی حضرت مریم کی مورت بنی ہوئی

ا- یہ کتبہ بعینہ نقل ہے ۔

کھڑی ہے اور ان کی گود میں حضرت عیسیٰ[4] ہیں؛ غرضیکہ ہندوؤں کے دھرا (مندر) میں اور ان کے گرجا میں کچھ بھی فرق نہیں تھا۔ آج کے دن ہزاروں عورت اور مرد اس گرجا میں آتے تھے اور بطور میلے کے ہر قسم کی دوکانیں پہاڑ پر لگی ہوئی تھیں اور کافی اور شراب کی دوکانیں اکثر جگہ تھیں۔

پہاڑ کے اوپر سے مارسیلز کا نظارہ اس پہاڑ پر سے شہر نہایت خوبصورت دکھائی دیتا ہے اور سارا شہر اور اس کے بڑے بڑے مکانات سب پہاڑ کے نیچے معلوم ہوتے ہیں۔ پہاڑ کے اوپر بہت دور تک بگّھی و چیرٹ برابر اڑے ہوئے جاتے ہیں، پھر شاید کئی سو سیڑھیاں چڑھ کر گرجا تک پہنچنا ہوتا ہے۔

گاڑیوں کا پہاڑ پر چڑھنا یہاں ایک عجیب بات چیرٹ اور فٹن وغیرہ، میں دیکھی۔ پہاڑ پر چیرٹ کو چڑھا کر لے جاتے ہیں باوجودیکہ نہایت پھسلوان اور ڈھلوان سڑک ہوتی ہے۔ جب اس ڈھال پر سے چیرٹ اترنے کو ہوتا ہے تو کوچوان ایک کل پھراتا ہے اور فٹن اور چیرٹ کے پچھلے دونوں پہیوں میں ایک پرزہ لوہے کا جاچمٹتا ہے جس کے سبب سے وہ دونوں پہیے پھرنے سے بند ہو جاتے ہیں؛ صرف اگلے دو پہیے پھرتے ہیں اور نہایت آہستگی سے گاڑی اترتی ہے اور ڈھلکنے کا مطلق خوف نہیں رہتا۔

ناچ گھر رات کو ہم پھر شہر دیکھنے کو نکلے اور اکثر بازاروں میں وہی کیفیت بلکہ اس سے زیادہ دیکھی۔ ایک مکان بہت بڑا اور ایسا ہی مکلّف جیسے کہ شراب خانوں کے مکانات تھے، دکھائی دیا۔ ہوٹل کا کمشنر جو ہمارے ساتھ تھا اس نے کہا کہ یہ 'کزنیو'

ہے یعنی ہر روز گانا ہونے کا مکان ہے - ہم بھی اُس میں گئے - دیکھا کہ نہایت آراستہ مکان ہے اور باغ سا لگا ہوا ہے شیشوں کا اور شیشہ آلات کا کچھ حساب نہیں ، سینکڑوں کرسیاں بچھی ہیں اور ہر کرسی کے سامنے چھوٹی سی میز ہے، کوئی چاء پیتا ہے ، کوئی کافی ، کوئی شراب ، خدمت گار متعین ہیں اور سب چیز حاضر کرتے ہیں اور سامنے نہایت مکلّف شہ نشین بنی ہوئی ہے - اُس میں گانے والے اور گانے والیاں اور باجا بجانے والے ہیں ، جو شخص چاہے ٹکٹ لے اور اُس مکان میں جاوے ، جب تک چاہے گانا بجانا سنے ؛ قیمت ٹکٹ کی بقدر چھ آنہ ہندوستان کے ہے - ہم تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے اور تماشہ دیکھ کر چلے آئے ؛ کہانیوں میں بھی ایسی کیفیت نہیں سنی تھی جو آنکھوں سے دیکھی -

مارسیلز سے روانگی اور ہوٹل کا حسن انتظام

یکم مئی ۱۸۶۹ء روزشنبہ کو ہم مارسیلز سے روانہ ہوئے- وہی عمدہ اومنی بس جو ہم کو لنگرگاہ مارسیلز سے ہوٹل میں لایا تھا ، حاضر ہوا- افسران ہوٹل نے سب ہمارے بکس اسباب کے لے لیے اور ان پر اپنے دفتر کے ٹکٹ لگا دئے اور سب اسباب اومنی بس کی چھت پر رکھ دیا اور ہم سب لوگ اومنی بس میں جس میں نہایت نفیس دوگھوڑے جتے ہوئے تھے ، سوار ہوئے- کمشنر ہوٹل ہمارے ساتھ ہوا اور عین وقت پر ریل کے اسٹیشن پر پہنچایا - کمشنر ہوٹل نے ریل کے ٹکٹ لادئے ، اسباب تلوا دیا ، ریل کی گاڑی میں سوار ہونے کے بعد رخصت ہوا - جتنا کہ ہم کو ہندوستان میں ریل کا ٹکٹ لینے اور سوار ہونے میں تردّد یا فکر کرنا پڑتا تھا اتنا بھی نہیں ہوا بلکہ کچھ بھی نہیں ہوا -

راستے کی سرسبزی اور شادابی | جب کہ ہم مارسیلز سے چلے اور ٹرین نے نہایت نرمی اور سبکی سے قدم اٹھایا اور میدان اور کھیت اور گاؤں ہماری نظر سے گزرے تو ہم کو ایک اور ہی عالم دکھائی دیا - مارسیلز میں تو جو کچھ تماشا تھا وہ سب انسان کی کاریگری کا تھا مگر یہاں قدرت کی خوبی اور خوبصورتی اور انسان کی کاریگری اور عقلمندی نے مل کر عجب ہی کیفیت دکھلائی تھی - ملک کی خوبی اور سرسبزی و شادابی اور مٹیالے چھوٹے چھوٹے ٹیبوں کی بلندی اور پستی اور سرونما اور گمٹی دار درختوں کی سرسبزی اور خوبصورتی دل کو لبھائے لیتی تھی - اس قدرتی خوبصورتی پر انسان نے یہ کاریگری کی تھی کہ اس کا حسن دوبالا ہو گیا تھا؛ تمام زمین جہاں تک نگاہ جاتی تھی نہایت خوبصورت چمن بندی و تختہ بندی سے آراستہ تھی، ان تختوں میں گھاس کاشت ہوئی تھی، نہایت سبز و شاداب و دلکش، چپے چپے پر نہر جاری تھی اور ہر کھیت و چمن و تختے میں اس کی جدولیں بہ رہی تھیں، ان سبز تختوں میں پانی کی نہریں اور پتلی پتلی جدولیں ایسا لطف دکھاتی تھیں کہ بیان نہیں ہو سکتا، اور ان پرطرہ یہ تھا کہ اس سبز گھاس کے تختوں میں ایک قسم کا سرخ پھول جا بجا کھلا ہوا تھا اور جیسے کہ نیلے آسمان میں ستارے چمکتے ہیں ویسے ان سبز تختوں میں وہ قدرتی اگے ہوئے پھول چمکتے تھے - ہزاروں بیگھے زمین میں انگور بوئے ہوئے تھے؛ بالکل انگور اسی طرح پر ہزاروں بیگھے میں بوئے ہوئے تھے جیسے کہ فرخ آباد و میرٹھ میں آلو بوئے جاتے ہیں یا غازی پور میں گلاب کے تختے لگاتے ہیں - ایک عجیب بات یہ تھی کہ مٹیالے چھوٹے چھوٹے پہاڑ نما جو ٹیبے تھے ان کی جڑ سے چوٹی تک چاروں طرف انگور کے درخت لگائے ہوئے

تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑے گول اور بیضوی برجوں پر انگور کی بیلیں لگا دی ہیں ۔ انگور کی تاکوں کی بیلیں ابھی تک بہت بڑی نہیں ہوئی تھیں ، انگور پھیلاؤ پر تھا اور نئی نئی پتّی نکل رہی تھی اور بیلیں بڑھتی جاتی تھیں اور اس سے اور بھی زیادہ خوبی اور خوبصورتی ہو گئی تھی ۔ میں نے کہا کہ سعدی کا یہ فقرہ ” تو گوئی خوردہ مینا برخاکش ریختہ و عقد ثریا برتاکش آویختہ“ حقیقت میں اسی جگہ موزوں ہے ۔

سٹیشن لینز پر پہنچنا غرضکہ اسی طرح کا تماشا اور عجائبات قدرت کو دیکھتے ہوئے لینز اسٹیشن پر پہنچے ۔ ہم سب لوگ گاڑی پر سے اترے اور اسٹیشن میں جا کر کچھ کھایا ، چاء پی اور کچھ کھانے کی چیزیں اور دو بوتلیں پانی کی اور کچھ میوہ خرید کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے ۔ رات ہوئی ، اپنی گاڑی میں سوتے ، کھاتے اور ہنستے بولتے ساری رات چلا کیے ۔

پیرس میں داخلہ دوسری مئی ۱۸۶۹ء روز یکشنبہ کو ساڑھے سات بجے صبح کے پیرس میں داخل ہوئے ۔ چونکہ ہم نے دو روز تک پیرس میں رہنے کا قصد کیا تھا اس لیے وہاں اترے ۔ مارسیلز کی طرح وہاں بھی ہوٹلوں کے کمشنر موجود تھے ۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کس ہوٹل میں جائیں گے ۔ ہم نے کہا کہ میورس ہوٹل میں اس لیے کہ ہم نے تحقیق کر لیا تھا کہ وہاں اکثر انگریز اترتے ہیں اور اس سبب سے وہاں کے اہل کار انگریزی زبان بخوبی جانتے ہیں ۔ کمشنر نے ہمارے لیے دو گاڑیاں حاضر کیں اور ہم ریلوے اسٹیشن سے وہاں آئے ۔ کوچوان نے کچھ ہم سے فرنچ زبان میں پوچھا ہم کچھ نہیں سمجھے اور نہ وہ کچھ

ہماری سمجھا۔

پیرس کا ہوٹل | میورس ہوٹل اگرچہ عمدہ ہے مگر بہت عمدہ نہیں ہے۔ مارسیلز کا ہوٹل اور وہاں کا کھانے کا عمدہ کمرہ اور کھانا کھلانے کا نہایت عمدہ طریقہ اور کھانا کھلانے والوں کی نہایت نفیس وردیاں ہماری آنکھ میں سمائی ہوئی تھیں اس لیے یہ ہوٹل ہماری نگاہ میں کچھ نہیں جچا۔

پیرس کی سیر | ہم نے وہاں کھانا کھایا اور اس خیال سے کہ آج اتوار ہے کچھ سیر و تماشہ کا قصد نہیں کیا (یہ ہماری غلطی تھی، پیرس میں اتوار کو سب دوکانیں اور سیر تماشہ سب کھلے رہتے ہیں) مگر ہم نے ہوٹل کے کمشنر کو جو انگریزی جانتا تھا ساتھ لیا اور پیدل ٹہلنے اور کچھ ادھر اور آدھر پھرنے کا ارادہ کیا۔

ہوٹل کے سامنے ایک بہت وسیع میدان نظر آیا جس کے دروازے نہایت عمدہ تھے اور لوہے کا قد آدم جنگلہ نہایت خوبصورت لگا ہوا تھا۔ ہم نے کہا یہ کیا ہے؟ کمشنر نے جواب دیا کہ فلاں مکان ہے۔ ایک نہایت وسیع میدان کئی میل مربع کا گھرا ہوا ہے اس میں نہریں اور حوض اور فوارے بنے ہیں اور جا بجا پورے قد کی سنگ مرمر کی مورتیں کھڑی ہیں؛ کسی جگہ چمن بندی ہے اور پھول پھلواری کھلی ہوئی ہے، کسی جگہ تختہ بندی ہے اور ذرا قد آور خوبصورت درخت لگے ہیں اور کسی جگہ گھاس کے نہایت خوبصورت چمن ہیں اور نہایت نفیس و خوشنما روشیں بنی ہوئی ہیں اور کہیں نہایت بڑے تناور درخت مگر بہت خوبصورت ہیں اور کل میدان نگاہ میں سبزہ دکھائی دیتا ہے

اور موقع موقع پر ہزار ہا کرسیاں رکھی ہوئی ہیں - ہر روز زن و مرد اور بچے نہایت عمدہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے ان میدانوں میں چہل قدمی کرتے پھرتے ہیں ، جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں اور سیر کرتے ہیں ، کھانے پینے کے لیے جو کچھ چاہیے سب مہیا و موجود ہے ؛ ہم بھی اس میں خوب پھرے اور خوب سیر کی -

وارسیل جانا | جب سب جگہ دیکھ چکے تب ہماری خوش نصیبی نے زور کیا اور ہم نے کمشنر سے کہا کہ اور کسی اچھی جگہ لے چلو - اس نے کہا کہ وارسیل چلو وہ آج کھلا ہوا ہے اور ہر مہینے پہلے اتوار کو کھلتا ہے ، نہایت عمدہ جگہ دیکھنے کے قابل ہے - ہم پیدل اس کے ساتھ چلے اور چونکہ بہت پھر چکے تھے میں تھک گیا اور وہ لیے جاتا ہے - کبھی دوکانات اور مکانات اور بازاروں کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں اور تھکن کا مطلق خیال نہیں رہتا اور کبھی پھر تھکن کے سبب طبیعت اکتا جاتی ہے اور کمشنر قدم اٹھائے لیے چلا جاتا ہے اور ہم کچھ نہیں جانتے کہ وارسیل کیا ہے اور کتنی دور ہے - غرضکہ خدا خدا کر کے ایک نہایت بڑے مکان کے دروازے میں گھسے ، وہاں بہت غول آدمیوں کا جمع تھا اور ایک اور دروازے میں وہ لوگ گھسے چلے جاتے تھے - کمشنر نے ہم کو ایک جگہ ٹھہرایا اور کہا کہ میں ٹکٹ لے آؤں اور جھٹ پٹ وہ ٹکٹ لے آیا اور کہا چلو - ہم نے یقین کیا کہ اب جس دروازے میں گھستے ہیں وہی وارسیل ہے - جب اس میں گھسے تو دیکھا کہ نہایت عالیشان ریل کا اسٹیشن ہے اور ٹرین تیار کھڑی ہے - اس کو دیکھ کر طبیعت نہایت منغص ہوئی - تمام رات ریل کا سفر کیے چلے آتے تھے اور پھر پھرتے پھرتے دق ہوگئے تھے ، اب پھر ریل میں بیٹھنا ایسا ناگوار معلوم ہوا اور

ایسی طبیعت دق ہوئی کہ بیان نہیں ہو سکتا ۔ کمبخت کمشنر ہماری اجازت کے بغیر دوسرے درجے کا ٹکٹ لے آیا تھا ۔ یہاں کی گاڑیاں دوہری ہیں؛ اندر تو فرسٹ کلاس کے مسافر بیٹھتے ہیں اور چھت پر دوسرے درجے کے ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ چھت پر بیٹھنا پڑے گا تو اور بھی طبیعت دق ہوئی اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں سے تیس میل جانا ہے تب تو ایسا دل ناراض ہوا کہ ٹرین پر سے اترنے کا ارادہ کیا ۔ اتنے میں انجن نے سیٹی بجائی اور چل دیا اور ہم لاچار ، بے بس ، نہایت دق و رنجیدہ اس پر چلے جاتے ہیں ۔ جب تھوڑی دور چلے اور چھت پر سے دور دور کی فضا اور خوبصورت خوبصورت مکانات اور ہرے ہرے میدان دکھائی دینے لگے تب تو سب کچھ بھول گئے اور کہا کہ کمشنر نے نہایت عقل مندی کی جو چھت پر بیٹھنے کا ٹکٹ لیا ۔ اب طبیعت خوش ہو گئی اور یہ کہنے لگے کہ اگر بہت دور تک اسی طرح چلے چلیں تو نہایت خوب بات ہے؛ غرضیکہ جس قدر رستہ ریل کا تھا وہ طے کیا اور وارسیل میں پہنچے ۔

ریل کے اسٹیشن سے تھوڑی دور جا کر ایک دروازہ ملا جو بند تھا مگر اس کے کواڑ آہنی جالی دار تھے جس میں سے اندر کی سب چیزیں دکھائی دیتی تھیں ۔ ہم نے دیکھا کہ اندر مکانات ہیں ، باغ و چمن بندی ہے اور نہریں اور حوض فوارے ہیں ۔ اب معلوم ہوا کہ یہ محل ہیں جن میں فرانس کے بادشاہان سابق رہا کرتے تھے اور اب بھی سب مرتب و آراستہ ہیں اور ہر مہینے کے پہلے یک شنبہ کو اس لیے کھولے جاتے ہیں کہ عام رعایا آوے اور سیر و تماشا دیکھے اور بادشاہی محلوں کو دیکھے اور اس میں جو جو کچھ عجائبات اور کاری گریاں اور قومی نام آوریاں ہیں ، ان

کو دیکھ کر خوش ہو ، پانی کی لہروں اور فواروں کے اچھلنے کا مزہ اٹھاوے اور جو لطف بادشاہ اٹھاتے ھیں اس میں رعایا بھی کچھ حصہ لیوے -

وارسیل کا شاھی محل - اس کی دلکشی ورعنائی اور اس کے عجائبات

ایک زمانے میں یہاں صرف میدان تھا اور کچھ نہ تھا - شہنشاہ لوئی سیز دھم ایک شکار کے پیچھے دوڑا اور تن تنہا یہاں آ نکلا - بمشکل ایک جھونپڑی ملی وھاں جا کر ٹھہرا اور فضا اس میدان کی اس کو نہایت پسند آئی ، وھاں شکارگاہ بنائی اور فرانسس دی کرندی آرک بشپ سے وہ زمین خرید کر لی اور ۱۶۳۲ء میں وھاں ایک چھوٹا محل بنایا؛ لمر سر معمار نے اس محل کو بنایا تھا جس کا نام اب تک مشہور ھے -

شہنشاہ لوئی چہار دھم نے ۱۶۸۲ء میں وھاں ایک اور عمدہ محل بنانا شروع کیا اور اگرچہ ۱۶۸۲ء میں اس نے اس محل میں دربار کیا الّا اس وقت تک وہ پورا بن نہ چکا تھا - مان سرت اور گبریل جو بڑے نامی معمار تھے ، ان محلوں کی تعمیر میں ان کی فن معماری کی یادگاریاں اب تک باقی ھیں -

اس محل کے احاطے کے دروازے کے پاس جو اب تک بند تھا بہت سے مرد اور عورتیں نہایت عمدہ عمدہ اور نفیس خوشنما لباس پہنے ھوئے کھڑے تھے - ھم بھی وھاں جا کر ٹھہرے - تھوڑی دیر میں وھاں کے گرجا کے افسر کا حکم دروازہ کھولنے کا آیا اور دروازہ کھولا گیا - ھم سب اس میں گھسے - جب اندر گئے تو ھم نے جانا کہ ھم دنیا میں نہیں بہشت کے کسی محل میں چلے آئے ھیں : حوض اور نہروں اور فوّاروں کی خوبی و خوشنمائی اور

جس جس خوبصورت اور قدرتی بناوٹ کی سی چیزوں اور مورتوں اور جانوروں کے مونھوں کے فوّارے چھوٹنے کی ترکیب رکھی تھی اور جس کج و پیچ و خوبصورتی سے حوض و نہریں بنائی تھیں اور جس خوبصورتی سے جا بجا نہایت قدآور اور چھوٹے درخت لگے ہوئے تھے اور سب کے سب بڑے سے چھوٹے تک قینچی سے نہایت خوبصورت کترے ہوئے تھے اور بعض جگہ اپنی قدرتی حالت میں تھے ، کہیں ایک دوسرے کے گلے میں بانھیں ڈالے کھڑا تھا ، کہیں کوئی کسی سے هاتھ ملا رہا تھا ، کہیں باھم ھم آغوش تھے ، کسی مقام پر چمن چمن پھولوں اور عجیب عجیب خوشنما پتّوں کے پودوں کی چمن بندی تھی ؛ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ہماری عقل حیران ہوگئی اور ہم کو اس وقت قلعۂ دھلی کی مشہور مار پیچ نہر جو دیوان خاص میں ہو کر رنگ محل میں جاتی تھی اور جس کے پانی سے ہم بھی ایک زمانے میں کھیلا کرتے تھے اور مہتاب باغ کا حوض جس کے کناروں سے تین سو ساٹھ فوّارے چھوٹا کرتے تھے اور اسی قلعے کا اور ڈیگ گھمیر بھرت پور کی عملداری کا ساون بھادوں یاد آیا اور بلا مبالغہ اتنا ھی فرق پایا جتنا کہ نہایت خوبصورت اور نہایت بد صورت آدمی میں ہوتا ھے -

ہمارے ملک کی شہنشاھی عمارتوں کی قطع اور یہاں کی عمارتوں کی قطع بسبب اختلاف آب و ھوا کے مختلف ھے - یہاں عمارت کا طریق یہاں کی آب و ھوا کے نہایت مناسب ھے مگر ہمارے ملکوں کی عمارت کا طریق اس ارادے سے کہ وہ زیادہ خوبصورت ہوں اور بلحاظ وھاں کی آب و ھوا کے وھاں کے عام و خاص لوگوں کے لیے زیادہ تر مفید و صحت بخش ہوں ، بہت زیادہ ترمیم و اصلاح کے قابل ھے -

بایں ہمہ صرف عمارت، جیسی عمدہ و مستحکم اور نہایت ہی خوب ہمارے ملکوں کی ہے، اب تک یہاں دیکھنے میں نہیں آئی - بلا شبہ تاج محل کے روضے اور قطب کی لاٹھ سے ہندوستان کی عمارت کو فخر ہے -

غرضکہ باہر کی فضا کی سیر کرتے ہوئے ہم اندر محل میں داخل ہوئے - اُس کی خوبی و خوبصورتی بھی اور کمروں کی تقسیم اور ان کی قطع اور وسعت نہایت ہی عمدہ اور عجیب تھی مگر سب سے زیادہ جو کام مصوری کا تھا جس کا بیان آگے کروں گا اُس کو دیکھ کر ہمارا تو تصویر کا عالم ہو گیا - آنکھیں مل مل کر دیکھتے تھے کہ حقیقت میں یہ تصویر ہے یا سچ مچ سب لوگ زندہ موجود ہیں ؟ ہر چند دل کو یقین دلاتے تھے کہ تصویر ہے مگر جہاں غور سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کیا وہ یقین جاتا رہتا تھا -

بادشاہوں کے کمرے | غرضکہ ہم سب مکانوں اور کمروں کی سیر کرتے پھرے اور اُس کمرے میں جہاں شہنشاہ لوئی چہار دہم دربار کرتا تھا اور تمام رئیس اور امراء وہاں آن کر ملازمت کرتے تھے، پہنچے -

اُس کے بعد ہم ایک اور کمرے میں گئے جہاں شہنشاہ لوئی چہاردہم اپنی شہنشاہی پوشاک پہنتا تھا اور جو طرح بہ طرح کی تصویروں سے آراستہ تھا اور آخر کار جس کو اُس بادشاہ نے اپنی خوابگاہ بنا لیا تھا اور اُسی کمرے میں ۱۷۱۵ء میں مرا تھا؛ اُس کے سونے کا پلنگ جس پر وہ مرا تھا اب تک اُسی طرح سجا ہوا بچھا تھا اور عبرت اور دنیا کی ناپائداری بلند آواز سے پکار رہی تھی کہ او لوئی ! کہاں ہے تو کہ تیرا پلنگ خالی پڑا ہے ؟

شہنشاہ لوئی چہاردہم کے دربار کا کمرہ ۲۴۰ فٹ کا چوڑا چکلا اور ۴۲ فٹ بلند ہے ، سات بڑی بڑی محرابیں ہیں ، اس کمرے کو لیبون نے جو معمار بھی تھا اور مصور بھی تھا ، آراستہ کیا تھا ؛ لوئی پانزدہم نے ۱۷۳۸ء میں اس کو اپنی خواب گاہ بنایا -

اسی جگہ ایک کمرہ ہے جس میں بادشاہ بلیرڈ کھیلا کرتا تھا - لوئی پانزدھم نے اس کو نہایت عمدہ نقش و نگار سے آراستہ کیا تھا - اس کے دروازے پر اس بادشاہ کی دختر نیک اختر کی قد آدم تصویر ہے اور اس کے مقابلے میں اس بادشاہ کی جوانی کی اور اس کے بعد اس وقت کی جبکہ وہ تخت پر بیٹھا تھا - یہ بادشاہ ۱۷۷۴ء میں اسی کمرے میں مرا ہے -

اسی جگہ ایک اوپیرا ہے ؛ اڑتیس ستونوں پر بنا ہوا ، ۱۷۵۳ء میں بننا شروع ہوا ، اٹھارہ برس میں یعنی ۱۷۷۰ء میں ختم ہوا - اس کے سوا ایک گرجا ہے ؛ سولہ ستونوں پر بنا ہوا ، مان سرٹ معمار نے ۱۶۹۹ء میں بنانا شروع کیا اور ۱۷۱۰ء میں ختم کیا -

محل میں مصوّری کے شاہکار | اس تمام محل میں مصوّروں کا کام بے نظیر ہے ؛ لیبرن ، مکنارڈ ، گوپل ، ریکارڈ ، جوئی نت ، لیموں جو نہایت نامی مصور تھے ان سب کا اس میں کارنامہ ہے - وہ کمرہ جو تصویر خانۂ سلطنت کے نام سے مشہور ہے اور جس میں تیرہ کمرے اور شامل ہیں ، نہایت عمدہ بنا ہوا ہے اور اس میں ایک سو تیس کارنامے تصویروں کے پورے پورے قد کے بنے ہوئے ہین ؛ شہنشاہ نپولین اول کی فتوحات اور محاربات کی تصویریں پورے پورے قد کی بنی ہوئی ہیں -

ایک اور بہت بڑا کمرہ ہے جس کا نام کمرۂ کروسیڈ ہے۔ اُس کمرے میں تمام واقعات و محاربات کی تصویریں جو کہ کروسیڈ کی لڑائی (محاربات صلیبی) میں ہوئی تھیں، بنی ہوئی ہیں۔

اُس کمرے کے اوپر ایک اور کمرہ ہے اور اُس میں تمام واقعات اور محاربات الجزائر کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔

ایک بہت بڑے کمرے میں جو ۳۷۳ فٹ لمبا اور ۴۲ فٹ مرتفع ہے تمام لڑائیوں کی تصویریں جو فرنچ لڑے ہیں، بنی ہوئی ہیں۔

تصویروں کی خوبی بیان نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ سب کچھ سچ مچ کا ہے۔ جو لوگ زخمی ہوئے ہیں صاف گولی لگی ہوئی اور گوشت ابھرا ہوا اور پھٹا ہوا اور خون بہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

یہ تصویر خانہ نہیں ہے بلکہ قومی ہمت اور قومی جرأت اور قومی شجاعت بڑھانے کا آلہ ہے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ تمام قوم فرنچ کی جب ان تصویروں کو دیکھتی ہوگی اور اپنے بزرگوں کی بہادری اور شجاعت اور میدان جنگ میں مرنا اور اپنے تن بدن کو زخموں سے چور کرنا اور مرنا یا مارنا خیال کرتی ہوگی، اُس کی ہمت اور شجاعت دگنی ہو جاتی ہوگی اور چُلوؤں خون بڑھ جاتا ہوگا۔

ایک نہایت قابل اعتراض تصویر | اس تمام تصویر خانے میں صرف ایک ہی بات تھی جو فرنچ کی شجاعت اور سویلیزیشن (تہذیب و شائستگی) کو بٹا لگاتی تھی اور مجھ کو اسے دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ ایسی بہادر اور شجاع اور سپاہی قوم نے جو

سویلیزیشن کے زیور سے بھی نہایت آراستہ ہے، ایسی عجیب بات جو اُن سب خوبیوں کے بر خلاف ہے کیونکر کی ہے ؟ الجزائر کے محاربات کی تصویروں کے کمرے میں امام عبدالقادر کی عورتوں کو گرفتار کرنے کی تصویر بنائی ہے ؛ اُس کی عورتیں اُونٹ پر کجاوے میں تھیں ، فرنچ سپاهیوں نے اُونٹ کو بٹھا کر کجاوہ گرا دیا ہے اور عورتیں اس میں سے نکل پڑی ہیں اور اُن کے بدن پر سے کپڑا ہٹ گیا ہے اور فرنچ سپاہی سنگین اُٹھائے ہوئے اور ان کی نوکیں عورتوں کی طرف کیے ہوئے کہ گویا اب ماریں گے ، گرد کھڑے ہوئے ہیں ۔ کیا فرنچ کو یہ زیبا تھا کہ عورتوں کی گرفتاری کی تصویر اپنے محل میں لگاتے ؟ کیا عورت پر سنگین سیدھی کرنی اور اُس کو کجاوے میں سے گرا دینا فرنچ سپاهیوں کی بہادری کی یادگاری تھی ؟ کیا ایک عورت کا تصویر میں کپڑا بدن پر سے ہٹا ہوا بنا دینا (بالفرض اگر ایسا ہوا بھی ہو) فرنچ کی سویلیزیشن کے مناسب تھا ؟

امام عبدالقادر نہایت سچا بہادر سپاہی ہے ۔ جب کہ وہ الجزائر کا بادشاہ تھا اور جو عزّت کہ اس وقت لوگوں کی آنکھ میں اُس کی تھی اب بھی اُس میں کچھ کمی نہیں ہے ؛ نہایت بہادری اور سچائی سے بغیر دغا و فریب کے بیس برس تک تن تنہا لڑتا رہا ، انجام کو شکست ہوئی جس سے کچھ بھی اُس کی سپاہ گری یا مشہور عزت میں فرق نہیں آیا ۔ پس ایسی تصویریں بنانے سے بعوض اس کے کہ اُس کی حقارت ہو ، اُس کی جرأت و شجاعت ثابت ہوتی ہے ۔

ایک قابل تعریف تصویر | مگر اُسی کے پاس ایک دوسری

تصویر ہے جس سے فرنچ کی اور خصوصاً حال کے شہنشاہ نپولین کی نہایت فیاضی اور دانائی اور ہمّت اور تمام خوبیاں ثابت ہوتی ہیں یعنی جبکہ شہنشاہ حال تخت پر بیٹھا تو امام عبدالقادر کو قید سے چھوڑ دیا؛ خود شہنشاہ قید سے اُس کو چھوڑ رہا ہے، شہنشاہ نپولین کے پورے قد کی تصویر ہے، اُس کے پاس امام عبدالقادر کھڑا ہے اور اُس کے سامنے امام عبدالقادر کی ماں باہر پھرنے کی پوری ڈریس (لباس) پہنے ہوئے کھڑی ہے، شہنشاہ نپولین امام عبدالقادر کی ماں سے شیک ہینڈ (مصافحہ) کر رہا ہے اور عبدالقادر کی آزادی کا حکم دیتا ہے۔ درحقیقت اس تصویر میں شہنشاہ نپولین پر شہنشاہی برس رہی ہے اور تمام قوم فرنچ کا فخر اور عزّت اور سویلیزیشن کی آراستگی اُس سے معلوم ہوتی ہے۔

شاہی محل سے واپسی غرضکہ یہ سب سیر بخوبی کی۔ شام کے قریب وہاں سے چلے اور ریل مین سوار ہو کر اسٹیشن پیرس میں پہنچے۔ وہاں سے اومنی بس مین بیٹھے اور ہوٹل میں آئے۔ چھجّو ہمارا نوکر ہوٹل مین تھا، وہ یہ جانتا تھا کہ ہم سب ہوٹل کے دروازے پر کھڑے ہین۔ جب ہم نہ آئے تو اس کو تردّد ہوا۔ جب سارا دن گذر گیا اور رات ہو گئی، جب بھی نہ آئے تو اس نے رونا شروع کیا۔ ہم نے آن کر اُسے روتا ہوا پایا۔ جب پوچھا کہ ارے تجھے کیا ہوا؟ تو کہا کہ اجی آپ کہاں چلے گئے تھے؟

پیرس کی مزید سیر اور بازاروں کی خوبصورتی و صفائی ہم نے رات کو کھانا کھا کر سیر کا ارادہ کیا اور کمشنر ہوٹل کو ساتھ لے کر بازاروں کی اور دوکانوں کی سیر کی اور

مارسیلز کی جتنی خوبی تھی وہ پیرس کے مقابلے میں نہایت کم معلوم ہوتی تھی۔ ادھر مکانات کی خوبصورتی اور دوکانوں کی آراستگی اور شیشہ آلات کی روشنی اور نہایت طرح دار خوش لباس زن و مرد کا پھرنا جو عالم دکھا رہا تھا، وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس قدر روشنی بازاروں اور سڑکوں پر تھی کہ اگر سوئی گر پڑے تو آدمی اٹھا سکتا ہے۔ ہر جگہ ایسی تھی کہ اسی کے دیکھنے کو بے اختیار دل چاہتا تھا اور ٹھیک ٹھیک یہ شعر اس پر صادق آتا تھا؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

خیر تھوڑی دیر سیر کرکے ہم چلے آئے، سو رہے، صبح کو یعنی تیسری مئی روز دوشنبہ ۱۸۶۹ء کو بازاروں کی سیر کو پیدل نکلے اور رمشلیو، ریولی، سینٹ ہونور وایوین بازاروں کی سیر کی، پھر آن کر کھانا کھایا اور دو گھوڑوں کی گاڑی منگا کر سوار ہوئے۔ کمشنر ہوٹل کو ساتھ لیا اور کہا کہ ہم کہیں اترنے کے نہیں، صرف عمدہ مقاموں کی باہر سے سیر کرنا اور ایک سرسری نظر سے ہر چیز کو دیکھ لینا منظور ہے۔ اگرچہ کمشنر ہر ایک عمدہ جگہ لے جاتا تھا اور نام بھی ہر جگہ کے بتاتا جاتا تھا مگر فرنچ نام یاد نہیں رہ سکتے تھے؛ علاوہ اس کے ہم کمشنر کی بات سنیں یا مکانات کو اور بازاروں کی خوبصورتی کو دیکھیں: ایک ایک بازار اور ایک ایک مکان اور ایک ایک دوکان تصویر کا عالم تھا، مکانوں پر اور بازاروں میں صفائی اس قدر تھی کہ ایک تنکا بھی پڑا نہیں دکھلائی دیتا تھا، میلے کچیلے کا تو کیا ذکر ہے۔ جیسی صفائی ہم نے پیرس کے عام بازاروں میں دیکھی اس کو بیان کرنا

لوگ مبالغہ سمجھیں گے - ہر ایک بازار میں سے دن رات میں ہزار ھ
اور بعضے میں لاکھوں بگھیاں و چیرٹ و کیپ و اومنی بس اور
چھکڑے اور ھاتھ کی گاڑیاں گزرتی ھیں اور آدمیوں کا تو کچھ شمار
ھی نہیں اور اس پر کوئی بازار میلا نہیں - لید کا یا کسی اور میلی
چیز کا دکھائی دینا تو درکنار حقیقت میں تنکا تک بھی پڑا دکھائی
نہیں دیتا ، برابر صفائی ھوتی رھتی ھے - ایک کل کی گاڑی دیکھی
جو سڑک پر دو گھوڑوں سے چلتی ھے ، اس میں ایک بیلن دو ڈھائی
گز کا موٹا برش کا لگا ھوا ، وہ سب سڑک پر برش کرتا ھے اور
کل کیچڑ اور میلا جو کچھ ھے ، از خود اس گاڑی کے ایک مخفی
صندوق میں بھرتا جاتا ھے - علاوہ اس کے ھر جگہ آدمی سڑک پر
صفائی رکھنے کو متعین ھیں - نہایت نفیس اور خوبصورت لالٹینیں
جو گیس سے روشن ھیں ھر سڑک پر نہایت کثرت سے اور بہت
قریب قریب لگی ھوئی ھیں اور دوکانداروں کی روشنی اور شیشہ آلات
کے روشن کرنے کا تو کچھ ٹھکانا ھی نہیں ھے ، بے انتہا ھے ؛ پیرس
میں رات اور دن میں کچھ فرق نہیں ھے -

پیرس کی پولیس | پولیس کا انتظام ظاھرا نہایت ھی عمدہ معلوم
ھوتا ھے - ھر مقام پر دو دو سو قدم کے فاصلے پر کانسٹیبل نہایت
صاف خوبصورت شان دار بانات کی وردی پہنے ھوئے کھڑا ھے ،
کسی سے کچھ نہیں کہتا ، ھر ایک کی طرف نرم نگاہ سے اور اخلاق
سے اور اس دلی خیال سے کہ ھم ان لوگوں کی آسائش اور ان کو
آرام دینے کے لیے کھڑے ھیں ، دیکھتا ھے - ھر ناواقف ان ھی سے
راستہ پوچھتا ھے ، دوکانداروں کی دوکانیں - بعض دفعہ لوگوں کے
گھر پوچھتا ھے اور وہ نہایت خوشی اور خندہ پیشانی سے بتاتے ھیں -
پوچھنے والا نہایت اخلاق سے اس کا شکر (مِی او پلی) کہ کر ادا

کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

فوج | پیرس میں جنگی فوج اس قدر دکھائی دی کہ کیا بیان کریں۔ ہم نے تو ہر گھنٹے دو گھنٹے کے بعد کسی نہ کسی ٹکڑۂ فوج کو شہر میں جاتے ہوئے دیکھا۔ وردی فوج کی ہم کو نہایت پسند آئی؛ بہت خوش وضع تھی اور سب سے زیادہ یہ خوبی تھی کہ نہایت اجلی اور صاف براق۔ ہم نے سنا کہ شہنشاہ نپولین فوج کو بہت دوست رکھتا ہے اور فوج بھی اس سے نہایت خوش ہے اور بہت چاہتی ہے۔

بازاروں کی مزید کیفیت | پیرس کے بازار نہایت چوڑے اور دل افزا ہیں۔ دلی میں جو چاندنی چوک کا بازار ہے جس کے بیچ میں نہر ہے اور ایک سڑک نہر کے ایک طرف اور ایک سڑک نہر کے دوسری طرف ہے، ان دونوں سڑکوں کو مع نہر کے ملا لو تو اس قدر چوڑے بازار تو اکثر بلکہ عموماً ہیں جو ہم نے دیکھے اور بعضے اس سے بھی زیادہ چوڑے اور ان کی خوبصورتی تو بیان سے باہر ہے۔ بولیرڈ سباسٹپول اور بولیرڈ ڈوٹمپل بڑی بڑی دو چوڑی سڑکیں ہیں جن کے گرد نہایت خوبصورتی سے سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں اور جگہ بہ جگہ لوگوں کے آرام کے لیے اور بیٹھنے اور فرحت حاصل کرنے کے لیے اس قسم کی کرسیاں جو باغیچوں میں بچھائی جاتی ہیں، بچھی ہوئی ہیں اور زن و مرد بے غم چلتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں، اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہیں اور دل خوش کرتے ہیں۔ یہاں کے میونسپل کمشنروں کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ اگر شاید بہشت میں بھی اس عہدہ کی ضرورت ہوئی تو بلاشبہ پیرس کے میونسپل کمشنر وہاں کے عہدوں

کے بھی لائق ہیں۔

اندرون پیرس کی متفرق عمارتیں | کیتھیڈرل آف نوٹرڈیم ایک بہت بڑا مشہور و معروف گرجا ہے۔ ہم نے سواری میں اُس کو باہر سے دیکھا، بلاشبہ نہایت عمدہ و خوبصورت ہے اور اندر سے اور بھی عمدہ ہوگا۔ پیلیس الایسی نپولین جہاں اب شہنشاہ رہتا ہے، دور سے سڑک پر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ مینار اور فوّاروں کے نہایت خوبصورت حوض جن کی تصویریں ہم سائنٹیفک سوسائٹی کے حال میں دیکھا کرتے تھے اور تعجب کیا کرتے تھے، اُن کو سچ مچ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ دن رات وہ فوّارے چھوٹتے رہتے ہیں اور ایسے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے؛ پس یہ دل چاہتا ہے کہ انہیں کے پاس کھڑے رہیے اور دیکھا کیجیے۔ ایک دروازہ نہایت عالیشان سنگ مرمر کا دیکھا جس پر شہنشاہ نپولین کی فتوحات کی تصاویر سنگ مرمر میں کھدی ہوئی ہیں اور قومی ہمت اور قومی جوش اور قومی بہادری اور قومی عزّت بڑھانے کو نہایت عمدہ اور نہایت بے نظیر چیز ہے۔ کون کمبخت ہوگا فرانس میں جو اُن تصویروں کو دیکھ کر اُسی طرح سے بہادری کرنے کی آرزو اپنے دل میں نہ رکھتا ہوگا؟

شہر کے باہر کی دلکش عمارتیں | غرضکہ ہم سے شہر میں جہاں تک پھرا گیا پھر کر، شہر کی حد سے باہر چلے۔ شہر کی حد سے باہر چلنا میں نے کہا اور شہر سے باہر چلنا نہیں کہا؛ اُس کا سبب یہ ہے کہ اُس حد کے باہر بھی ویسے ہی مکانات ویسے ہی بازار تھے۔ حال کے شہنشاہ نپولین نے اُس وقت کے موجودہ شہر کے گرد خندق کھود کر بطور قلعہ برج و فصیل کے بنا لی ہے

مگر چونکہ شہر بڑھتا جاتا ہے اب اُس حد کے باہر بھی ایسی ہے جیسی کہ اندر آبادی ہے ، مکانات و بازار ہیں ۔ یہ فصیل و برج بالکل زمین دوز ہیں اور جیسا کہ انگریزی جنگی قلعوں کا دستور ہے اُسی قاعدے پر فصیل و خندق و برج و بارہ ہے مگر نہایت ہی خوبصورت و خوشنما ہے اور صفائی تو ایسی ہے کہ بیان سے باہر ہے ۔

نہایت عالیشان اور بے حد خوشنما پارک | غرضکہ ہم اُس حد کے باہر ہوئے اور چند میل چلے گئے کہ دفعةً ہمارے سامنے ایک بہشت کا ٹکڑا آیا یعنی پارک؛ ایک نہایت وسیع میدان کوسوں کا محدود کیا ہے ، اُس میں نہایت نفیس و خوبصورت سڑکیں بنائی ہیں ۔ وہ تمام میدان بالکل سبز و گلزار ہے : سایہ دار درخت نہایت خوبصورتی سے لگائے ہیں ، اُن کو عجیب عجیب قدرتی خوبصورتیوں سے کترا ہے ، جا بجا کرسیاں اور بنچیں نہایت خوبصورت و خوشنما آہنی اور چینی کاری کی بچھی ہوئی ہیں ، کہیں نہایت خوبصورت پیچدار اور عجیب عجیب تراش کی چمن بندی ہے ، طرح طرح کے درخت پھول دار بیل دار رنگ برنگ کے سرو نما گھٹی دار جھومنے والے لگے ہوئے ہیں؛ متعدد بڑے بڑے تالاب ہیں اور اس وضع سے بنائے ہیں کہ بنائے ہوئے نہیں معلوم ہوتے بلکہ صرف قدرتی معلوم ہوتے ہیں ۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے بجز گلزار یا سبزہ زار کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا ۔ ہر روز ہزاروں آدمی سیر کرتے پھرتے ہیں ۔ امراء اور رؤساء بگھیوں پر اور نہایت عمدہ اور نفیس نفیس جوڑیوں پر چڑھ کر آتے ہیں؛ ایک خاص جگہ درختوں کے جھنڈ میں بنی ہوئی ہے وہاں سب سواریاں جا کھڑی

ہوتی ہیں ، لوگ سیر کرتے پھرتے ہیں ، وہاں گھوڑوں کی خورش کی دوکانیں موجود ہیں ، گھوڑے مَلے جا رہے ہیں ، بھگیاں دھوئی جاتی ہیں ، گھوڑوں کو خورش کھلائی جاتی ہے ، جب آقا سیر کر چکے اور حکم دیا سواری اور جوڑی ویسی ہی نفیس اُجلی براق گھوڑے تازہ دم آحاضر ہوئے ، وہ سوار ہوئے اور چل دئے۔ اس مجمع کو دیکھنے سے اور فرنچ ہوٹلوں میں کھانے سے ہم کو یقین ہوا کہ فرنچ کی برابر کوئی قوم وضع دار ، خوش لباس ، خوش خوراک نہ ہوگی ۔

غرضکہ اسی پارک میں سیر کرتے کرتے ہم ایک جگہ پہنچے جہاں قدرتی چشمہ بنایا ہے ۔ اُسی کے قریب گھوڑوں کے آرام لینے اور سواریوں کے ٹھہرنے کا جھنڈ اور اُسی کے پاس ایک مکان نہایت نفیس خوبصورت آراستہ بنا ہوا ہے جس میں ہر شخص سیر کرنے والا جا کر بیٹھ سکتا ہے اور ہر قسم کا کھانا اور شراب اور دنیا کی نعمتیں موجود ہیں : بیٹھو ، آرام کرو ، کھاؤ پیو ، دام دو اور چلے جاؤ ۔ اس مکان میں جو تمام کارخانہ لاکھوں روپے کا ہے یہ صرف سوداگروں کا ہے ۔

جس وقت ہماری گاڑی اس دکان کے دروازے پر ٹھہری ایک خدمت گار نہایت عمدہ وردی پہنے ہوئے آیا اور سر جھکا کر ادب ادا کیا اور گاڑی کا دروازہ کھول دیا ۔ ہم اترے اور چونکہ ہم کو وہاں کچھ کھانا منظور نہ تھا ہم مکان کے اندر نہیں گئے ۔ اُس خدمت گار کا شکر فرنچ الفاظ میں ''سی اوپلی'' کہہ کر ادا کیا ۔ یہ فرنچ لفظ ہم نے مارسیلز کے ہوٹل میں سیکھ لیے تھے اور ہم نے اُس سے کہا کہ ہم ابھی پھریں گے اور سیر کریں گے ۔

وھاں سے ھم چلے اور اُس قدرتی بنائے ھوئے چشمے کی سیر کرنی شروع کی؛ بیچ میدان کے پہاڑ بنایا ھے اُس میں کھو (سرنگ) کاٹی ھے ، ھرگز نہیں معلوم ھوتا کہ یہ قدرتی ھے یا مصنوعی اور وہ پہاڑ جھرتا ھے اور ایک جگہ سے چادر ھو کر گرتا ھے ، اس کے اوپر بڑے بڑے درخت کھڑے ھیں اور پہاڑ پر چڑھنے کی بٹیاں (پگ ڈنڈیاں) بنی ھوئی ھیں اور ھزاروں سایہ دار درخت لگے ھوئے ھیں اور بے انتہا کرسیاں بچھی ھوئی ھیں - پس ھم اس کی خوبی اور فضا اور خوبصورتی بیان نہیں کر سکتے - ھم بہت دیر تک وھاں بیٹھے رھے اور خدا کی قدرت کو یاد کیا کیے - سبحان اللہ ! خدا نے اپنی دنیا میں کیا کیا کچھ پیدا کیا ھے !

اسی مقام کے قریب ایک اور نفیس میدان گھوڑ دوڑ کا تھا ، اُس کو جا کر دیکھا اور چوبی مکانات جو لوگوں کی سیر کرنے کے لیے بنے ھوئے ھیں ، اُن کو دیکھا - اس کے پاس ایک پمپ چل رھا تھا جس کے پنکھوں کو صرف ھوا سے حرکت ھوتی تھی اور بہت پانی نکالتا تھا - وھاں ایک مرد اور اس کی جورو ایک چھوٹے سے گھر میں رھتے تھے جو اس پمپ پر نوکر تھے - اُن کے رھنے اور بیٹھنے کے طریق کو دیکھ کر مجھے ھندوستان پر نہایت افسوس ھوا - میں نے اُن سے اوپر جانے اور دیکھنے کی اشارے سے اجازت چاھی - انھوں نے مسافر سمجھ کر بہت اخلاق کیا اور وہ مرد ھمارے ساتھ ھو لیا اور سب چیز بخوبی ھم کو دکھائی - ھم نے اُس کا شکر کیا اور اخیر وقت یعنی قریب شام کے اپنے ھوٹل میں لوٹ آئے۔

ھم نے سنا ھے کہ پیرس کے لوگ پیرس نہیں کہتے بلکہ پیراڈائز کہتے ھیں یعنی بہشت اور کچھ شک نہیں کہ پیرس دنیا میں بہشت ھے -

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

ایک دوکاندار لڑکی کا اخلاق رات کو پھر ہم بازار میں نکلے اور ھاتھوں کے دستانے مول لینے کا ارادہ کیا - ایک دستانے والے کی دوکان میں گئے - دیکھا کہ ایک جوان خوش رو عورت کرسی پر میز کے اُس طرف بیٹھی ھے ، نہایت خوش لباس پہنے ھوئے- جونہیں ہم اندر گھسے وہ کھڑی ھوگئی اور قدرے خم ھوکر ایسی حالت بنائی جیسے کوئی خواھش مند ھے کہ آپ کیا کہتے ھیں ؟ یہ بات اُس نے اس لیے کی تھی کہ وہ نہیں جانتی تھی کہ ہم کونسی زبان جانتے ھیں۔ اتنے میں ہم میں سے کسی نے انگریزی میں دستانوں کو کہا : پھر تو بلبل کی طرح انگریزی بولنے لگی ، ہر ایک کا ھاتھ دیکھا اور فی‌الفور اسی کے لائق دستانے لے آئی اور اپنے ھاتھ سے پہنا دیے اور اس تمام وقت میں نہایت شائستہ گفتگو کرتی جاتی تھی - جب ہم سب پہن چکے تو اس سے دام لینے کو کہا - اُس نے کہا کہ کیا تم ایک ھی جوڑا لو گے ؟ اور اُس نے اس بات پر رغبت دلانے کو کہ ہم لوگ متعدد جوڑے لے لیں نہایت شیریں گفتگو کی - کبھی تو یہ جتایا کہ پیرس سے بہتر کوئی فیشن نہیں ھے اور یہاں کے دستانوں سے بہتر کسی ملک کے دستانے نہیں ھیں ؛ ڈنر پر جانے کے لیے ، لیڈیز سے ملنے کو جانے کے لیے ، ملکہ پاس ، ایمپرر پاس جانے کے لیے دستانے درکار ھوں گے ، مجھے افسوس ھے کہ کسی جگہ تم کو تکلیف نہ ھو ، اس لیے متعدد جوڑے رکھ لو تو بہتر ھے۔ میں نے کہا تمھاری مہربانی کا شکر مگر ہم کو ضرورت نہیں ، ہم صرف بازار کی سیر کرتے ھیں ، کہیں سے کچھ خرید بھی

لیتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ وہ عورت چار زبانیں جانتی تھی : فرنچ ، انگریزی ، اٹالی اور جرمن ، اور چاروں میں نہایت عمدہ گفتگو کرتی تھی اور یہ صرف اسی لیے سیکھی تھی کہ جس ملک کا خریدار آوے اُس سے بآسانی گفتگو کر سکے ۔ ہم نے اُن کی قیمت اُس کو دے دی اور اسی طرح متعدد بازاروں کی سیر کر کے واپس آئے ۔

پیرس کے ایک درزی کی دوکان | آدھی رات کے وقت ہم پھر بازار میں گئے اور مرزا خداداد بیگ کے لیے گرم کوٹ اور پتلون خرید کیا ۔ درزی کی دوکان میں گئے ؛ چند کمرے نہایت آراستہ تھے اور ہر کپڑا نمبر سے رکھا ہوا تھا ۔ اُس نے یہ بات دریافت کر کے کہ کس قسم کے کپڑے کا خریدنا ہے ، مرزا کا بدن ناپا اور اپنے اسسٹنٹ سے کہا کہ فلاں نمبر کا کوٹ پتلون لاؤ ۔ اُس نے حاضر کیا ۔ افسر نے ایک آراستہ کمرہ بتا دیا ، مرزا اُس میں گئے اور کپڑے بدل کر برش ، آئینہ ، کنگھی کر کے ایک خوبصورت جوان بنے ٹھنے نکل آئے ۔ اُس وقت بھی تمام بازار کھلے ہوئے تھے ، دکانیں آراستہ تھیں ، ویسی ہی روشنی تھی ، اُسی طرح لوگ پھر رہے تھے ۔

پیرس سے روانگی | چوتھی مئی ۱۸۶۹ء روز سہ شنبہ کو پونے آٹھ بجے ہم پیرس سے روانہ ہوئے ۔ کیلے پر انگلش چینل (رود بار انگلستان) تک ریل پر آئے ، وہاں دخانی کشتی ہم مسافروں کے لیے تیار تھی ۔ ہم ریل پر سے اتر کر اسٹیمر میں گئے ۔ انگلش چینل بہت بڑا چوڑا نہیں ہے ؛ صرف ڈھائی تین گھنٹہ کا راستہ ہے مگر اُس کے پانی کو ایک عجیب قسم کی حرکت ہے کہ جہاں اسٹیمر چلا اور پانی نے اُس کو ہلایا اور آدمی کو قے آئی ۔

کیلے سے جہاز پر چڑھنا اور سخت متلی | کپتان جہاز نے ہم سب کو اس بڑے کمرے میں جگہ دی جو فرسٹ کلاس کے مسافروں کے لیے تھا - جب ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو عجیب تماشا دیکھا کہ ہر مسافر کے لیٹنے کی جگہ بنی ہوئی ہے اور تکیہ رکھا ہوا ہے اور ایک برتن چینی کا قے کرنے کو رکھا ہوا ہے - جو لیڈیاں ہم سے پہلے وہاں چلی آئی تھیں وہ لیٹی ہوئی ہیں اور آنکھیں بند کرکے سونے کا قصد کر رہی ہیں تاکہ سونے کی حالت میں وہ رستہ طے ہو جائے - ہم کو تعجّب تھا کہ ایسی کیا حرکت ہوگی - ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور مرزا خدا داد بیگ نے شیخی میں آ کر قے کرنے کا برتن پرے ہٹا کر رکھ دیا تھا - اتنے میں جہاز کھلا - کوئی سو گز چلا ہوگا کہ ہم سب کا جی متلایا ، سب لیٹ گئے اور آنکھیں بند کر لیں اور کچھ غفلت سی ہوئی - تھوڑی دیر بعد خدا داد بیگ گھبرا کر اٹھے اور ابکائی لی اور قے کرنے کے برتن کو جسے پرے ہٹا دیا تھا ، گھبراہٹ میں ٹٹولنے لگے - ان کے قریب ایک میم صاحبہ لیٹی ہوئی تھیں - انہوں نے جانا کہ اس جنٹلمین نے مجھ پر قے کی ، وہ جلدی اٹھ بیٹھیں اور نہایت مہربانی سے اپنا برتن اٹھا کر دیا - خدا داد بیگ اسی گھبراہٹ کی حالت میں ' تھینک یو ' کہتے تھے - آدھا لفظ نکلا اور اَو کر کے قے کی ؛ زرد پانی بالکل پت اور پھر بے ہوش ہو کر پڑ گئے اور بہت سے انگریز اور لیڈیاں قے کرتی تھیں اور پڑ پڑ جاتی تھیں - محمود نے بھی قے کی - حامد کا جی متلایا ، پانی منہ میں بھر بھر آیا مگر قے نہیں ہوئی - میرا بھی یہی حال ہوا اور غفلت سی ہوگئی -

لندن پہنچنا | خدا خدا کرکے وہ رستہ طے ہوا ، کنارہ آیا ، ڈوور میں اترے اور ریل پر سوار ہوئے - سات بجے کے قریب چیرنگ کراس

اسٹیشن واقع لندن میں اترے -

پیرس سے ڈوور تک کا راستہ | پیرس سے اس طرف ملک کی اور انگور کی کاشت کی وہ کیفیت نہ تھی جو مارسیلز سے پیرس تک تھی - اس تمام راستے میں متعدد جگہ پہاڑ کی بڑی بڑی نقبیں (سرنگیں) ملیں جن میں سے ریل گذرتی تھی اور بمبئی کے راستے میں جو نقبیں دیکھی تھیں اُن سے بہت زیادہ بڑی بڑی تھیں - راستے میں بہت جگہ پانی کھینچنے کے پمپ دیکھے جو ہوا سے چلتے تھے؛ بلاشبہ نہایت مفید چیز اور کم خرچ ہیں اور ہندوستان کے لیے بہت مفید معلوم ہوتے ہیں -

چیرنگ کراس ہوٹل میں قیام | ہمارے ایجنٹ میسرز ہنری ایس کنگ اینڈ کو نے مسٹر اسٹارر کو ریل کے اسٹیشن پر بھیج رکھا تھا کہ ہم کو آرام سے ہوٹل میں ٹھہراویں، جس وقت ٹرین ٹھہری مسٹر سٹارر ہم سے ملے اور نہایت آرام سے ہم کو چیرنگ کراس ہوٹل میں اتارا -

سفر لندن کا اختتام | ہمارا سفر لندن تک کا ختم ہوا - اب میں ارادہ کرتا ہوں کہ اول کچھ رائے لکھوں نسبت سفر متعصّب یا نیم ہندو مسلمانوں اور اپنے ہم وطن بھائیوں ہندوؤں کے کہ وہ کس طرح یہ سفر کر سکتے ہیں - اس کے بعد لندن کا جو حال پیش آتا جاوے گا لکھتا جاؤں گا -

ایک اطلاع نسبت سفر متعصّب یا اہل تقوی و ورع

مسلمانوں اور ہندوستان کے ہندوؤں کے

جو طریقہ سفر کا ہم نے اختیار کیا اُس کی نسبت اُن مسلمانوں

کو جنھوں نے ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور علمائے امت کو جن کی سعی اور کوشش کا تحقیق مسائل دین میں تمام مسلمانوں پر بہت کچھ احسان ھے ، بطور پیغمبر اور نبی صاحب الشریعۃ کے قبول کیا ھے اور ان کے اقوال اور اجتہادات کو اگرچہ قولاً نہیں مگر فعلاً قرآن و حدیث سے بھی زیادہ واجب التسلیم مانا ھے ، جو میرے اعتقاد میں شرک فی النبوۃ ھے - بہت بڑا اعتراض یہ ھے کہ میں نے یہ بات لکھی اور اس پر عمل بھی کیا کہ عیسائیوں کے ھاتھ کے مارے ھوئے جانور کو جس طرح پر کہ اُن کے علماء کے نزدیک مارنا درست ھو اور گو وہ طریقہ کیسا ھی ھمارے مذھب کے طریقِ ذبح سے مختلف یا متناقض ھو اور اگر بموجب ھمارے اصول مذھب کے اُس پر ذبیحہ کا اطلاق ھی نہ ھو سکتا ھو ، کھانا شرعاً درست ھے ؛ چنانچہ میں نے کہا بھی اور کیا بھی مگر میں افسوس کرتا ھوں کہ لوگوں نے اس پر غل تو بہت مچایا مگر کوئی ایسی بات جو کچھ بھی التفات کے لائق ھو ، بیان نہیں کی اور نہ کسی کو اتنی جرأت ھوئی کہ ”و طعام الذین اوتوا الکتاب“ میں جو تعمیم ، ھے اُس کو قرآن میں سے نکال ڈالے اور حدیث مندرجہ ذیل کو ابوداؤد میں سے مٹادے :

عن ابن عباس قال اللہ تعالیٰ فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ولاتا کلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ فنسخ و استثنیٰ من ذالک فقال و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم (ابوداؤد باب ذبائح اھل الکتاب) -

مگر ھم اس جھگڑے کو چھوڑ دیتے ھیں اور یہ بات عرض کرتے ھیں کہ جہاز میں جو ھم نے انگریزوں کے ھاتھ کا ذبح کیا ھوا یا گردن مروڑی ھوئی مرغی و کبوتر کھایا ، یہ امر اضطراری

نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ پس ہمارے مسلمان بھائی متعصب (نہیں نہیں اہل تقویٰ و ورع) اگر اس کو ناجائز سمجھتے ہیں تو اُن کو اختیار ہے کہ اس کو نہ کھاویں مگر اُن کو جہاز میں نہ کچھ تکلیف ہوگی نہ کچھ زیادہ خرچ لینا پڑے گا؛ زندہ مرغیاں جہاز میں کپتان جہاز کی طرف سے بلا قیمت بعوض اس قیمت کے جو اول کھانے کی دی ہے، مل سکتی ہیں، چنانچہ ہم نے بھی ایک آدھ دفعہ لی اور چھجو سے ہندوستانی طریق پر قورمہ پکوایا۔ مچھلیاں اور انڈے برابر مل سکتے ہیں اور خود بھی رکھ سکتے ہیں؛ عدن میں، سویز میں، اسکندریہ میں، سب جگہ مل سکتی ہیں۔ بمبئی سے سویز تک بہت سے خلاصی مسلمان ہوتے ہیں ان کو ایک بھیڑ نہایت عمدہ ملتی ہے، وہ خود ذبح کرتے ہیں اور اُس میں سے بھی گوشت مل سکتا ہے۔ وہ ایسے خلیق ہوتے ہیں کہ بلا قیمت بھی دے دیتے ہیں اور اگر قیمت لے کر دیں تو بھی کچھ مشکل و دقّت نہیں ہے۔ پس یہ تصوّر کرنا نہیں چاہیے کہ بغیر اس طریقے کے جو ہم نے اختیار کیا، لندن کا سفر ہو ہی نہیں سکتا۔

میں نہیں خیال کر سکتا کہ جو متعصب لوگ انگریزوں کے ساتھ کھانا ناجائز سمجھتے ہیں وہ جہاز میں بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں کیوں کہ میرے سامنے ہندوستان میں جس قدر بحث ہوئی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی کبھی ساتھ کھا لینا درست ہے اور اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اتفاقیہ جہاز میں جمع ہو جانا اور چند روز سفر کر لینا اُسی کبھی کبھی میں داخل ہے؛ لیکن اگر یہ بھی ان کے مرغوب خاطر نہ ہو تو وہ علحدہ اپنے کیبن میں بھی منگا کر کھا سکتے ہیں۔ پس کیسا ہی متعصب ہو، وہ اپنے بد تعصب کو

لندن میں بدستور قائم رکھ سکتا ہے۔

اب ہم کو اپنے شیعہ بھائیوں کی نسبت غور کرنی چاہیے؛ وہ قرآن مجید کی اس آیت سے کہ ''انما المشرکون نجس'' مشرکین میں نجاست ظاہری سمجھتے ہیں اور ان کے ہاتھ اور بدن کو مثل اور نجس چیزوں کے نجس جانتے ہیں اور گو مشرکین کتنا ہی ہاتھ اور بدن دھوئیں نجس ہی رہتے ہیں بلکہ تر ہونے سے زیادہ نجس ہو جاتے ہیں اور اگرچہ ہم سنیوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔ ہم کسی انسان کو اور کسی انسان کے جھوٹے کو نجس نہیں سمجھتے لیکن اگر ہم اس میں کچھ بحث نہ کریں اور اس آیت کے یہی معنی رہنے دیں جو ہمارے شیعہ بھائی لیتے ہیں تو بھی ہم کو یہ بحث باقی رہتی ہے کہ قرآن مجید میں جن لوگوں پر مشرک کے لفظ کا اطلاق آیا ہے انھیں لوگوں میں اس قسم کی نجاست پائی جائے گی نہ اور لوگوں میں۔ پس اب ہم کو بتاؤ کہ قرآن مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں پر کس جگہ خدا نے مشرکین کے لفظ کا اطلاق کیا ہے؟ بلکہ ان کو مشرکین سے مستثنیٰ کیا ہے، جہاں مشرکات سے نکاح کرنا منع اور کتابیات سے درست فرمایا ہے۔ مگر ہمارے شیعہ بھائیوں کے ہاں ایک یہ آفت ہے کہ مجتہد العصر و الزمان نے جو کہ دیا اس میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے برخلاف کچھ کہا جا سکتا ہے؛ اس لیے ہم بھی کچھ عذر نہیں کرتے اور پکّے شیعہ بن کر اپنے شیعہ بھائیوں کے سفر کی نسبت لکھتے ہیں۔

سب سے بڑی آسان حکمت تو یہ ہے کہ ہمارے شیعہ بھائیوں کے ہاں یہ مسئلہ مسلّم و مفتی بہ ہے کہ جب کوئی مسلمان کوئی چیز پختہ یا غیر پختہ لا کر دیوے تو اس کی یہ تفتیش کہ کہاں سے لایا

اور کس سے لایا ضرور نہیں ہے، بے پوچھے کھا لے - پس اُن کو چاہیے کہ ایک دوست یا خدمت گار سنی مذہب کا لے لیں، وہ سب چیزیں جہاز میں اُن کو لا کر دے گا: عذاب ثواب اُس کی گردن پر، وہ بے پوچھے چین سے کھایا پیا کریں اور کچھ تکلیف نہ اُٹھاویں - یا جب تک جہاز میں رہیں بلحاظ ضرورت اباحت پر کام فرماویں اور اگر ایسا منظور نہ ہو تو بموجب مسئلہ شرعی کے بھی اُن کو کچھ تکلیف نہ ہوگی - سب سے مقدم چیز پانی ہے تو جہاز میں پانی کا یہ حال ہے کہ نہانے کے لیے پانی بذریعہ پمپ کے سمندر میں سے آتا ہے اور ایک حوض میں جو قُلّتین سے بہت بڑا ہے، جمع ہوتا ہے، وہاں سے نہانے کے کمرے میں بذریعہ نل کے پہنچ جاتا ہے: پس اُس میں کچھ شبہ کی جگہ نہیں ہے - پینے کا پانی اس طرح پر بنتا ہے کہ دھوئیں کی کل میں جو پانی بذریعہ پمپ کے سمندر سے آتا ہے، وہ جوش ہوتا ہے اور بطور عرق کے ایک جگہ کھنچ کر جمع ہوتا ہے اور نہایت عمدہ میٹھا پانی بن جاتا ہے اور بذریعہ ٹونٹی کی ڈاٹ ھلانے کے دوسرے برتن میں بھر لیا جاتا ہے - پس ہمارے شیعہ بھائی بھی اسی طرح پی سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کرنے میں اُن کے نزدیک بھی کچھ ہرج نہیں ہے: کھانا وہ خود پکا سکتے ہیں - آٹا اور ترکاری اور گوشت مسلمان کا حلال کیا ہوا یا زندہ مرغی جہاز میں اُن کو بخوبی مل سکتی ہے - پس یہ سب کام اپنے آپ کرنے میں جو کچھ مشکل ہو سو ہو، اِلّا اس کے سوا اور کوئی بات دقّت یا مشکل کی نہیں ہے - مارسیلز سے لندن تک پہنچنے میں بھی اسی طرح سب کام کرنے ہوں گے کہ گویا اب تک جہاز ہی میں ہیں -

ہمارے ہم وطن ہندو بھائیوں کو کسی قدر اس سے زیادہ

تکلیف اٹھانی ہوگی - میں نہیں جانتا کہ جو حالت پانی دستیاب ہونے کی میں نے اوپر بیان کی ، ایسی حالت میں وہ پانی ہندو بھی استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں ؟ ہندوستان میں جو لوگ ہندوؤں کی ترقی کے خواہاں ہیں وہ اس مسئلے کی تحقیقات کریں گے - اگر وہ پانی قابل استعمال کے ہو تو بلاشبہ نہایت بڑی مہم انھوں نے فتح کر لی اور اگر نہ ہو تو ان کو ایک مہینے تک کا پانی اپنے ساتھ تانبے کے پیپوں میں جو کاٹھ کے صندوق میں رکھے جاویں بھر لینا ہوگا اور ایسے طور پر بند کرنا ہوگا کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس صندوق کو چھولے تو پانی ناقابل استعمال نہ ہو جائے - ہندوؤں کو جہاز میں چوکا کرکے کھانا پکانا غیر ممکن ہے - بمبئی سے چل کر سات روز بعد عدن میں جہاز ٹھہرتا ہے ، اکثر سارے دن ٹھہر جاتا ہے مگر کبھی چند گھنٹے کے سوا نہیں ٹھہرتا - پس اس بات پر کہ عدن میں کھانا پکا لیا جائے گا بھروسا نہیں ہو سکتا - سات دن بعد جہاز سویز میں پہنچتا ہے ، وہاں بھی مسافروں کے ٹھہرنے کا ویسا ہی حال ہے جیسا عدن میں ہے - وہاں سے چل کر سات آٹھ دن میں مارسیلز پہنچتے ہیں ، اب جہاز سے کچھ کام نہیں رہا - وہاں سے ریل ہے ، چلنا اور ٹھہرنا اپنا اختیاری کام ہے - وہاں بخوبی سب چیز پک سکتی ہے ؛ اگرچہ شہر میں میونسپل کمشنر چوکا کرنے اور پکانے کے ضرور مانع ہوں گے لیکن میدان میں جا کر سب کچھ ہو سکتا ہے - لیکن وہاں بھی اس طرح سے کھانا چوکا کرکے پکاتے ہوئے دیکھ کر ہزاروں آدمی تماشے کو جمع ہو جائیں گے ، نہ پولیس کی سنیں گے نہ میونسپل کمشنروں کی مانیں گے - پس میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ وہاں بھی کچھ پکانے کا قصد نہ کیا جائے - دو دن اور صبر ہو اور لندن میں پہنچ

کر جو چاہو سو کرو - پس حساب سے پچیس روز کا کھانا ہندوستان کا پکّا ہوا مثل پوری کچوری مٹھائی بالو شاہی دال موٹھ کے رکھ لینی چاہیے اور یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے - پس اگر کوئی ہندو ذرا ہمّت کرے اور کچھ سختی بھی اپنے اوپر گوارا کرے تو بخوبی یورپ کا سفر کر سکتا ہے اور کوئی بات بھی برخلاف اُس کے مذہب اور اعتقاد کے اُس کو پیش نہیں آتی - خدا ہمارے ہم وطن بھائی ہندوؤں کو بھی توفیق دے کہ وہ اپنے ملک سے قدم باہر نکالیں اور دنیا کا تماشا اور خدا کی قدرت کا کارخانہ دیکھیں اور شایستگی و سویلیزیشن کی روشنی سے روشن ضمیر ہوں، وما علینا الا البلاغ -

لندن کے سیّاح کو مفصّل میں جانا اور انگلستان کے قصبوں اور گاؤں اور کھیتوں کو دیکھنا اور گنواروں کی طرز زندگی بسر کرنے سے واقف ہونا اور جو متموّل لوگ مفصّل میں اپنے رہنے کے مکانات بناتے ہیں اور جس طرح پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اُس سے بھی واقف ہونا نہایت ضرور ہے مگر ہم افسوس کرتے ہیں کہ ابھی تک ہم کو یہ موقع نہیں ملا مگر بسبب ایک خاص ضرورت کے ہم کو کلفٹن اور برسٹل جانے کا اتفاق ہوا جس کا حال اب ہم بیان کرتے ہیں -

برسٹل اور کلفٹن کی سیر

ہمارے نہایت شفیق اور عزیز دوست جان ہالیٹ بٹن صاحب بہادر سابق کمشنر آگرہ، پیرنس سے جہاں وہ اب رہتے ہیں، چند ہفتے کے لیے کلفٹن میں جو برسٹل کے پاس ہے، تشریف لائے تھے - یکم مارچ ۱۸۷۰ء کو سوا دس بجے دن کے اُن سے ملنے کے لیے

یہاں سے روانہ ہوئے؛ پیڈنگٹن ریلوے اسٹیشن پر جا کر ٹکٹ لیے اور روانہ ہوئے۔

برسٹل لندن سے جانب غرب ایک سو اٹھارہ میل دور ہے اور برسٹل سے کلفٹن تین میل کے فاصلے پر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ملا ہوا ہے۔ برسٹل میں ریل کا اسٹیشن ہے اور وہاں کیب اور اومنی بس مسافروں کے ہر طرف اور ہر جگہ پہنچانے کو موجود رہتے ہیں۔ غرض کہ ہم ساڑھے تین بجے برسٹل کے اسٹیشن پر پہنچے اور وہاں سے کیب کرایہ کرکے کلفٹن کے ہوٹل میں اترے۔ اگرچہ جناب بٹن صاحب نے ہم کو لکھا تھا کہ تمھارے لیے اُسی مکان میں جس میں میں رہتا ہوں میں نے تین بیڈ روم درست کر لیے ہیں مگر ہم نے اُن کو لکھا تھا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں کیوں کہ آپ بھی وہاں مسافر ہیں اور ہوٹل میں بہت زیادہ آرام سے رہنا متصوّر ہے۔

جب کہ ہم کلفٹن ہوٹل پر اترے تو ہم کو معلوم ہوا کہ جناب مسٹر بٹن صاحب ہم سے چند گھنٹے پہلے ہوٹل میں تشریف لائے تھے اور ہمارے لیے کمرے پسند کر گئے ہیں۔ چنانچہ ہم ہوٹل میں داخل ہوئے؛ وہاں کے منیجر نے تین بیڈ روم جو نہایت آراستہ تھے اور ایک ڈرائنگ روم یعنی بیٹھنے کا کمرہ جو نہایت صفائی اور خوبی سے آراستہ تھا، نفیس نفیس کرسیاں اور میزیں اور قد آور آئینے اور جھاڑ گیس کی روشنی کے لگے ہوئے تھے، اُترنے کو بتا دیا۔ جس خوبی اور خوش سلیقگی اور انتظام اور صفائی سے وہ مسافروں کی سرائے آراستہ تھی ہندوستان کے کسی نواب صاحب یا راجا صاحب کے اجلاس و دربار کا بھی مکان آراستہ نہیں دیکھا (چپ چپ! ایسا مت کہو، ہندوستان کے لوگ ناراض

ہوں گے) ہوٹل کے منیجر نے ایک خاص نوکر ہمارے کھانا کھلانے وغیرہ کاروبار کو متعیّن کیا ۔ اگرچہ وہ خدمت گار تھا مگر میں سچّے دل سے کہتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ سویلائزڈ (مہذّب و شائستہ) تھا ، اس کا ادب اور لیاقت نہایت عمدہ تھی ۔ چند منٹ نہیں گذرے تھے کہ مسٹر بٹن صاحب ہوٹل میں تشریف لائے ۔ ان کو ہمارے ملنے سے اور ہم کو ان کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے ۔ بٹن صاحب حامد و محمود کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی بات چیت کرکے اٹھے اور کہا کہ رات کو ڈنر ہمارے ساتھ ہوگا اور مسز بٹن تم سے ملنے میں نہایت خوش ہوں گی ۔

رات کو ہم تینوں آدمی مسٹر بٹن صاحب کے ہاں گئے اور حقیقت میں میم صاحبہ ہم سے مل کر نہایت خوش ہوئیں ۔ میں نے کہا کہ آپ بتائیے ان میں حامد کون ہے اور محمود کون ؟ مگر انھوں نے دونوں کو بخوبی پہچان لیا ، اگرچہ انھوں نے ان کو چھوٹی عمر میں دیکھا تھا ۔ ہم سب نے وہاں نہایت خوشی سے کھانا کھایا اور گیارہ بجے تک باتیں کرتے رہے ۔ سائینٹیفک سوسائٹی کا اور اس کے آنریری سیکرٹری راجا جے کشن داس بہادر کا بہت حال پوچھتے رہے ۔ میں نے سب حال کہا اور یہ بھی کہا کہ راجا صاحب کو سیکرٹری کہنا ان کی حق تلفی ہے بلکہ ان کو سپورٹر آف دی سوسائٹی کہنا چاہیے ۔ ان سب باتوں کے بعد ہم ہوٹل میں چلے آئے اور سو رہے ۔

برسٹل میں جناب سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب بھی آئے ہوئے تھے ۔ دوسری مارچ کو ہم تینوں شخص اور جناب بٹن صاحب ان کی ملاقات کے لیے ڈاکٹر اسمنڈ صاحب کے گھر جہاں وہ ٹھہرے

ہوئے تھے، گئے - لیڈی اسٹریچی اور سرایڈورڈ اسٹریچی صاحب نہایت مہربانی سے پیش آئے اور جناب مسٹر ہٹن صاحب اور جناب آنریبل جان اسٹریچی صاحب کے سبب سے انھوں نے ہم پر ایسی مہربانی فرمائی جیسی کوئی قدیم ملاقاتی سے کرتا ہے - لیڈی اسٹریچی اور سرایڈورڈ اسٹریچی صاحب نے فرمایا کہ ذرا موسم اچھا ہو جائے اور درخت ہرے اور پھول کھل جائیں تو ہم تم کو سٹن کوٹ (یہ ایک جگہ دارالریاست سرایڈورڈ اسٹریچی کی ہے) آنے کی تکلیف دیں گے - میں نے ان کی اس مہربانی کا بہت بہت شکر ادا کیا - لیڈی صاحبہ نے ہم سب کو چاء پلائی اور بہت دیر تک ہر طرح کی خوشی و فرحت آمیز باتیں ہوتی رہیں -

اس کے بعد ہم تینوں شخص اور جناب ہٹن صاحب اور ان کی میم صاحبہ رخصت ہو کر کنارہ پہاڑ کی سیر کرتے ہوئے جنرل سرابراهیم رابرٹس صاحب کے سی بی کے گھر ان سے اور لیڈی رابرٹس سے یعنی ان کی میم صاحبہ سے ملنے کو آئے - یہ لیڈی صاحبہ نہایت قریب رشتہ مند جناب مسٹر ہٹن صاحب کی ہیں - وہ دونوں ایسی مہربانی سے پیش آئے جس کا بیان نہیں ہو سکتا اور جنرل صاحب تو ہم لوگوں کو دیکھ کر ایسے خوش ہوئے کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا - ان جنرل صاحب کو تمام ہندوستان بسبب ان محاربات کے جو ان سے کابل اور غزنین کی لڑائیوں میں ہوئے ہیں، بخوبی جانتا ہوگا - نہایت سچے بہادر آدمی ہیں اور پٹھانوں کی صرف ان کے بہادر ہونے کے سبب نہایت تعریف کرتے ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ پٹھانوں سے محبت رکھتے ہیں - اگرچہ ضعیف ہوگئے ہیں الّا چستی و چالاکی اور سپاهیانہ پن ویسا ہی جوان ہے - اردو زبان مطلق نہیں بھولے نہایت صاف اردو میں بلکہ بعض

بعض دفعہ فارسی لفظوں میں بات چیت کرتے تھے۔ رخصت ہوتے وقت لیڈی صاحبہ نے ہم سے فرمایا کہ کل بعد دوپہر کی چاء ہمارے ساتھ پینا ۔ ہم نے نہایت شکر کیا اور رخصت ہو آئے۔ رات کو پھر بدستور ڈنر مسٹر ہٹن صاحب کے ہاں کھایا اور ہندوستان کے، انگلستان کے اور اور بہت سے ذکر اذکار نہایت خوشی سے رہے -

تیسری مارچ کو جناب سرایڈورڈ اسٹریچی اور جناب مسٹر ہٹن صاحب گیارہ بجے ہوٹل میں ہم سے ملنے کو تشریف لائے اور ایسی عنایت و اشفاق سے سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب ملے کہ مجھ کو بے اختیار ان کی صورت سے اور ان کے اشفاق و عنایت سے آنریبل جان اسٹریچی صاحب یاد آتے تھے ۔ ان دونوں بھائیوں کی صورت ایسی ملتی ہے کہ بے کہے آدمی جان سکتا ہے -

ایک بجے ہم تینوں شخص اور جناب ہٹن صاحب اور ان کی میم صاحبہ ایک گاڑی میں سوار ہو کر سر ولیم میلز کے مکان ورسنہ کی سیر کو گئے جس کا حال میں الگ بیان کروں گا اور وہاں سے مراجعت کرکے جنرل صاحب کے ہاں آئے اور چاء پی اور پٹھانوں کی تصویریں دیکھیں اور خوب باتیں ادھر ادھر کی کیں اور ان سے اور لیڈی صاحبہ سے رخصت ہو کر چلے آئے۔ رات کو پھر بدستور جناب مسٹر ہٹن صاحب کے ساتھ ڈنر کھایا اور گیارہ بجے تک جلسہ رہا -

چوتھی مارچ کو گیارہ بجے ہم تینوں شخص جناب ہٹن صاحب کے گھر گئے اور وہاں تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور ان سے اور جناب میم صاحبہ سے رخصت ہو کر ریلوے اسٹیشن پر آئے اور قریب پانچ بجے کے لندن میں آ پہنچے -

برسٹل ایک مشہور شہر انگلستان کا ہے ، دریائے ایون کے

کے دہانے پر واقع ہے۔ اس کے نیچے اس قدر عمیق پانی ہے کہ اسٹیمر شہر کے کنارے تک چلے آتے ہیں جس سے سوداگری کو بہت فائدہ ہے۔ ایک لاکھ چوّن ہزار آدمیوں کی آبادی ہے، تیتیس ہزار پانچ سو گھر آباد ہیں اور مع کلفٹن کے تیئیس سکول ہیں اور نو خیرات خانے اور دس بنک اور قریب چالیس کے عام لوگوں کے لیے مکانات ہیں۔

برسٹل اور کلفٹن دونوں چھوٹے چھوٹے پہاڑوں پر آباد ہیں، ان کی فضا نہایت دلچسپ اور بہت ہی خوبصورت ہے، آب و ہوا بھی نہایت عمدہ ہے؛ مشہور ہے کہ تمام انگلستان میں نہایت خوبصورت خوشنما اور خوش آب و ہوا یہ ٹکڑا ہے۔

برسٹل کے قابل دید مقامات | اگرچہ ہر ایک جگہ یہاں کی نہایت دلچسپ ہے مگر چار چیزیں ذکر کرنے کے ضرور لائق ہیں، چنانچہ ہم ان چاروں کا بیان کرتے ہیں۔

(۱) لٹکواں آہنی پُل کلفٹن کا

اس پل کو دیکھ کر خدا کی قدرت اور علم و فن کی قوت کا دل پر نہایت اثر ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس قوم کی عزّت اور قدر و منزلت اور عظمت اور شوکت دل میں بیٹھتی ہے جس نے ایسے ایسے عمدہ اور عجیب و غریب کام دنیا میں کیے ہیں اور جب یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کام جس کا انجام دینا شاید ایک بادشاہ کی قوت سے بھی خارج تھا، صرف رعایا کی ہمّت اور سخاوت اور علم و ہنر سے انجام پایا ہے تو اس قوم کی اور بھی زیادہ قدر و منزلت دل میں نقش پذیر ہوتی ہے اور جب یہ خیال آتا ہے کہ یہ پل

نہ کسی بادشاہ کا قلعہ ہے ، نہ کسی امیر کا محل ، نہ کسی کے باپ دادے کا مقبرہ ، نہ کسی راجا بابو کی چھتری بلکہ صرف رفاہ عام کے لیے بنایا گیا ہے تو کیا کچھ اثر دیکھنے والے کے دل پر ہوتا ہوگا ؛ خصوصاً اس بدبخت ہندوستانی پر جو اپنے ملک کی بہبودی کا جوش رکھتا ہو اور اسی کے عوض اپنے ہم وطنوں کی سختی سہتا ہو اور اپنے ہم وطنوں کو خود غرضی اور نفس پروری اور حسد اور تعصّب کے دریا میں ڈوبا ہوا یقین کرتا ہو -

کلفٹن کے نیچے پہاڑوں کی گھاٹی کے بیچ میں دریائے ایون بہتا ہے جو تھوڑی دور پر جا کر سمندر میں گرتا ہے اور سمندر کی جزر و مد سے صبح کو بہت چڑھا ہوا ہوتا ہے اور اخیر دن کو اُتر جاتا ہے مگر اتنا بڑا دریا ہے کہ اُس میں اسٹیمر چلتا ہے - اُس دریا پر یہ پل بندھا ہوا ہے - یہ پل اپنی اُونچائی اور لمبائی دونوں میں بے نظیر اور مشہور ہے - پانی کی سطح سے پل کی پٹڑی جس پر راستہ چلتا ہے اور آدمی اور گاڑی چھکڑے پھرتے ہیں ، ۲۳۰ فٹ اُونچی ہے اور وہ حصہ پل کا جو دریا پر معلّق لٹک رہا ہے اور جس کے نیچے پانی بہتا ہے ، سات سو فٹ لمبا ہے اور علاوہ اُس کے دو دو سو فٹ لمبے اُس کے ادھر اُدھر کے سرے لوہے کے بنے ہوئے ہیں جس سے کل لمبان پل کی قریب گیارہ سو فٹ کی ہے اور چونکہ وہ لٹکواں پُل ہے اس لیے کوئی دَر یا محراب یا پایہ اُس کے بیچ میں نہیں ہے بلکہ صرف سات سو فٹ چوڑا ایک دَر ہے -

یہ پُل اس طرح پر بنا ہے کہ ۱۷۵۳ء میں مسٹر وک صاحب شراب کے سوداگر نے مرتے وقت دس ہزار روپیہ دیا تھا اس مطلب سے کہ اس دریا پر کوئی پل بنانے میں صرف کیا جائے - وہ روپیہ تجارت وغیرہ کے کام میں لگتا رہا یہاں تک کہ ۱۸۳۰ء میں اس کا

نفع جمع ہوتے ہوتے وہ دس ہزار روپیہ اسّی ہزار ہو گیا مگر ۱۸۳۱ء میں تمام برسٹل اور کلفٹن کے لوگوں نے آپس میں صلاح کی کہ مسٹر وک جو ایک نیک ارادہ کر گئے تھے، اب اس کو پورا کر دینا چاہیے اور جس قدر اور روپیہ درکار ہو اس کے لیے چندہ کیا جائے - چنانچہ چندہ کیا گیا اور وہ کام بھی شروع ہوا اور لیڈی الٹن صاحبہ کے ہاتھ سے ۲۰ جون ۱۸۳۱ء کو ایک طرف کے پایے کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا اور دوسری طرف کے پایے کی بنیاد کا پتھر ۲۷ اگست ۱۸۳۶ء کو مار کوئیس آف نارتھمپٹن کے ہاتھ سے رکھا گیا اور مسٹر - آئی - کے برونل اس کے بنانے کے لیے انجنییر مقرر ہوئے -

مسٹر وک صاحب کے سرمایے سے اسّی ہزار روپیہ جمع ہوا تھا اور تین لاکھ ستر ہزار روپیہ چندے سے جمع ہوا جس کا کل روپیہ چار لاکھ پچاس ہزار ہوا - یہ کل روپیہ صرف زمین کے مول لینے اور پاؤں کے کنوؤں کے گلانے اور پایے بنانے اور کچھ لوہا خریدنے میں خرچ ہو گیا اور ۱۸۳۹ء میں اس کا کام بند ہو گیا -

۱۸۶۰ء میں لندن کے سول انجنییر انسٹیٹیوٹ کے ممبرون نے کہا کہ ہمارے مسٹر - آئی - کے برونل - جو انجنییری کا ایک کام شروع کیا تھا، جو پورا نہیں ہوا، اس سبب سے انجنییری کے پیشے کو داغ لگتا ہے، بہتر ہے کہ ہم لوگ اس کام کو پورا کر دیں اس میں ایک تو ہمارے دوست مسٹر برونل کی یادگاری بھی ہو جائے گی اور ہمارے پیشے پر جو بٹّا آتا ہے وہ بھی رفع ہو جائے گا -

اس ارادے سے اُن لوگوں نے اپنی ایک کمیٹی بنائی اور جو لوگ کہ پہلے اس پل کو بنا رہے تھے، اُن سے وہ اَدھورا پل مع

تمام اسباب کے بیس ہزار روپے کو خرید لیا اور شیئر یعنی حصے جاری کیے گئے ؛ چنانچہ بہت لوگ حصہ دار ہو گئے اور تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ حصہ داروں کا جمع ہوا جو اُس کے بنانے کے لیے کافی تھا -

اُسی زمانے میں ٹیمز دریا کا ایک آہنی لٹکواں پل آتارا جاتا تھا اس لیے کہ وہاں ریل کے لیے پل بنانا منظور تھا - اس کمپنی نے وہ تمام پل اور اُس کا سامان خرید لیا اور مسٹر ھاک شاپ انجنیئر مقرر ہوئے - انھوں نے یہ پل بنا کر تیار کر دیا جو آٹھویں دسمبر ۱۸٦۴ء کو کھولا گیا -

اب یہ پل اُس کمپنی کی ملکیت ھے اور اس لیے تھوڑا سا محصول آمد و رفت کا اس پر لگایا گیا ھے اور وہ بیس ہزار روپیہ قیمت کا جو کمپنی سے لیا گیا ھے ، جمع ھے اور تجارت وغیرہ میں لگ رہا ھے - جب وہ اس قدر ھو جائے گا کہ اس کمپنی کا روپیہ ادا کر سکے تو اُسی وقت کمپنی سے یہ پل مول لے لیا جائے گا اور پھر کچھ محصول اس کی آمد و رفت پر نہ رھے گا -

اب میں ھم وطنوں سے نہایت دست بستہ اور ادب سے پوچھتا ہوں کہ یہ لوگ آدمی ھیں یا ھم ؟ جو صرف حیوانوں کی طرح اپنی خود غرضی میں مبتلا ھیں اور پھر صاحب ھمت ایسے ھیں کہ ھر ایک کام میں کہتے ھیں کہ گورنمنٹ بندوبست کر دے ، لڑکیوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے ، لڑکوں کے پڑھانے کا بندوبست بھی گورنمنٹ کرے ، آن کو آن کا مذھب سکھانے کا بھی گورنمنٹ ھی بندوبست کرے - افسوس صد افسوس ہزار افسوس ! حقیقت میں ڈوب مرنے کی جگہ ھے ، ھم اس قابل بھی نہیں ھیں کہ کسی تربیت یافتہ ملک کے لوگوں کو اپنا منہ بھی دکھلاویں -

یہ پل نہایت خوشنما ہے ؛ پل کے اوپر پھرنے سے گھاٹی کی خوبصورتی اور پہاڑوں کی اونچان نیچان جو نہایت ہری گھاس سے زمرد کی طرح پر سبز ہیں اور ان پر خوبصورت خوبصورت درختوں کا اگا ہوا ہونا اور نیچے دریا کا بہتا ہوا دکھائی دینا اور اس میں اسٹیمروں اور کشتیوں کا چلنا اور فرحت بخش ہوا ایسی اچھی معلوم ہوتی ہے جس کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے ۔ دریا کے کے کنارے پر سے وہ پل پل نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایک کہکشاں دکھائی دیتی ہے جس سے آسمان کو رونق ہو گئی ہے ۔ میں کئی دفعہ اس پل پر گیا اور ٹہلتا رہا اور سیر کرتا رہا ۔

(۲) لنگر گاہ اسٹیمروں و جہازوں کا برسٹل میں

وہ ٹکڑا پانی کا جو شہر کے اندر گھس آیا ہے نہایت خوبصورت ہے ، اس کے کنارے پر مکانات بنے ہوئے ہیں اور جہاز شہر کے اندر چلے آتے ہیں ۔ وہیں سے اسباب لدتا ہے اور مسافر وہاں سے سوار ہو کر اور اطلانتک سمندر میں ہو کر امریکہ کو جاتے ہیں ؛ یہاں جہازوں کا آنا جانا کھڑے رہنا نہایت خوبصورت معلوم ہوتا ہے ۔

(۳) رصد خانہ کوہ سینٹ ونسینٹ کلفٹن میں

اسی پل کے قریب جس کا ہم نے ذکر کیا ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے ، بہت اونچا نہیں ہے ، مگر خوبصورت اور خوش قطع ہے ۔ اس پر سے کلفٹن اور اس کا جنگل اور پہاڑ بہت خوبصورتی سے دکھائی دیتے ہیں ۔ وہاں ایک رصد خانہ مسٹر وسٹ کی ملکیت ہے ؛ چند دوربینیں پرانی ، سڑیل ، خراب اور چند اور آلے رکھے ہوئے ہیں اور سب چیز نہایت خراب اور بے مرمت ہے ۔ اس کی چھت پر ایک کمرہ بنا ہوا ہے اور اس کی چھت کے بیچوں بیچ

میں ایک شیشہ لگا ہوا ہے جو چاروں طرف پھرتا ہے ۔ جس طرف اُس کو پھیر دیتے ہیں اُس طرف کے تمام مکانات اور دریا اور جنگل اور درخت اور آدمیوں کی تصویر کمرے میں آ کر بن جاتی ہے اور تمام آدمی چلتے پھرتے معلوم ہوتے ہیں ، یہاں تک کہ پہچانے جا سکتے ہیں ؛ چنانچہ اتفاقاً اُس شیشے کو جو ایک طرف پھیرا ، اُس طرف ایک سڑک پر ایک شخص اسکاچ چلا جاتا تھا جس کو ہم جانتے تھے ۔ بمجرد اُس کی تصویر کمرے میں آنے کے ہم نے پہچان لیا کہ فلاں شخص چلا جاتا ہے ۔

اُسی کے پاس ایک اور چھوٹا کمرہ ہے ۔ اُس میں جو شیشہ ہے وہ حرکت نہیں کرتا مگر بڑی تصویر اور مفصل دکھاتا ہے ۔ آدمی کی تصویر تخمیناً دو فٹ کی دکھائی دیتی ہے ۔

کمرے کے باہر جو شخص اُس شیشے کے مقابلے میں جا کھڑا ہو یا لوگ جو راستہ چلتے ہیں ، اُس شیشے کے مقابلے میں آ جاتے ہیں ، اُن کی تصویر کمرے میں بن جاتی ہے ؛ خوبی یہ ہے کہ بدن کا اور کپڑوں کا رنگ بھی بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ اصلی کا ہے ۔

ہم کو یقین ہے کہ اگر ہم اپنے ملک کے کسی بڑے قبلہ و کعبہ جناب مولوی صاحب سے اس کا سبب پوچھیں گے تو ایک لفظ منہ سے نہیں نکلنے کا ۔ مگر امید ہے کہ شاید اس بات کو سن کر ہمارے زمانے کے علماء اور فلسفی اور منطقی ضرور شرم کریں گے کہ یہ تمام کارخانہ ایک عورت کے سپرد ہے اور جس قدر آلات کہ اب اُس میں موجود ہیں اور جو جو عمل اس سے ہو سکتے ہیں ، وہ عورت کرکے دکھاتی ہے ۔ میں دو دفعہ اُس میں گیا اور اُس عورت نے سب کام کرکے دکھایا ۔ مجھ کو تو اپنی

سفید داڑھی پر اس عورت کے سامنے شرم آئی مگر افسوس ہے کہ ہمارے ہم وطنوں کو شرم بھی نہیں آتی اور جب سچی بات ان کو لکھی جاتی ہے تو الٹا برا کہنے اور الزام دینے کو موجود ہیں اور مہیب مہیب آوازیں سناتے ہیں ۔

اسی پہاڑ میں ایک غار ہے ۹ فٹ گہرا اور اخیر میں کچھ کچھ چوڑی جگہ ہے اور یہ اس قسم کے غار ہیں جہاں اگلے زمانے میں عیسائی درویش بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور شاید اسی سبب سے یہ پہاڑ سینٹ و نسینٹ کے نام سے مشہور ہے ۔

(۴) مکان سر ولیم میلز کا قریب کلفن کے

یہاں کے امیروں اور متمول لوگوں کا یہ دستور ہے کہ اپنی سکونت کے لیے ایک مکان مفصّل میں یا جنگل میں کسی عمدہ جگہ پر بناتے ہیں اور طرح طرح پر آراستہ رکھتے ہیں اور اس میں رہتے ہیں ۔ اسی طرح پر سر ولیم میلز نے جو ایک بڑے سوداگر ہیں، یہ مکان اپنے لیے بنایا ہے ۔

ایک نہایت وسیع احاطہ گھیرا ہے، شاید پندرہ بیس میل مربع کا ہوگا ۔ اس میں ہر قسم کے خوشنما درخت لگے ہوئے ہیں اور تمام احاطہ سرسبز و شاداب ہے، باغ کا، جنگل کا، سبزہ زار کا سب کا اس میں لطف آتا ہے ۔ چرند اور پرند جن کا شکار ہوتا ہے، اس میں مثل جنگل کے میدان کے چھوٹے پھرتے ہیں اور جب شکار کرنے کو دل چاہتا ہے اسی طرح ان کا شکار ہوتا ہے جیسے جنگل کے جانوروں کا ۔ اس میدانی احاطے کے بیچ میں ایک نہایت عمدہ نفیس عالیشان کوٹھی بنی ہوئی ہے، اس کے کمرے ایسے آراستہ ہیں کہ دیکھنے سے تعلق ہے ۔ ہر مقام پر پھولوں کی آراستگی ایسی

خوشنما تھی کہ دل کو لبھائے لیتی تھی ۔ ایک وسیع کمرے میں کتب خانہ آراستہ تھا اور ہر قسم کی کتابیں زرنگار جلدوں کی نفیس نفیس الماریوں میں رکھی ہوئی تھیں اور سب سے شان دار اور خوبصورت یہ کمرہ تھا ۔ صاحب خانہ کا مشغلہ بعد ستۂ ضروریہ کے کتابوں کا پڑھنا اور کچھ تصنیف کرنا ، کوئی آرٹیکل لکھنا ، کوئی ایس سے (مضمون) تصنیف کرنا تھا ۔ دل بہلانے کے لیے ایک کمرے میں عمدہ عمدہ قسم کے باجے بھی تھے اور تمام میدان ریاضت بدنی کے لیے ہر قسم کے سپاہیانہ ہنر کو اکھاڑہ موجود تھا ۔ ان کمروں میں نہایت عمدہ اور نفیس اور بڑی بڑی تصویریں نامی آدمیوں اور مشہور واقعات کی زرین چوکھٹوں میں جا بجا لگی ہوئی تھیں اور تاریخانہ واقعات کو یاد دلاتی تھیں اور نیکی اور عمدہ اخلاق کا ہر وقت بن بولے سبق پڑھاتی تھیں ۔ ہم نے بخوبی تمام چیزوں کی سیر کی اور اس بات کے خیال سے کہ ہمارے ملک کے متموّل اور دولت مند لوگ کیسی بری طرح اور بداخلاقی میں اور خراب عادتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور یہاں کے لوگ کیسی خوبی سے اپنی زندگی کو صرف کرتے ہیں ، دل جل کر کباب ہو گیا ۔ اب میں زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا کیونکہ مجھ کو کانپور کی مہیب آواز کا بڑا اندیشہ ہے[۱] اور مجھ کو اپنے ملک

۱- اس زمانہ میں کانپور سے ایک اخبار شعلۂ طور نکلا کرتا تھا جو سرسیّد کی مخالفت کے لیے وقف تھا ۔ مولوی امداد العلی نام ایک بزرگ اس میں سرسیّد کے خلاف نہایت شدّ و مد سے مضامین لکھا کرتے تھے ۔ بعد کے زمانے میں انھیں مولوی صاحب نے دھلی ، رام پور ، امروھہ ، مراد آباد ، بریلی ، لکھنؤ ، بھوپال اور دیگر مقامات کا دورہ کرکے ہندوستان کے ساتھ بڑے بڑے علماء سے سرسیّد کے کفر کے فتوے پر دستخط کروائے تھے ۔ ''کانپور کی مہیب آواز'' کا اشارہ اسی اخبار کی طرف ہے ۔ (اسماعیل)

کے نہایت لائق اور عالی طبیعت اور تربیت یافتہ و شائستہ لوگوں کا جو اپنا نظیر کسی کو نہیں سمجھتے برا مان جانے کا اندیشہ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

از مقام لندن
۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء

راقم
سیّد احمد

ضمیمہ نمبر ۱

ابتدائی چھ ماہ کے حالات سفر

خط بنام سیکرٹری سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ

فارسی کی قدیم عمدہ کتابیں دوبارہ شائع کرنے اور انگریزی سے سائنس ، تاریخ اور مختلف علوم و فنون کی بہترین کتابیں اردو میں منتقل کرنے کے لیے سرسید نے ۱۸۶۳ء میں غازی پور میں جہاں وہ اس وقت ملازم تھے سائنٹیفک سوسائٹی کے نام سے ایک خالص علمی انجمن قائم کی تھی ؛ وزیر ہند اس کے سرپرست اور یو پی اور پنجاب کے لفٹنٹ گورنر اس کے نائب سرپرست تھے اور ممبر ملک کے تمام معزز اور تعلیم یافتہ ہندو اور مسلمان ۔ سرسید اس کے آنریری سیکرٹری تھے مگر عملاً سب کچھ وہی تھے ۔ اس سوسائٹی نے بہت سی اعلیٰ پایے کی انگریزی کتابوں کے اردو ایڈیشن نہایت نفاست کے ساتھ شائع کیے ۔ جب سرسید کی تبدیلی علی گڑھ کی ہو گئی تو سوسائٹی کا دفتر بھی علی گڑھ منتقل ہو گیا اور پھر مستقل طریقے سے یہیں رہا ۔ اس سوسائٹی کی طرف سے ایک اخبار بھی سرسید نے نکالا ۔ جب سرسید انگلستان جانے لگے تو اپنی بجائے

راجا جے کشن داس کو اس کا آنریری سیکرٹری بنا گئے - سرسیّد اپنے حالات سفر لکھ کر اسی اخبار کو بھیجا کرتے تھے ؛ چنانچہ اسی سلسلے میں انھوں نے ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو ایک طویل تحریر اپنے چھ ماہ کے حالات سفر کے متعلق اس اخبار میں چھپنے کے لیے بھیجی تھی - اسی زمانے میں "اتالیق پنجاب" کے نام سے محکمۂ تعلیم پنجاب کی طرف سے ایک ماہنامہ نکلا کرتا تھا - نومبر ۱۸۶۹ء کے "اتالیق پنجاب" میں سرسیّد کی یہ تحریر اخبار سائنٹیفک سوسائٹی سے لے کر شائع کی گئی تھی جو خوش قسمتی سے ہمیں مل گئی اور ہم اسے سفرنامہ کے ضمیمہ کے طور پر کتاب میں شامل کر رہے ہیں - (اسماعیل)

حالات سفر لکھ کر ہندوستان نہ بھیجنے کی وجہ

جناب عالی سیکرٹری سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ دام اقبالہ ! آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۶۹ء میرے پاس پہنچا - آپ جو بسبب نہ پہنچنے حال سفر کے ناراض ہوئے ہیں ، اس کی معافی میں آپ سے چاہتا ہوں اور اپنے قصور کا اقرار کرتا ہوں مگر میں نے سنا تھا کہ آپ کی سوسائٹی کے بعض ممبر میری آزادانہ تحریر کو نا پسند کرتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں - مجھ سے یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ جو کیفیت اس سفر میں میرے دل پر گذرتی ہے اور جو سچائی کہ میرے دل میں آتی ہے اس کو آپ کی سوسائٹی کے ممبروں کے ڈر سے چھپاؤں اور جس گناہ کا الزام میں اپنے ہم وطن ہندوستانیوں پر دیتا ہوں خود بھی اسی گناہ کا مرتکب ہوں ؛ اس لیے میں نے

بہتر سمجھا کہ اس کا لکھنا ہی موقوف کر دیا جائے ۔ اگر آپ میری آزادانہ رایوں اور باتوں کے چھپنے سے اپنی سوسائٹی کا کچھ نقصان نہیں سمجھتے اور کچھ ممبروں کی بلکہ سوائے خدا کے اور کسی کی ناراضی کا اندیشہ نہیں کرتے تو مجھ کو تمام حالات کے بھیجتے رہنے اور یہاں کے عجائبات کے لکھنے اور نصیحت آمیز اور عبرت خیز باتوں کے بیان کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے ۔

سرسیّد ولایت میں کن کن لوگوں سے ملے؟ کہاں کہاں گئے؟ اور کیا کیا دیکھا؟

اگر آپ میرے اس نیاز نامے کو بجنسہ اپنے اخبار میں چھاپ دیں گے اور امر مذکورہ بالا کی نسبت صاف صاف اپنی رائے لکھ دیں گے تو میں بدستور سابق ہمیشہ ایک پرچہ بھیجتا رہوں گا ، بالفعل بطور تلافیٔ مافات چھ مہینے کے سفر کا جو اب تک نتیجہ ہوا ہے وہ میں آپ کو لکھتا ہوں ۔ مجھ کو یہاں آئے ہوئے چھ مہینے کے قریب ہوئے ؛ اس عرصے میں اگرچہ بسبب تنگیٔ روپیہ کے بہت سی چیزوں کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا مگر با ایں ہمہ کچھ نہ کچھ دیکھا : میں لارڈ اور ڈیوک کی مجلسوں میں بھی گیا ان کے ہاں بڑے بڑے کھانوں اور مجلسوں میں بھی شریک ہوا ، اُن سے کم درجے کے بعض امیروں سے بھی اسی طرح ملا ، متوسط درجے کے بھی رئیسوں اور اشرافوں سے جو گویا ہمارے ہم جولی یعنی ہمارے سے درجے اور رتبے کے تھے دوستانہ ملا اور کھانوں اور مجلسوں میں بھی شریک ہوا ، ہر موقع پر لیڈیوں اور اشراف اور قابل تربیت یافتہ عورتوں کو بھی دیکھا ، یہاں کے امیروں اور متوسط درجہ کے بھلے مانسوں اور غریب اشرافوں بلکہ بعض نہایت کم درجے کے لوگوں کے گھروں کو اور اُن کے رہنے سہنے اور زندگی بسر کرنے کے طریق کو بھی دیکھا ،

بڑے بڑے سوداگروں کے کارخانے اور متوسط درجے کے سوداگروں کی دکانیں اور اُن کے اسباب رکھنے اور سودا بیچنے اور خریدار کے ساتھ پیش آنے اور گفتگو کرنے کے طریق کو بھی دیکھا ، یہاں کے کاریگروں اور قلیوں کو بھی دیکھا ، بڑے بڑے عالیشان مکانات اور میوزیم بھی دیکھے ، انجینیروں کے کارخانے اور جہاز بننے کے کارخانے ، توپوں کے بننے کا کارخانہ ، تار برقی بننے کا کارخانہ جو سمندر میں ڈالا جاتا ہے اور ایک دنیا کو دوسری دنیا سے ملا دیتا ہے ، جنگی جہاز (جن میں سے ایک جہاز پر کئی میل سفر بھی کیا) اور گریٹ ایسٹرن کو دیکھا ، بعض سوسائٹیوں کے میٹنگ میں بھی شریک ہوا - بعض کلبوں کے جلسوں اور کھانوں میں بھی شریک ہوا -

تمام میل ملاقات اور سیر و تفریح کا نتیجہ | ان سب باتوں کا جو نتیجہ حاصل ہوا وہ یہ ہوا کہ ہم جو ہندوستان میں انگریزوں کو ایک نہایت بد اخلاقی کا ملزم ٹھہرا کر (اگرچہ اب بھی میں اس الزام سے ان کو بری نہیں کرتا) یہ کہتے تھے کہ انگریز ہندوستانیوں کو بالکل جانور سمجھتے ہیں اور نہایت حقیر جانتے ہیں ، یہ ہماری غلطی تھی ؛ وہ ہم کو سمجھتے ہی نہیں تھے بلکہ درحقیقت ہم ایسے ہی ہیں -

سرسیّد کے خیال میں تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے انگریزوں اور ہندوستانیوں کا مقابلہ | میں بلامبالغہ نہایت سچّے دل سے کہتا ہوں کہ تمام ہندوستانیوں کو اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک ، امیر سے لے کر غریب تک ، سوداگر سے لے کر اہل حرفہ تک ، عالم فاضل سے لے کر جاہل تک ، انگریزوں کی تعلیم و تربیت

اور شائستگی کے مقابلے میں در حقیقت ایسی ہی نسبت ہے جیسے نہایت لائق اور خوبصورت آدمی کے سامنے نہایت میلے کچیلے وحشی جانور کو - پس تم کسی جانور کو قابل تعظیم یا لائق ادب کے سمجھتے ہو ؟ کچھ اس کے ساتھ اخلاق اور بداخلاقی کا خیال کرتے ہو.؟ ہرگز نہیں کرتے - پس ہمارا کچھ حق نہیں ہے (اگرچہ وجہ ہے) کہ انگریز ہم ہندوستانیوں کو ہندوستان میں کیوں نہ وحشی جانور کی طرح سمجھیں -

ہندوستانی یورپین تہذیب کا خیال بھی نہیں کر سکتے

اگرچہ میرے ہم وطن میری اس تحریر کو بہت سخت سمجھیں گے اور وہ تعجب کریں گے کہ کس چیز کی ہم میں کمی ہے اور کس چیز کی انگریزوں میں فوقیت ہے جو میں نے ایسا لکھا ہے مگر اُن کا تعجب کرنا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے - وہ یہاں کی کسی چیز سے واقف نہیں ہیں اور جو کچھ یہاں ہے وہ حقیقت میں وہم و خیال سے باہر ہے ؛ جو کچھ میں نے یہاں دیکھا اور دیکھتا ہوں امکان نہ تھا کہ وہ ہندوستان میں وہم و گمان میں بھی آ سکتا ، جو کوئی میرا ہم وطن میری اس تحریر کو سچی اور واقعی حقیقت نہ سمجھے آپ یقین کیجیے کہ اس کی مثال مینڈک اور مچھلی کی ہے[۱]-

۱- ایک زندہ مچھلی اتفاقاً ایک مچھلی والے کے پاس سے ایک کنوئیں میں گر پڑی - اُس کنوئیں میں مینڈک رہتے تھے - انھوں نے ایک نیا مسافر گورے گورے رنگ ، چاندی کی سی چمک کا دیکھ کر اس کی خاطر کی اور پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں ؟ اُس نے کہا "میں گنگاجی کی رہنے والی ہوں"- مینڈکوں نے پوچھا کہ تمہارا ملک بھی ایسا ہے جیسے ہمارا یہ آبی ملک ہے - اُس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے مگر نہایت روشن ہے ، نہایت عمدہ ہے ، لطیف ہوا اُس پر چلتی ہے ، بڑی بڑی موجوں کی ایسی لہریں آتی ہیں کہ ہم اُن میں جھولے کی طرح

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مادر زاد اندھا آپ کی دانست میں سورج کی روشنی کی کیفیت یا چاندنی کی خوشنمائی کی فرحت سمجھ سکتا ہے یا خیال میں لا سکتا ہے ؟ میں ان باتوں پر مطلق خیال نہیں کرتا جو بسبب خاصیت ملک کے ایک دوسرے میں مختلف ہیں بلکہ میں صرف اخلاق اور تعلیمی اوصاف نفسانی اور صفائی اور خوش سلیقگی اور ہنر و کمال کا ذکر کرتا ہوں جو تعلیم و تربیت سے علاقہ رکھتا ہے ۔

ساری خوبیاں یورپ میں جمع ہو گئی ہیں

تمام خوبیاں دینی اور دنیوی جو انسان میں ہونی چاہئیں وہ خدا تعالیٰ نے یورپ کو اور اس میں بالتخصیص انگلینڈ کو مرحمت فرمائی ہیں ۔ دینی خوبیوں سے میرا مطلب یہ ہے کہ جس دین کو وہ لوگ حق سمجھتے ہیں ایسی خوبصورتی اور ایسی عمدگی سے اس کے تمام متعلقات کو پورا کرتے ہیں اور انجام دیتے ہیں کہ کسی ملک میں اور کوئی مذہب والے اس خوبی و خوش اسلوبی و سلیقے سے نہیں

جھولتے ہیں اور خوشیاں کرتے ہیں اور نہایت وسیع اور چوڑا چکلا ملک ہے جس میں ہم تیرتے پھرتے ہیں ۔ یہ سن کر ایک مینڈک کنوئیں کی دیوار سے ہاتھ بھر الگ ہٹ کر کھڑا ہوگیا اور کہا کہ اتنا وسیع جتنا کہ میں اور کنوئیں کی دیوار ؟ اس نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ ۔ وہ مینڈک ہاتھ بھر اور ہٹ گیا اور پھر پوچھا ۔ اس نے کہا " اور بھی زیادہ"۔ وہ اور ہٹتا گیا اور پوچھتا گیا اور مچھلی یہی جواب دیتی گئی کہ اور بھی زیادہ ، یہاں تک کہ مینڈک کنوئیں کی دوسری دیوار سے جا لگا اور پوچھا کہ اتنا بڑا ؟ جب مچھلی نے کہا کہ اس سے بھی بہت زیادہ تو مینڈک نے کہا کہ جھوٹ ؟ اس سے زیادہ کیا ہوگا ، اتنے میں ایک شخص نے ڈول ڈالا اور پانی ہلا ۔ مینڈک نے پوچھا کہ ایسی ہی لہریں آتی ہیں ؟ وہ مچھلی ہنسی اور کہا کہ اس چیز کو جس کو تم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ تم کو اس کا خیال میں لانا ممکن ہے اور وہ چیز بغیر دیکھے بتائے سے بھی خیال میں نہیں آ سکتی تو پھر اس کو کیوں پوچھتے ہو ؟ (سیّد احمد)

کرتے؛ یہ تمام نتیجہ ہے زن و مرد کے عموماً تعلیم یافتہ ہونے کا اور تمام قوم کا اُن امور کی طرف متوجہ ہونے کا - اگر ہندوستان کے لوگ بھی عموماً تربیت پاجاویں تو ہندوستان بسبب اپنے قدرتی اوصاف کے انگلستان سے زیادہ نہیں تو یقینی اُس کے قریب گلزار ہو جاوے -

جو درخواست میں نے آپ سے اس نیاز نامے میں کی ہے اگر آپ اُس کو منظور کر لیں گے تو میں اپنے سفر کا حال تو لکھا ہی کروں گا مگر میں کچھ تھوڑا حال اپنے پرائیویٹ لائف کا جو یہاں ہے لکھتا ہوں اور غالباً دلچسپ ہو گا اور میرے ہم وطنوں کو یا تعجب میں ڈالے گا یا مجھ پر ہنسوا دے گا یا ایک اور تیر ملامت ان کے ہاتھ آئے گا -

کچھ ذاتی حالات | جب میں لندن میں پہنچا تو تین چار دن چیرنگ کراس ہوٹل میں ٹھہرا - میرے پاس نہ اتنا روپیہ تھا نہ مجھ کو ایسا مقدور تھا کہ میں ایک علیحدہ مکان کرایے پر لے کر اس میں رہتا اور تمام اسباب خریدتا اور نوکر رکھتا؛ اس لیے میں نے لاجنگ کرایہ پر لیا -

لاجنگ کا طریقہ | لاجنگ کے یہ معنے ہیں کہ جس مکان میں صاحب مکان رہتا ہے اُسی میں سے چند کمرے وہ کرایہ پر دے دیتا ہے، مکان کو اسباب ضروری سے یہاں تک کہ سونے کے پلنگ، اوڑھنے اور بچھونے سے مرتب کر دیتا ہے - مکان والا لینڈ لارڈ اور اس کی بی بی لینڈ لیڈی کہلاتی ہے، کھانا بھی وہی پکوا کر کھلوا دیتی ہے، نوکروں کا بندوبست بھی وہی کر دیتی ہے، ہر ہفتہ ایک بل دے کر جو خرچ ہوتا ہے لے لیتی ہے اور نہایت آرام سے

گزرتی ہے۔

اس بیان سے آپ خیال کریں گے کہ ایسے لوگ جو اپنے رہنے کے مکانوں میں اوروں کو بھی کرایے پر رکھ لیتے ہیں ، لندن کے غریب آدمی ہیں گو کہ اشراف ہیں مگر باعتبار دولت و روپیہ کے نہایت غریب ہیں۔

ان لوگوں کی کیفیت جن کے ہاں سر سیّد مقیم ہوئے

میں جس مکان میں رہتا ہوں وہ مسٹر جے لڈلم کے قبضے میں ہے ، اس کی ایک بی بی مسز لڈلم ہے اور مسز لڈلم کی دو بہنیں ہیں مس الن وسٹ و مس فانی وسٹ ؛ وہ بھی کبھی کبھی بطور مہمان اپنی بہن کے پاس آتی ہیں اور دو تین ہفتے رہ کر چلی جاتی ہیں۔ مسٹر جے لڈلم ایسا لائق اور قابل آدمی ہے جیسے کہ نہایت لائق اشراف کو ہونا چاہیے ؛ متعدد علوم سے واقف ہے اور ایسا شوقین آدمی ہے کہ جب فرصت ملتی ہے ، راتوں کو علمی مجلسوں[۱] میں جہاں کیمسٹری یا بیالوجی یا زولاجی وغیرہ علوم پر لکچر ہوتے ہیں۔ چھ مہینے ہوئے مگر بجز اس کے کہ کبھی ملاقات ہوئی اور بات چیت ہوئی یا کمرے میں جانے نکلنے کے وقت اتفاقیہ صاحب سلامت ہو گئی ، کبھی میرے کمرے تک اس کی آواز نہیں آئی۔ ہر وقت اس بات کا خیال رہنا کہ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ رہتے ہیں ان کو کبھی تکلیف نہ ہو ، کیسی عمدہ اخلاق کی

۱- یہ مجلسیں اور اس قسم کی اور بہت خود لوگوں نے قائم کی ہیں اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان سے دو تین آنے فیس کے لیے جاتے ہیں۔ ان جلسوں میں اس قدر آمدنی ہوتی ہے کہ اس کے تمام اخراجات اور لکچر دینے والوں کی تنخواہیں اور آلات اور مکان غرض سب چیز کا خرچ اس میں سے چلتا ہے اور عام لوگوں کو ایسی تربیت پہنچتی ہے جو ہندوستان میں کسی بڑے عالی فلسفی کو بھی نہ تھی۔

بات ہے ؛ بہرحال میں مسٹر جے لڈلم کی ذاتی خوبیوں کو جتانا نہیں چاہتا کیوں کہ ممکن ہے ، کہ دوسرے میں نہ ہوں ، بلکہ اس بیان سے یہاں کی عام تعلیم و تربیت کا نقشہ اپنے ہم وطنوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں -

مسز لڈلم ایک ایسی قابل اور تعلیم یافتہ، نہایت شائستہ نہایت پڑھی لکھی ، نہایت نیک بی بی ہے کہ اُس کی خوبیاں مجھ سے بیان نہیں ہو سکتیں ؛ تہذیب اور اخلاق اور ادب اور انسانیت سب چیز کی مجسم ہے ، تمام کام اور تمام معاملات خانہ داری کے نہایت لیاقت سے خود کرتی ہے - اور مسٹر لڈلم کو بجز آفس میں جانے اور اپنے علمی جلسوں میں شریک رہنے کے کسی چیز کی فکر نہیں ہے -

اُن کی دونوں بہنیں بھی اسی طرح پڑھی لکھی قابل ہیں ، اُن میں سے مس الن وسٹ کو کتابوں کے پڑھنے کا نہایت شوق ہے - ان دنوں میں میں ایک کتاب متعلق مذہب مسلمانوں کے لکھ رہا ہوں اور میں نے بہت سی انگریزی کتابیں جو مسلمانوں کے مذہب کے متعلق خواہ اس کی تائید میں خواہ اس کی تردید میں لکھی گئی ہیں اور نیز چند کتابیں نہایت لامذہبوں کی جو کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتے اور سب کی تردید کرتے ہیں ، جمع کی ہیں - چند روز ہوئے کہ مس الن وسٹ واقعتاً نہایت بیمار ہوگئی تھی ، دوسرے دن بیماری کو آرام ہو گیا الاّ ضعف بہت تھا ، پلنگ پر سے اٹھنے پھرنے کی بخوبی طاقت نہ تھی - انھوں نے مجھ سے کہلا بھیجا کہ جو کتابیں حال میں تم نے خریدی ہیں ، ان میں سے کوئی کتاب میرے پڑھنے اور دل بہلانے کو بھیج دو - میں نے کہا کہ میرے پاس اس قسم کی کوئی کتاب نہیں ہے ، مذہبی کتابیں ہیں اور وہ

بھی جھگڑے اور ردّ و قدح کی ۔ اس نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ، انھیں میں سے کوئی دو ۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب بھیج دی ۔ دو دن میں اس نے اس کتاب کو پڑھ ڈالا اور جب اس کو بالکل صحت ہوئی اور باہر آئی تو چند باتیں نہایت عمدہ اس کتاب میں سے بیان کیں ۔

یورپین اور ہندوستانی خواتین کا مقابلہ

پس اب سمجھنا چاہیے کہ متوسّط درجے سے کس قدر کم درجے کی عورتوں کی تو کیسی عمدہ تعلیم ہے ! کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں کہ ایک عورت حالت بیماری میں کتاب پڑھنے سے دل بہلاوے ۔ آپ نے ہندوستان میں کسی امیر ، کسی نواب ، کسی راجا ، کسی مرد اشراف کو ایسی خصلت کا دیکھا ہے ؟

اگر ہندوستان میں کوئی عورت بالکل برہنہ بازار میں پھرنے لگے تو ہمارے ہم وطنوں کو کیسا تعجب اور کس قدر حیرت ہوگی ۔ بلا مبالغہ یہ مثال ہے کہ جب یہاں کی عورتیں یہ سنتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتیں پڑھنا لکھنا نہیں جانتیں اور حلیۂ تربیت اور زیور تعلیم سے بالکل برہنہ ہیں تو ان کو ایسا ہی تعجب ہوتا ہے اور کمال نفرت اور کمال حقارت ان کے خیال میں گذرتی ہے ۔

انگریز اور ہندوستانی مردوں کا موازنہ

آپ یقین جانیے کہ ہندوستان میں جس طرح انگریز ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ، صرف وہ پولٹیکل پالیسی گورنمنٹ سے مجبور ہیں جو ان کو ہندوستانیوں کے ساتھ ملنا اور ان کی خاطر داری کرنی پڑتی ہے ؛ اگر یہ نہ ہو اور فرض کرو کہ ہندوستانی اور انگریز ایک آزاد

ملک میں اکٹھے بساوے جائیں اور بالفعل جو عادتیں اور طرز زندگی اور پرائیویٹ لائف ہندوستانیوں کی ہے وہ ایسی ہی رہے اور جو انگریزوں کی ہے وہ ویسی رہے تو ہرگز انگریز ہندوستانیوں کے پاس بھی نہ کھڑے ہوں اور جانور سے زیادہ نہ سمجھیں - میں بے شک ہندوستان کے انگریزوں کو کہتا ہوں کہ ہندوستانیوں کے ساتھ نہایت بداخلاق ہیں اور ان کو ایسا ہونا نہیں چاہیے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ باعتبار شائستگی کے میں ہندوستانیوں کو اس بات کا مستحق ٹھہراتا ہوں بلکہ اس وجہ سے کہتا ہوں کہ انگریزوں کو خود اپنی شائستگی کے لحاظ سے ایسا کرنا، خود اپنی تربیت اور شائستگی پر بٹہ لگانا اور حقیقت میں عام شائستگی کے پھیلنے کو سدّراہ ہونا ہے اور لاکھوں باتوں کو اور کروڑوں منافع عام کو نقصان پہنچانا ہے -

انڈیا آفس کا البم انڈیا آفس میں تمام ہندوستان کی قوموں کی تصویریں اور حالات و رسومات کی ایک کتاب ہے اور جس رسم کا اس میں بیان ہے اس کی بعینہ تصویر بھی ہے اور اکثر تصویریں فوٹو گراف کی لی ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عین اسی حالت میں لی گئی ہیں؛ پھر ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کیسی کچھ وحشیانہ ہیں اور جانوروں سے زیادہ کچھ رتبہ نہیں رکھتے - جوان انگریز جو سول سروس میں پاس ہونے کے بعد دو برس تک واسطے دینے بعض خاص امتحانوں کے یہاں رہتے ہیں، وہ قریب اپنے زمانہ روانگی کے انڈیا آفس میں آتے ہیں اور ہندوستان کے حالات سے کچھ واقفیت بہم پہنچانا چاہتے ہیں، وہ بھی اس کتاب کو دیکھتے ہیں اور وہ حالات پڑھنے اور تصویریں دیکھنے کے بعد جو عزّت اور قدر و منزلت ہندوستانیوں کی ان کے دل میں آتی ہے

وہ ایک ادنیٰ غور سے خیال میں آ سکتی ہے -

ایک دن میں اور حامد اور محمود انڈیا آفس میں گئے - محمود نے اُس کتاب کو دیکھنا شروع کیا ، اتنے میں ایک جوان انگریز شاید کوئی سول سروس پاس کیے ہوئے تھا ، آن کھڑا ہوا - تھوڑی دیر بعد اُس نے محمود سے پوچھا کہ تم بھی ہندوستانی ہو ؟ محمود نے اسی وقت بلا خیال کہا ''یس'' (ہاں) مگر یہ کہتے ہی اُس کو ایسی شرمندگی ہوئی کہ اس کا رنگ متغیّر ہو گیا اور اس نے کہا کہ

I am of a foreign nation, and not an Indian.

یعنی میں ہندوستان کی قوم کا آدمی نہیں ہوں بلکہ پردیسی قوم کا ہندوستان میں آیا ہوں - پس خیال کرو کہ جب تک یہ کلنک کا ٹیکا ہندوستانی اپنے منہ سے نہ چھٹاویں گے اُس وقت تک کبھی ان کی عزّت اور قدر کسی تربیت یافتہ قوم کی آنکھ میں نہیں ہونے کی -

بنگالیوں اور پارسیوں کی تعلیم اور ہندو مسلمانوں کی جہالت

میں نہایت خوش ہوں کہ ہمارے بھائی بنگالیوں اور پارسیوں نے کسی قدر شائستگی میں ترقی کرنی شروع کی ہے مگر وہ ایسا دوڑ کر چلے ہیں جس سے گر پڑنے کا اندیشہ ہے ؛ مگر ہمارے ہم وطن ہندو اور مسلمان بھائی اب تک کوئے جہالت میں پڑے ہیں اور آئندہ مدّت تک پڑے رہیں گے اور شاید مسلمان تو اتنے دنوں تک پڑے رہیں کہ پھر وقت اور زمانہ ان کی ترقی اور شائستگی کا باقی نہ رہے اور جو اب مرض ہے وہ علاج پذیر نہ رہے کیوں کہ اُن کو یعنی مسلمانوں کو جہل مرکّب نے گھیرا ہے :

اپنے باپ دادا کے قصّے یاد کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے بہتر کون ہے اور حال میں جو باغ اُن کے سامنے ہے اور گل پھول کھل رہے ہیں اُسی جہل مرکب نے اُن کی آنکھوں کو اُس کے دیکھنے سے اندھا کر رکھا ہے۔

مصر اور ترکی میں تہذیب و شائستگی کی ترقی | مگر مجھ کو اس بات کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہے کہ گو ہمارے ہندوستان کے مسلمان بھائی جہل مرکب میں مبتلا ہوں مگر اور ملکوں میں جو ہمارے مسلمان بھائی ہیں انھوں نے تربیت و شائستگی میں ترقی کرنی شروع کی ہے۔ مصر اور ترکی یعنی سلطان روم کی عملداری کے مسلمان روز بروز شائستگی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ترکی کے مسلمانوں میں سے وہ تعصّب جس کی بنا حماقت اور جہالت پر ہوتی ہے اور جس کا اخیر نتیجہ مذلّت اور خواری ہوتا ہے روز بروز جاتا جاتا ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ معدوم ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے خدیو مصر کو انگلستان میں دیکھا اور ایک ایسی قوم سے جن میں ایک زمانہ میں باہم نفرت تھی، دوستانہ طور سے ملتا اور جلسوں میں شریک ہوتا ہوا دیکھا۔ سلطان روم کو بھی اپنی ہمسایہ قوموں سے روز بروز محبت اور اتّحاد اور دوستی بڑھتی جاتی ہے؛ چند روز ہوئے کہ ایک بہت بڑا ثبوت جہالت کے تعصبات کے جاتے رہنے کا، سلطان روم کے فرانس اور لندن میں آنے اور باہم دوستانہ ملاقاتیں کرنے اور کھانوں میں ایک میز پر شریک ہونے سے ہوا تھا اور دوسرا بڑا ثبوت ایمپریس آف فرانس یعنی شہنشاہ فرانس کی ملکہ اور شہنشاہ آسٹریلیا کے

روم میں جانے اور سلطان کے ہاں مہمان ہونے سے ہو گا۔ ان دنوں میں اس مہمان‌داری کی روم میں بڑی بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں: سلطان خود ایمپریس آف فرانس کے استقبال کو جائے گا اور سب شہنشاہ آپس میں ایک ہفتہ تک برادرانہ محبت و ارتباط سے ملیں گے اور جلسوں میں اور کھانوں میں شریک ہوں گے اور پھر ساتھ سفر کریں گے اور سلطان اپنے مہمانوں کو اپنے ساتھ بیت المقدّس کی زیارت کرانے لے جائے گا۔ ابھی چند روز ہوئے کہ پرنس آف ویلز سلطان روم کے ہاں مہمان تھے اور تمام ترکی زبان حال سے اس طرح پر ترانہ سنج تھے؎

اے آمدنت باعث آبادیٔ ما ذکر تو بود کہ زمزمۂ شادیٔ ما

پس اس بات کے دیکھنے سے کہ آپس میں انسانوں کی روز بروز محبت بڑھتی جاتی ہے اور جہالت اور وحشیانہ پن کم ہوتا جاتا ہے جو اصلی منشاء نیچر کا ہے، کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے!

مصری خواتین کی تعلیمی ترقی | روم اور مصر دونوں میں روز بروز تعلیم کی ترقی ہے، عورتیں بھی روز بروز بہت زیادہ پڑھی لکھی ہوتی جاتی ہیں۔ مصر کی ایک مسلمان لڑکی کا میں نے حال سنا کہ سوائے عربی زبان کے جو اُس کی اصلی زبان ہے اور جس میں وہ نہایت فصاحت سے لکھتی پڑھتی ہے، فرنچ زبان بھی نہایت خوب بولتی ہے اور لیٹن اس قدر جانتی ہے کہ جو مضمون یا شعر اس کے سامنے رکھا جائے اُس کو پڑھ لیتی ہے اور مضمون سمجھ لیتی ہے۔ اُس کے بھائی نے فرانس میں تربیت پائی تھی، جب وہ اپنے گھر گیا تو اُس کی بہن نے جس کو پڑھنے کا بہت شوق تھا اور اپنے کنبے کے بزرگوں سے اُس نے اپنی زبان عربی میں بہت کچھ

پڑھا تھا، اپنے بھائی سے فرنچ اور لیٹن سیکھ لی۔

لندن میں سرسیّد کے رہنے کا مکان | اب میں ایک نہایت دلچسپ مکان میں رہتا ہوں (یہاں کے مکانات اور ان کے موقعوں کا حال پھر لکھوں گا)، چھ کمرے اس مکان کے ہم سے متعلق ہیں: چار تو بیڈ روم ہیں یعنی ہم چاروں کے لیے سونے کے چار کمرے، حامد، محمود، مرزا خدا داد بیگ کے سونے کے کمرے میرے سونے کے کمرے سے کسی قدر زیادہ اچھے ہیں اور ان میں فرنیچر بھی کسی قدر زیادہ ہے اس لیے کہ وہ اسی کمرے میں رات کو پڑھتے بھی ہیں اور کتاب بھی دیکھتے ہیں۔ میرے کمرے میں صرف سونے کا سامان ہے مگر ایسا ہے کہ میں نے ہندوستان میں نہیں دیکھا تھا، شاید کلکتہ و بمبئی والوں نے دیکھا ہو۔ ایک کمرہ میرے لکھنے اور کتاب دیکھنے اور کتاب کے تصنیف کرنے کا ہے اور اسی کمرے میں ہم کھانا بھی کھاتے ہیں اور چاء بھی پیتے ہیں اور ایک بڑا کمرہ آراستہ ہے جو سٹنگ روم کہلاتا ہے یعنی ملاقات کا کمرہ، اس میں کبھی ہم سب مل بیٹھتے ہیں اور دل خوش کرتے ہیں اور جب کوئی دوست ہم میں سے کسی سے ملاقات کو آتا ہے تو اس کمرے میں ملاقات ہوتی ہے۔

مکان کی لائق اور مستعد خادمائیں | ہماری مہربان لینڈ لیڈی نے ہمارے کاموں کے انجام کے لیے دو نوکریں رکھی ہیں، ایک کا نام این اسمتھ ہے اور دوسری کا ایلیزبتھ ماتھیوز؛ پچھلی تو نو عمر غریب لڑکی ہے، متفرق کام کرتی ہے اور پہلی نہایت ہوشیار اور لائق پڑھی لکھی خوشخط با سلیقہ ہے، کتابیں پڑھ سکتی ہے، تمام ضروری مضمون لکھ سکتی ہے، اخبار پڑھ سکتی ہے اور اس

سے خوشی حاصل کر سکتی ہے ، اپنا متعلق کام اس خوبی سے انجام دیتی ہے کہ جیسے کوئی کل یا گھڑی بلا تفاوت باقاعدہ اپنا کام کرتی ہے ۔

ہم اپنے سونے کے کمرے میں سے بعد فراغ تمام ذاتی کاموں کے پوری پوشاک پہن کر قریب ساڑھے آٹھ بجے کے اپنے لکھنے پڑھنے کے کمرے میں آتے ہیں ۔ اس عرصے میں این اسمتھ دونوں کمرے صاف کر رکھتی اور ہر چیز ،کیا چوکی اور کیا میز اور کیا الماری اور کیا تصویریں اور کیا قلمدان اور کیا کتابیں غرض کہ تمام چیزیں جھاڑ پونچھ کر اور آراستہ کرکے اپنے اپنے موقع پر رکھ دیتی ہے ، آتشدان میں بقدر حالت سردی کے آگ جلا رکھتی ہے ، اگر کوئی چٹھی کسی کے نام کی آئی تو اس نے ہر ایک کا نام پڑھ کر ہر ایک کی نشست کی چوکی کے آگے رکھ دی ، اگر کوئی اخبار ہوا تو اس کو سب کے بیچ میں رکھ دیا کہ جس کا دل چاہے وہ اوّل لے کر پڑھے ، غرضکہ ہم کمرے میں آئے ، سب چیز کو آراستہ پایا ۔ قریب نو بجے کے وہ کمرے کے دروازے پر آئی اور دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آنے کی اجازت چاہی ، جب معمولی الفاظ سے اجازت ملی وہ اندر آئی اور کھانے کی میز پر چادر بچھائی اور بریک فاسٹ کا سامان سب تیار کیا ؛ تمام گفتگو نہایت شستہ ، نہایت مودّب اور باوجود مودّب ہونے کے خوش خو ، اخلاق اور انسانیت سے بھری ہوئی ، ہر ایک سے ''سر'' کہہ کر بات کہنی ، حامد کو مسٹر حامد ، محمود کو مسٹر محمود اور مرزا خدا دادبیگ کو مسٹر بیگ نہایت ادب آمیز طریقہ سے کہنا اور چونکہ وہ جان گئی ہے کہ مرزا خدا داد بیگ کا یہ پورا نام نہیں ہے ایک آدھ دفعہ

یہ بھی کہ دیا ہے ''سر پلیز پارڈن می - یورفل نیم از ویری ڈفیکلٹ''

Sir, please pardon me, your full name is very difficult.

یعنی آپ مجھے معاف فرمائیں جو میں نے آپ کا پورا نام نہیں لیا - آپ کا پورا نام نہایت مشکل ہے -

اب بڑا تماشا ھوگیا ہے کہ ھم سب نے مرزا خدا داد بیگ کا نام مسٹر بیگ رکھ دیا ہے - غرض کہ اسی طرح تمام چیزیں وقت پر موجود اور تیار رکھتی ہے اور ڈنر اور سپر سب کا سامان اسی طرح خوبی و درستی کے ساتھ انجام دیتی ہے - آپ یقین جانیے کہ اگر یہ عورت جو نہایت غریب آدمی اور اصیل گری کی نوکری کی محتاج ہے اور دن رات ہماری خدمت میں حاضر رہتی ہے ، اگر ہندوستان میں جاوے اور اچھے سے اچھے امیر آدمیوں کی عورتوں سے ملے تو ان کو محض جانور سمجھے اور نہایت حقارت سے ان سے نفرت کرے - یہ صرف نتیجہ عام تعلیم و تربیت کا ہے -

اس نو عمر لڑکی ایلزبتھ ماتھیوز کو دیکھو کہ باوجود قلت تنخواہ کے ہمیشہ ھاف پینی والے اخبار جس کا نام '' ایکو '' ہے مول لیتی ہے اور جب کام سے فرصت ملی تو اس کو پڑھتی ہے ، کبھی پنچ اخبار کا کوئی پرچہ لے کر اس میں جو تصویریں عورتوں کی مسترز اور کسٹم پر ھوتی ھیں ان کو دیکھتی ہے اور اس کے ایڈیٹر کے کنایے اور اشارے کو پڑھتی ہے اور طبیعت خوش رکھتی ہے -

تمام سودے والوں کی دوکانوں کی پیشانیوں پر ان کے نام بڑے خوشخط سنہری اور رنگین حرفوں میں لکھے ھوئے ھیں - یہ

تمام نوکریں ہر ایک تحریر کو پڑھ لیتی ہیں اور تمام کام کر لاتی ہیں۔

انگلستان میں تعلیم کا عام رواج

کیب مین اور کوچوان اپنی گدی کے نیچے کوئی اخبار یا کتاب دبائے رکھتے ہیں، جہاں سواری پہنچائی اور کیب یا اور جو سواری ہو وہ کھڑی کی اور انھوں نے اخبار نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔ آپ خیال کر لیں کہ یہاں کیب مین کی ایسی حیثیت ہے جیسی کہ بنارس میں وہاں کے یکّہ کرایہ پر چلانے والوں کی حیثیت۔ پس جب تک کہ اس قدر ترقی عام تعلیم کی نہ ہو شائستگی اور تربیت کسی قوم میں آنی اور اس قوم کی عزت ہونی ناممکن ہے۔

انگلستان کی ترقی کا راز اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنا ہے

اس تمام ترقی کا باعث انگلستان میں صرف یہ ہے کہ تمام چیزیں، تمام علوم، تمام فن جو کچھ ہے اسی قوم کی زبان میں ہے جو عموماً یا قریب عموماً کے بولی جاتی ہے۔ گو اسی انگلستان میں بعض مقاموں کی زبانیں ایسی گنواری ہیں جن پر انگریزی کا اطلاق کرنا مشکل ہے مگر انگریزی زبان انگلستان میں ایسی ہے جیسے ہندوستان میں علی الخصوص شمال و مغربی اضلاع اور صوبہ بہار میں اردو جس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔

ہمالیہ کی چوٹی پر یہ الفاظ کھود دیے جائیں کہ ہندوستان اسی وقت ترقی کر سکتا ہے جب وہاں تعلیم اسکی اپنی زبان میں دی جائے

پس جو لوگ حقیقت میں ہندوستان کی بھلائی اور ترقی چاہنے والے ہیں وہ یقین جان لیں کہ ہندوستان کی بھلائی صرف اسی پر منحصر ہے کہ تمام علوم اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک انھیں کی زبان

میں اُن کو دیے جاویں - میری یہ رائے ہندوستان کے ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر نہایت بڑے بڑے حرفوں میں آئندہ زمانے کی یادگاری کے لیے کھود دیے جاویں ، "اگر تمام علوم ہندوستان کو اُسی کی زبان میں نہ دیے جائیں گے کبھی ہندوستان کو شائستگی و تربیت کا درجہ نصیب نہیں ہونے کا ، یہی سچ ہے ، یہی سچ ہے ، یہی سچ ہے"۔

اس معاملے میں گورنمنٹ کو نہایت مشکل ہے اور جب گورنمنٹ کی زبان ملکی زبان نہیں ہے تو لوگوں کو ورنیکلر پر متوجہ ہونے کا بہت کم حوصلہ ہوتا ہے کیوں کہ اس وقت تک ہندوستان میں سوائے نوکری کے لالچ کے کوئی شخص علم کی قدر سے علم کو تحصیل نہیں کرتا ۔

اپنی زبان میں تعلیم کے متعلق سرسیّد کا ہندوستانیوں کو پرزور مشورہ

مگر اے ہندوستان کے بھلائی چاہنے والو ! تم کسی سے توقع مت رکھو اور خود اپنے اپنے بھروسے اور آپس کے چندے سے اپنے ملک میں تمام علوم اعلیٰ درجے سے ادنیٰ درجے تک اپنی زبان میں پھیلاؤ ، پھر جب تم علوم سے واقف ہو جاؤ گے اور شائستگی و تربیت تک پہنچو گے تب تمہاری نگاہ میں گورنمنٹ کی نوکریوں کے لالچ کی کچھ بھی حقیقت نہیں معلوم ہوگی ؛ اُمید ہے کہ کسی نہ کسی دن ایسا ہی ہوگا ، ہوگا ، ہوگا ۔

کچھ سائنٹیفک سوسائٹی کے متعلق

مجھ کو اس بات کے دریافت ہونے سے کہ حضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے آپ کی سوسائٹی کی بڑی دستگیری کی ہے اور صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن بہادر اضلاع شمال مغرب نے بھی بہت بڑی اعانت اور پرورش فرمائی ہے نہایت خوشی ہوئی اور خدا کا بہت بہت شکر ادا کیا مگر اے مائی ڈیر راجا[1] !

١- یعنی راجا جے کشن داس سیکرٹری سائینٹیفک سوسائٹی (اسماعیل)

اپنی سوسائٹی اور اخبار کی آزادی کو ہرگز ہاتھ سے مت دینا۔ سر رشتہ تعلیم کی بھلائی اور برائی پر تمام ہندوستان کی زندگی اور موت منحصر ہے۔ ہمیشہ نہایت غور کی مگر نہایت منصفانہ نگاہ سے اس کو دیکھتے رہنا، صرف سچائی اور عام کی بھلائی کو اپنا دوست جاننا۔

مجھ کو سوسائٹی کے قرضے کا بہت رنج ہے۔ میں نے جو بنارس سے سوسائٹی کے لیے فوارے کا حوض تیار کرا کے بھیجا ہے اُس کا حساب میں آپ کو بھیج آیا تھا اور شاید کئی سو روپیہ میرا فاضل بذمّہ سوسائٹی بابت لاگت حوض کے تھا۔ آپ نے جو حساب قرضۂ سوسائٹی کا مرتب کیا ہے اُس میں وہ رقم بھی داخل ہے یا نہیں، اگر داخل ہو تو میں چاہتا ہوں کہ بقدر رقم مذکورہ میری طرف سے ڈونیشن سوسائٹی کے حساب میں جمع کیجیے اور اس رقم کو قرضے کے ادا میں خرچ میں ڈال لیجیے؛ غرض کہ جس قدر میرا روپیہ بطور قرض بابت لاگت حوض سوسائٹی کے ذمے لینا ہے اُس کا جمع خرچ برابر کر دیجیے۔ زیادہ نیاز فقط

از مقام لندن

۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء

عاجز آپ کا تابعدار

سیّد احمد

ضمیمہ نمبر ۲

سرسیّد کے سفر لندن کے حالات

(نوشتہ مولانا الطاف حسین حالی)

سرسیّد کی مسبوط اور تفصیلی سوانح عمری مولانا الطاف حسین حالی نے ایک ہزار صفحات میں مرتب کر کے ۱۹۰۱ء میں شائع کی تھی - اس میں مولانا نے مختلف مقامات پر سرسیّد کے سفر لندن کے جو دلچسپ حالات تحریر فرمائے ہیں ان کی تفصیلات ہمیں کسی اور جگہ سے نہیں ملیں - سفرنامے کی تکمیل کے لیے ان حالات و واقعات کا ہونا ضروری تھا - لہٰذا ہم انھیں ''حیات جاوید'' کے مختلف مقامات سے اخذ و انتخاب کرنے کے بعد یہاں درج کرتے ہیں - (محمد اسماعیل)

لندن کے عمائد سے ملنا | سرسیّد بمبئی سے چوبیس دن میں لندن پہنچے اور میکلن برگ اسکوائر میں ایک مکان کرایے پر لے کر ٹھہرے اور اپنے تمام دوستوں اور آشناؤں سے ملے - لارڈ لارنس سب سے زیادہ مہربانی، مروّت اور خلق سے ان کے ساتھ پیش آئے، جیسے کہ وہ ہمیشہ ہندوستان کے مسافروں کے ساتھ پیش آتے تھے - وہ ہندوستان میں سرسیّد اور ان کے خاندان کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کی خدمات سے آگاہ تھے - لندن میں وہ اکثر ان کو اپنے

گھر ڈنر پر بلاتے تھے اور مہینے میں ایک بار ہمیشہ ان سے ملنے کو آتے تھے - انھوں نے ھی سرسیدؒ کو لندن کے اکثر امراء و مشاھیر سے ملوایا تھا - لارڈ اسٹینلی آف ایلڈرلی جو قسطنطنیہ میں بطور سفیر انگریزی کے رھتے تھے وہ بھی جب لندن میں آتے تھے تو سرسیدؒ سے ملتے رھتے تھے - سرجان ولیم کے انڈر سیکرٹری وزیر ھند کے ساتھ بھی سرسیدؒ کو زیادہ خصوصیت ھو گئی تھی - ملکہ معظمہ کے سمدھی ڈیوک آف آرگائل جو اس وقت وزیر ھند تھے اور سائینٹیفک سوسائٹی علی گڈھ کے پیٹرن بھی تھے ، وہ بھی سرسید سے بڑے اخلاق اور تپاک سے ملتے رھے اور اپنے بیٹے مارکوئیس آف لارن سے بھی جو ملکہ معظمہ کے داماد ھیں ، ان کو ملوایا -

جلسہ سول انجینئرز سوسائٹی میں شریک ھونا | سرسیدؒ نے پورے سترہ مہینے لندن میں قیام کیا اور شب و روز ان کاموں میں جن کے لیے یہ سفر اختیار کیا تھا ، مصروف رھے - با ایں ھمہ ان کو اکثر خاص خاص تقریبوں میں بلایا جاتا تھا اور ان کی عزّت افزائی کی جاتی تھی - ۲۳ جون ۱۸۶۹ء کو وہ لارڈ لارنس کے ھاں ایک بہت بڑے ڈنر پر بلائے گئے اور ۱۳ جولائی کو سمٹونین سوسائٹی آف سول انجینئرز کے ایک عظیم الشان جلسے میں اور اس کے بعد جو اسی کے متعلق گرینچ میں ڈنر ھوا ، اس میں شریک ھوئے - اس جلسے کی کیفیت ڈیلی نیوز مؤرخہ ۲۱ جولائی میں مفصل درج ھوتی تھی - خلاصہ یہ ھے کہ مسٹر پن نے جو سوسائٹی مذکور کے پریذیڈنٹ تھے ، سرسید کو اس جلسے میں شریک ھونے کے لیے مدعو کیا تھا اور لکھا تھا کہ آپ وقت معین پر میرے اسٹیمر میں

جو پارلی منٹ ھاؤس کے سامنے موجود ہوگا ، آئیں مگر خود لارڈ لارنس سرسیّد کے مکان پر آئے اور ان کو اپنے ساتھ سوار کرا کے لے گئے۔ سیّد حامد اور سیّد محمود بھی ساتھ تھے ۔ اسٹیمر میں جا کر حاضری کھائی اور ٹیمز کے کنارے جو بڑے بڑے کارخانے تھے دیکھے ۔ پھر خاص اجازت سے ایک جنگی جہاز اور اس میں توپیں بھرنے اور چلانے کا تماشا دیکھا ۔ وھاں سے گرینچ میں جا کر ڈنر کھایا ۔ اس ڈنر میں کئی ڈیوک اور بہت سے لارڈ اور بڑے بڑے انجینئرز شریک ھوئے ۔ کھانے میں طرفہ بات جیسا کہ ڈنر مذکور کی مینو۱ میں مندرج ھے ، یہ تھی کہ تیس طرح کے کھانے صرف دریائی پیداوار اور دریائی جانوروں سے تیار کیے ھوئے تھے ، خشکی کی پیداوار سے کوئی چیز میز پر نہ تھی ۔ تمام انجینئروں نے جو اس جلسے میں شریک تھے، کھانے کے بعد اسپیچیں دیں اور سال گزشتہ کی مختلف ترقیات کا جو انجینئرنگ میں ھوئیں ذکر کیا ۔ سب کے بعد پریذیڈنٹ نے اسپیچ دی اور آخر میں لارڈ لارنس اور سرسیّد کا ذکر کرکے ان کے شامل ھونے پر فخر ظاھر کیا ۔ اس کے شکریے میں لارڈ لارنس نے تقریر کی (سرسیّد کے پاس ایک ترجمان کو اس غرض سے بٹھا دیا تھا کہ جلسے کی تمام کارروائی کو اُن کو اُردو میں سمجھاتا جائے) ، لارڈ لارنس کے بعد سرسید اُٹھے ۔ ایک ایسے جلسے میں جہاں انگلستان کے نامور انجینئر جمع ھوں اور جلسے کا موضوع انجینئرنگ کے سوا اور کوئی مضمون نہ ھو ،

۱۔ مینو ایک خوبصورت چھپا ھوا کاغذ ھوتا ھے جس پر ڈنر کے تمام کھانوں کی تفصیل ھوتی ھے اور کھانے کے وقت ھر مہمان کے سامنے رکھ دیا جاتا ھے ۔ اس ڈنر کا مینو سرسیّد کے کاغذات میں اب تک موجود ھے جس میں تیس کھانوں کے نام لکھے ھیں ۔ (حالی)

سرسیدّ کو گفتگو کرنا نہایت دشوار تھا ۔ باوجود اس کے ڈیلی نیوز نے اسی زمانے میں لکھا تھا کہ سیدّ احمد خاں کی اسپیچ شان دار اور دلچسپ تھی ۔ پریذیڈنٹ نے لارڈ لارنس کو سیویر آف انڈیا کہا تھا ، سرسیدّ نے ان کو فادر آف انڈیا کہہ کر یاد کیا ۔ سرسیدّ کی اسپیچ کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا رعب و داب اور دبدبہ پیدا ہونے کے بہت سے ذریعے ہیں مثلاً تعلیم ، ہتھیار اور عدل و انصاف وغیرہ مگر یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن سے صرف انھیں لوگوں کے دل میں اس کی وقعت ہوئی ہے جن کو اُن سے کام پڑا ہے یا جن کو اُن سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا ہے لیکن وہ چیز جس نے خاص و عام سب کے دل میں انگلش گورنمنٹ کی عظمت پیدا کی ہے وہ فن انجینئری کے نتائج ہیں جیسے ریل ، بڑے بڑے دریاؤں کے پل ، نہریں اور بڑے بڑے پہاڑی چھتےّ جن میں سے ریل گذرتی ہے ؛ ان چیزوں کو ہر شخص دیکھتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود انگریزی سلطنت کا رعب و داب اور اس کی بڑائی پیدا ہوتی ہے ۔ اس پر جلسے میں نہایت زور سے چیرز دی گئیں اور جب لارڈ لارنس نے اس کو انگریزی میں ترجمہ کر کے سنایا تو پہلے سے بھی زیادہ چیرز کا غل ہوا ۔ سرسیدّ کہتے ہیں کہ میرا ارادہ اسپیچ کرنے کا پہلے سے نہ تھا مگر چونکہ میری نسبت ایسے الفاظ کہے گئے تھے جن کا شکریہ ادا کرنا ضروری تھا اس لیے مجھ کو بھی کھڑا ہونا پڑا ۔

خطاب اور تمغہ ملنا

۶ اگست ۱۸۶۹ء کو انڈیا آفس میں ڈیوک آف آرگائل کے ہاتھ سے ان کو سی ۔ ایس ۔ آئی کا خطاب اور تمغہ ملا ۔ اس کی تحریک لارڈ لارنس نے کی تھی ، تاریخ معینّ پر

سرسیّد انڈیا آفس میں گئے ۔ وهاں سرجان ڈبلیو کے انڈر سیکرٹری وزیر هند آئے اور سرسیّد سے هاتھ ملا کر ان کو اپنے همراہ اس کمرے میں لے گئے جہاں ڈیوک آف آرگائل اُن کے منتظر تھے ۔ ڈیوک کھڑے هو کر چند قدم آگے بڑھے اور سرسیّد سے هاتھ ملا کر پھر اپنے بیٹے مارکوئس آف لارن سے ملاقات کرائی اور تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد تمغه اپنے هاتھ سے پہنایا اور مبارک باد که کر سرسیّد کو رخصت کیا ۔ اسی روز چار اور شخصوں کو بھی یہی تمغه ملنے والا تھا ۔ جب سب کو تمغے مل چکے تو ڈیوک موصوف نے سرسیّد کو کھانے پر بلایا جہاں بہت سے معزّز لوگ پارلیمنٹ کے ممبر آئے تھے ۔ سرسیّد کو اس موقع پر ڈیوک کے برابر بائیں جانب جگه دی گئی تھی ۔

ملکه معظمه کی لوی وغیره میں جانا ٦ نومبر ۱۸٦۹ء کو ملکه معظمه کے هاتھ سے بلیک فرائزر برج ، هالبورن اور ایڈکٹ کے افتتاح کا جلسه هونے والا تھا ۔ جلسے کی انتظامی کمیٹی نے سرسیّد کو بھی خاص طور پر وهاں مدعو کیا تھا ۔ سرسیّد کہتے هیں که یه جلسه نہایت شان و شوکت کا تھا ۔

پھر ۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء کو ملکه معظمه کی لوی مین ان کو بلایا گیا ۔ سرسیّد کہتے هین که حسب معمول لوی کی محل مین مجھ کو اور درباریوں کے ساتھ بٹھایا گیا تھا ۔ جب ملکه معظمه تشریف لائیں تو میں نے بھی مثل تمام درباریوں کے اپنے نمبر پر جا کر سلام کیا ۔ سلام کرنے کا دستور یه هے که ملکه معظمه سے هاتھ ملا کر اور بایاں گھٹنا ٹیک کر حضور ممدوحه کے هاتھ پر

بوسہ دیتے ہیں۔ جب تک تمام درباریوں کا اس طرح سلام نہیں ہوتا اس وقت تک ملکہ معظمہ کھڑی رہتیں۔

پرنس آف ویلز کی لوی میں جانا | اس کے بعد ۱۸۷۰ء کو پرنس آف ویلز کی لوی میں ان کو شریک کیا گیا۔ یہ لوی صرف فوجی افسروں کے لیے تھی، کسی سویلین کو شریک ہونے کی اجازت نہ تھی مگر چونکہ سرسیدؒ ولایت سے جلد واپس آنے والے تھے اور ممکن تھا کہ ان کو پھر پرنس آف ویلز کی کسی لوی میں شریک ہونے کا موقع نہ ملے اس لیے ان کو خاص اجازت لوی میں شریک ہونے کی مل گئی تھی۔

ایتھینیم کلب کی ممبری | لندن کی علمی مجلسوں میں بھی سرسیدؒ شریک ہوتے رہے۔ لندن جانے سے پہلے وہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے فیلو مقرر ہو چکے تھے، جب لندن میں گئے تو اس کے کئی اجلاسوں میں شریک ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ چارلس ڈکنس کی آخری ریڈنگ پر بھی میں وہاں تھا لیکن سب سے بڑا امتیاز جوان کو لندن میں ایک علمی حیثیت سے ملا، وہ ایتھینیم کلب ۱ کا آنریری ممبر مقرر ہونا تھا۔ - - - - - - - - - - - - - - - - - -

سرسیدؒ خاص قاعدے سے جو نامور اور مشہور باکمال لوگوں کے لیے مقرر ہے دو دفعہ ایتھینیم کلب کے آنریری ممبر مقرر ہوئے اور جب تک لندن میں رہے اس کے ممبر رہے۔ اس کلب کی ممبری کی تحریک سر ایڈورڈ ٹامس نے کی تھی جو سرسیدؒ کی منصفی کے زمانے میں دلی

۱۔ اس کا کلب مفصل حال سرسیدؒ کے اپنے قلم سے ضمیمہ نمبر ۴ میں مندرج ہے۔ (اسماعیل)

کے جج تھے اور جنھوں نے ان کو آثارالصنادید کو دوبارہ لکھنے اور ترمیم کرنے کی صلاح دی تھی -

کیمبرج یونیورسٹی میں جانا | آثار الصنادید کا مترجم گارسال دتاسی جو فرانس کے مشہور مستشرقین میں سے تھا ، وہ بھی لندن ھی میں سرسید سے خط و کتابت اور شوق ملاقات رکھتا تھا مگر یہ تمام اعزاز و امتیاز اور خاطر مدارات جن کا ھندوستان سے چلتے وقت سرسیّد کو سان گمان بھی نہ تھا ، یہ سب اجنبی اور غیر متوقع امور تھے - ان کے اصلی مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد انگلستان کے طریقۂ تعلیم کو دیکھنا اور اس پر غور کرنا تھا ؛ چنانچہ انھوں نے اس غرض سے کیمبرج یورنیورسٹی کو خود جا کر دیکھا اور بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز پر جو یونیورسٹی سے علاقہ رکھتی تھی، غور کی اور اس کا تمام نقشہ ذھن نشین کر لیا ، پھر ملک کی عام تعلیمی حالت کا اندازہ کیا - تعلیم نسواں کو غور سے دیکھا اور تعلیم کے مختلف طریقوں میں سے جو طریقہ ھندوستان کے مسلمانوں کی حالت کے مناسب سمجھا اس کو نگاہ میں رکھا - اگرچہ انگریزی زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے ضرور ھے کہ ان کو ھر ایک بات کے سمجھنے اور دریافت کرنے میں سخت دقتیں اٹھانی پڑی ھوں گی اور شاید ان کو پوری واقفیت حاصل نہ ھو سکی ھو مگر جو نتیجے اس ادھوری واقفیت سے ھندوستان میں ظاھر ھوئے وہ بلکہ ان کا عشر عشیر آج تک اُن ھندوستانیوں کی پوری پوری واقفیت سے بھی ظہور میں نہیں آیا جو ولایت سے اعلیٰ درجے کی تعلیم پا کر آئے ھیں -

انگلستان کی تعلیم و ترقی پر غور کرنا | انگلستان کے طریقۂ تعلیم

پر غور کرنے کے بعد سرسیّد نے لندن ھی میں ایک پمفلٹ
انگریزی میں شائع کیا جس میں ھندوستان کے طریقۂ تعلیم
کے نقصانات تفصیل کے ساتھ ظاھر کیے تھے، تعلیم کے
سوا یورپ کی عام شائستگی اور طرز تمدن اور حسن معاشرت
اور ھر قسم کی ترقیات کے اسباب جیسا کہ ان کی تحریروں سے ثابت
ھے، ملاحظہ کیے اور جہاں تک ممکن تھا اپنی معلومات کو وسعت
دی۔ یورپ کے طرز معاشرت کو دیکھا، وھاں کے امراء کے محل
اور مکانات اور طرز ماند و بود پر نظر کی، عجائب خانوں اور
کتب خانوں میں علوم اور تحقیقات کے ذخیرے ملاحظہ کیے؛
انجینئری کے عجائبات، جہازوں کی تیاری، توپوں کا ڈھلنا،
سمندری تار کا بننا، انجینئروں اور عالموں کی سوسائٹیاں، عام
کاریگروں اور اھل حرفہ کے کام اور عموماً اھل انگلستان کے
علمی ذوق شوق اور علمی ترقیات کو دیکھا۔ جس سرگرمی کے
ساتھ اھل مذھب، مذھب کی حمایت کرتے ھیں اور باوجود اس کے
نہایت بے تعصبی سے غیر مذاھب والوں کے ساتھ پیش آتے ھیں
اور جو اخلاق کہ وہ پڑوسیوں اور مہمانوں کے ساتھ برتتے ھیں، یہ
سب کچھ دیکھا، اُن کے عیبوں سے قطع نظر کی اور اُن کی خوبیوں
کو چنا اور یہ سب کچھ ایک تماشائی کی طرح سیر تماشے اور
دل لگی کے طور پر نہیں بلکہ ایک وطن دوست کی طرح، دلسوزی،
غیرت اور عبرت کی نظر سے دیکھا اور انگلستان کی حالت کو اپنے
ملک کی حالت سے مقابلہ کرکے اپنے درد دل کو بڑھایا اور اس درد
کو دوسروں کے دلوں میں درد پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بنایا۔

اُن کا ارادہ تھا کہ انگلستان اور ھندوستان کی حالت میں جو

زمین و آسمان کا فرق ہے اس کو اپنے سفر نامے میں مفصل بیان کرکے اہل وطن کو خبردار کریں مگر اہل وطن نے اس کو برداشت نہ کیا۔ وہ اپنی پستی کی درد انگریز داستان نہ سن سکے اور اس لیے جو سلسلہ سرسیدؒ نے اپنے سفر کے حالات کا لکھنا شروع کیا تھا وہ منتظع ہو گیا۔ با ایں ہمہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے سفر کے جستہ جستہ حالات لکھنے سے دست بردار نہیں ہوئے اور جب کبھی موقع ملا انہوں نے کوئی نہ کوئی بات اہل وطن کے کان میں ڈال دی۔

خطبات احمدیہ کا لکھنا اور چھپوانا ان سب باتوں کے سوا سرسیدؒ کا سب سے زیادہ ضروری اور اہم مقصد ولایت کے سفر سے ایک ایسی کتاب کا لکھنا اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کرا کے شائع کرنا تھا جس سے اسلام کی اصلیت عیسائی قوموں پر ظاہر ہو اور جو غلطیاں اکثر عیسائی مصنّفوں نے اور خاص کر سرولیم میور نے اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں اسلام کی حقیقت اور بانیٔ اسلام کے کیریکٹر کو ظاہر کرنے میں دانستہ یا نا دانستہ کی ہیں، ان کو رفع کیا جائے۔ سرولیم میور کی کتاب کی نسبت اکثر انگریزوں کا یہ خیال تھا کہ اسلام کے متعلق جو ٹھیک اطلاعیں سر ولیم نے اہل یورپ کو دی ہیں، وہ پہلے کسی دوسرے ذریعے سے ان کو حاصل نہیں ہوئی تھیں مگر در حقیقت یہ کتاب صرف عیسائیوں ہی کو اسلام اور بانیٔ اسلام کی طرف سے گمراہ کرنے والی نہ تھی بلکہ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانوں کو بھی اسلام کی طرف سے شک میں ڈالنے والی تھی۔

سر ولیم میور کا جواب لکھنے سے دوستوں کا منع کرنا | سرسیّد کے بعض خطوں سے جو انھوں نے ولایت سے سید مہدی علی خاں کے نام بھیجے ہیں ، پایا جاتا ہے کہ ہندوستان سے چلتے وقت جب انھوں نے یہ ارادہ اپنے احباب پر ظاہر کیا تو اُن کے بعض دوست جو سرکاری عہدہ دار اور سر ولیم میور کی گورنمنٹ کے ماتحت تھے ، اُن کو سر ولیم میور کی کتاب کا جواب لکھنے سے مانع آئے مگر سرسیّد نے اُن کا کہنا نہیں مانا اور ولایت پہنچتے ہی اس کی فکر میں مصروف ہو گئے ۔

خطبات احمدیہ کے لیے میٹیریل جمع کرنا | انھوں نے انڈیا آفس کے کتب خانے سے کتابیں بہم پہنچائیں ، برٹش میوزیم کی لائبریری سے بہت سی اطلاعیں حاصل کیں ، سِیَر کی عربی کتابیں جو مصر و فرانس اور جرمنی میں چھپی تھیں ، وہاں سے منگوائیں اور چند لیٹن اور انگریزی کی پرانی کتابیں جو نایاب تھیں ، بہت گراں قیمت پر لندن کے بازار سے خریدیں اور شب و روز کی لگاتار محنت سے بارہ ایسّے یعنی خطبے یا مضمون لکھ کر ایک لائق انگریز سے انگریزی میں ترجمہ کرائے اور لندن ہی میں خطبات احمدیہ کے نام سے اُس کو چھاپ کر مشتہر کیا ۔

خطبات کے لکھنے میں سرگرمی | اس کتاب کے لکھتے وقت جس قدر جوش سرسیّد کے دل میں تھا اور جو مالی مشکلات اُن کو اُس کے شائع کرنے میں پیش آئیں اور جو سخت محنت اُس کے لکھنے میں اُن کو کرنی پڑی ، اُس کا کسی قدر اندازہ اُن کے خطوں سے ہوتا ہے جو اُنھوں نے ولایت سے مولوی سید مہدی علی خاں کے نام

بھیجے ھیں[۱]۔۔۔۔۔۔۔۔ معلوم ھوتا ھے کہ سرسیدؒ اس کتاب کے لکھنے کو مذھبی فرائض میں سب سے زیادہ اھم اور ضروری فرض خیال کرتے تھے اور جب کہ وہ حسب دلخواہ تیار ھوگئی تو اُن کو بے انتہا خوشی اور فخر اس کے لکھنے پر ھوا تھا۔

انگلستان میں صرف یادداشتوں کا خلاصہ چھپا تھا

ولایت میں سرسیدؒ نے کتاب کی لاگت بڑھ جانے کے خوف سے صرف اپنی آردو یادداشتوں کا خلاصہ انگریزی میں ترجمہ کرکے چھپوایا تھا مگر ھندوستان میں پہنچنے کے بعد انھوں نے اُس کو آردو میں بھی اپنی پوری یادداشتوں سے از سر نو مرتب کرکے تصانیف احمدیہ کے ساتھ، بڑی تقطیع پر ٹائپ میں چھپوایا تھا جس میں ھر ایک مضمون بہ نسبت انگریزی کے زیادہ وسعت کے ساتھ بیان ھوا ھے مگر چونکہ اس کی جلدیں بہت کم چھپوائی گئی تھیں اس لیے اُس کی زیادہ اشاعت نہیں ھوسکی۔

اسلام کی بعض آور خدمتیں

خطبات احمدیہ لکھنے کے سوا انھوں نے ولایت ھی میں اور بھی اسلام کی بعض خدمتیں سرانجام دی ھیں۔

جان ڈیون پوٹ کی کتاب کا چھپوانا

جان ڈیون پوٹ کی کتاب "اپالوجی فار محمدؐ اینڈ قرآن" کو جو انھوں نے عیسائیوں کے برخلاف اسلام کی حمایت میں لکھی تھی خود اپنے روپے سے چھپوایا۔ سرسیدؒ کے خطوں سے جو مہدی علی خاں کے نام ھیں معلوم ھوتا ھے کہ لندن کا کوئی پبلشر اس کتاب کو چھاپنے کی

۱- یہ خطوط اسی کتاب میں بطور ضمیمہ نمبر ۳ مندرج ھیں۔
(اسماعیل)

حامی نہیں بھرتا تھا اور خود مصنف کو اس قدر استطاعت نہ تھی کہ اپنے روپے سے اُس کو چھپوا کر شائع کر دے۔ سرسیّد نے وہاں پہنچ کر جب اُس کتاب کے مضامین سنے تو اُنھوں نے فوراً اپنے پاس سے روپے کی تدبیر کرکے وہ کتاب چھٹ پٹ چھپوا دی اور اس کی کئی سو جلدیں ہندوستان بھجوا دیں۔ یہاں اُس کا ایک اُردو ترجمہ مولوی عنایت الرحمان خاں صاحب دھلوی نے اور دوسرا مولوی ابوالحسن نے کیا اور دونوں ترجمے چھپ کر شائع ہو گئے۔

گاڈ فری ہنگنز کی کتاب کا ترجمہ کرنا

انگلستان کے ایک اور ذی وقعت مصنّف گاڈ فری ہنگنز کی کتاب جو کسی زمانے مین مصنّف مذکور نے اسلام کی تائید مین لکھی تھی اور اب نایاب ہو گئی تھی، ایک جرمن کتاب فروش کی مشہور دکان سے جہاں ہر زبان کی پرانی اور نایاب کتابین بکتی ہیں، سرسیّد نے دس گنی قیمت پر لندن مین خریدی۔ اصل مطلب اس کے خریدنے سے یہ تھا کہ خطبات احمدیہ کی تصنیف مین اس سے مدد لی جائے مگر اُنھوں نے ہندوستان مین آکر اُن لوگوں کے لیے جن کو مشنریوں سے مذہبی گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا ہے، پانسو روپے خرچ کرکے اُس کا اُردو ترجمہ بھی جو حمایت اسلام کے نام سے مشہور ہے، شائع کر دیا۔

سرسید کے انگلستان جانے سے ملک اور قوم کو بے انتہا فائدہ ہوا

سچ یہ ہے کہ سرسیّد نے جس تحریر کے ذریعے سے ولایت جانے کے لیے گورنمنٹ سے اجازت چاہی تھی، جو کچھ اس تحریر مین لکھا تھا اُس سے بہت زیادہ اپنے ارادوں کو پورا

کر دکھایا ۔ وہ لندن سے نہایت قیمتی اطلاعیں لے کر ہندوستان میں آئے، جن سے انھوں نے ملک اور قوم کو بے انتہا فائدہ پہنچایا ۔ شمالی ہندوستان میں اُن سے پہلے ظاہراً کسی ہندو یا مسلمان نے اپنی اولاد کو تعلیم کے لیے ولایت نہیں بھیجا تھا ۔ غالباً سید محمود شمالی ہندوستان میں پہلے شخص ہیں جو ولایت سے بیرسٹری کا ڈپلوما لے کر آئے ؛ محض انھیں کی ریس سے اس ملک کے ہندو مسلمانوں کو اپنی اولاد کے ولایت بھیجنے کا حوصلہ پیدا ہوا اور انھیں کی دیکھا دیکھی ولایت جانے والے دیسی طالب علموں کا ہندوستان سے انگلستان تک تانتا بندھ گیا ۔ جس زمانے میں سرسیّد ولایت گئے انھیں دنوں میں سائنٹیفک سوسائٹی اخبار علیگڈھ میں چھپا تھا کہ سیّد احمد کے ولایت جانے سے ہندوستان کے واسطے ایک عمدہ مثال قابل تقلید قائم ہو گئی ہے ؛ چنانچہ کلکتہ کے ایک نوجوان مسلمان سیّد امیر علی[1] لندن روانہ ہوئے ہیں اور بہت سے ولایت جانے کو تیار ہو رہے ہیں ۔ سیّد امیر علی نے صرف ولایت کا سفر کرنے ہی میں سرسیّد کی تقلید نہیں کی بلکہ اسلام کی خدمت کرنے میں اور اس کی خوبیاں یورپین قوموں پر ظاہر کرنے میں بھی سرسیّد کا پورا پورا اتباع کیا ہے ۔ اُن کی دو باوقعت کتابیں ''لائف آف محمدؐ'' اور ''اسپرٹ آف اسلام'' جو انگریزی میں شائع ہو چکی ہیں، اس دعوے کی شاہد ہیں ۔

نواب محسن الملک اپنی ایک تحریر میں آنریبل حاجی اسماعیل خاں کو لکھتے ہیں ''سیّد احمد خاں ولایت گئے مگر اس مطلب

۱- یعنی آنریبل سید امیر علی مرحوم سی ۔ ایس ۔ آئی جج ہائی کورٹ کلکتہ و ممبر پریوی کونسل لندن ۔ (اسماعیل)

سے کہ اپنی آنکھ سے اس قوم کو جو اس وقت تمام اقوام روئے زمین پر شرف رکھتی ھے انھیں کے گھروں اور انھیں کے ملک میں دیکھیں۔ اور جو کچھ وھاں دیکھا ھے واپس آکر اپنی قوم میں پھیلائیں لوگ ولایت میں جا کر تماشا گاہ، تھیٹر، پارک، میوزیم اور عمارات کی سیر کرتے ھیں اور یہ حامیٔ دین اسلام کتب خانے میں بیٹھا ھوا خطبات احمدیہ کی تصنیف میں منہمک تھا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے انتظام پر غور کر رھا تھا۔ اس شخص کا ولایت جانا قوم کے واسطے تھا، رہنا قوم کے واسطے اور واپس آنا قوم کے واسطے''۔

ولایت میں مسلمانوں کی خیرخواھی کے خیالات

الغرض۔۔۔ ولایت کا سفر جو سرسیدؒ نے ۱۸۶۹ء میں کیا، اگرچہ بظاھر اس غرض سے معلوم ھوتا ھے کہ بیٹے کو تعلیم کے لیے انگلستان لے جا کر اس کے آرام و آسائش و تعلیم و تربیت کا انتظام اپنی آنکھوں کے سامنے کریں اور اس کی طرف سے ھر طرح کا اطمینان حاصل کر کے واپس چلے آئیں مگر جن مشغلوں اور جن منصوبوں میں انھوں نے سترہ مہینے لندن میں بسر کیے، ان سے صاف پایا جاتا ھے کہ بیٹے کی تعلیم کا صرف ایک بہانہ تھا ورنہ اصل منشاء اس سفر دور دراز کا قوم کی خیر خواھی اور اسلام کی حمایت کے جوش کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی لگن میں سرسیدؒ کا حال بعینہ اس شعر کا مصداق تھا ؎

ترکت للناس دنیا ھم و دینھم ۔ شغلاً بحبک یا دینی و دنیائی[1]

۱- شاعر اپنے محبوب کی طرف خطاب کر کے کہتا ھے جس کا ماحصل یہ ھے کہ لوگوں کو ان کی دنیا اور ان کا دین مبارک ھو، میرا تو دین بھی تو ھی ھے اور دنیا بھی تو ھی۔

دلسوزی کے آرٹیکل | آن کے سفرنامے سے اور ان کے آرٹیکلوں سے جو وقتاً فوقتاً وہ سوسائٹی کے اخبار میں چھپنے کے لیے ولایت سے ہندوستان میں بھیجتے رہے ، ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان سے جاتے وقت جو حالت کہ وہ مسلمانوں کی دیکھ گئے تھے، اس سے آن کے دل پر عجب بے چینی اور قلق کا عالم تھا ؛ خصوصاً آن کے دل کی کیفیت اور تلاملی ان پرائیویٹ خطوں کے دیکھنے سے بالکل آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے جو آنھوں نے اپنے ہمدرد اور دلی دوست سید مہدی علی خاں کو ولایت سے بھیجے - صاف پایا جاتا ہے کہ ایک شخص قوم کے سوز میں انگاروں پر لوٹ رہا ہے ، کبھی یورپ کی ترقی کے مقابلے میں مسلمانوں کی پستی و تنزل کا اندازہ کرکے نہایت مایوسی کے الفاظ لکھتا ہے ، کبھی کسی انگریزی اخبار میں کوئی مضمون مسلمانوں کے برخلاف دیکھ کر پیچ و تاب کھاتا ہے ، کہیں یہ صلاح دیتا ہے کہ ہندوستان میں کوئی انجمن مسلمانوں کی طرز معاشرت کی اصلاح کے لیے جلد قائم کرنی چاہیے ، کبھی اسی غرض سے کوئی قومی اخبار یا میگزین ہندوستان میں جاری کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے ، کبھی انگریزی میں ایسی کتابیں لکھوانے پر کمر باندھتا ہے جن میں یورپ کے مؤرخوں کے آن بے جا اعتراضات کا جواب دیا جائے جو آنھوں نے مسلمان بادشاہوں یا خلیفوں پر وارد کیے ہیں اور جن کا اثر ہندوستان کے مسلمانوں کی پولیٹیکل حالت پر بہت برا پڑتا ہے اور اس کام کے لیے ہندوستان سے چندہ طلب کرتا ہے ، کبھی ایسی کتابیں لکھوانے کا ارادہ کرتا ہے جن سے مسلمانوں کو اپنی گذشتہ عظمت کا خیال پیدا ہو اور آن کو سلف کی ترقی اور اپنے تنزّل کا اندازہ کرنے سے غیرت آئے ، کبھی کسی ہندوستان کے مسلمان کے

اعزاز کی خبر سن کر نہایت خوشی ظاہر کرتا ہے اور کبھی کسی ایسے قانون کے نافذ ہونے پر جس سے ہندوستانیوں کے حقوق کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے افسوس کرتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ اسی طرح سرسید کے تمام خطوں میں جو ولایت سے انھوں نے سید مہدی علی خاں کو لکھے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کا دکھڑا رونے کے سوا کوئی مضمون نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں میں انگریزی تعلیم پھیلانے کی تدبیریں | سرسیّد کے تمام منصوبے جو وہ ابتداء سے مسلمانوں کی بھلائی کے لیے برابر باندھتے رہتے تھے، اس رائے پر آکر ختم ہوگئے کہ ہندوستان میں چل کر قوم کی تعلیم کے لیے ایک محمڈن کالج یا محمڈن یونیورسٹی قائم کی جائے۔ انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی سوشل اور پولیٹیکل حالت درست کرنے کے لیے ایسوسی ایشن قائم کرنی یا کاغذ کی ناؤ سے اس دریا کو طے کرنا کسی طرح ممکن نہیں بلکہ جب تک ان میں انگریزی تعلیم نہ پھیلائی جائے گی، ان کی بھلائی کی تمام تدبیریں ایسی ہی فضول اور بےکار ثابت ہوں گی جیسے کسی کھیت میں تخم ریزی سے پہلے آب پاشی کرنا۔ انھوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اپنی تمام زندگی اس کام پر وقف کر دیجیے۔

ولایت میں ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر پمفلٹ لکھنا | چنانچہ اس مقصد کے لیے تمام ابتدائی مدارج جو ولایت میں طے ہونے ممکن تھے، انھوں نے وہیں طے کر لیے۔ ایک پمفلٹ جس میں ہندوستان کے موجودہ نظام تعلیم پر اعتراض اور بجائے اس کے جو طریقۂ تعلیم ان کے نزدیک ہندوستان کی حالت کے مناسب تھا، اس کو

بیان کیا تھا ، لندن میں شائع کیا تا کہ جن کی رائے اس کے خلاف ہو وہ اخباروں کے ذریعے سے ظاہر کریں ۔

کیمبرج یونیورسٹی کو دیکھنا | نیز کیمبرج یونیورسٹی کو خود جا کر نہایت توجہ سے دیکھا اور اس کے تمام جزئی و کلی حالات پر غور کی ۔

اشتہار جاری کرنا | پھر مسلمانوں اور نیز گورنمنٹ کی اطلاع کے لیے اُردو اور انگریزی میں اشتہار چھپوا کر سیّد مہدی علی خاں کے پاس اشاعت کی غرض سے ہندوستان میں بھیجے اور ہندوستان میں آ کر نہایت باقاعدہ اور دانش مندانہ طریقے سے اُس منصوبے کو پورا کرنے پر کمر باندھی جو اُن کی سالہا سال کی غور و فکر کا آخری نتیجہ تھا ۔

ولایت سے ہندوستان واپس آنا | سرسیّد ایک سال اور پانچ مہینے لندن میں قیام کرنے کے بعد ۴ ستمبر ۱۸۷۰ء کو مع سید حامد مرحوم کے لندن سے ہندوستان کو روانہ ہوئے ۔ اُن کی روانگی کے بعد ایک لمبا مضمون ہندوستان کے ایک مسلمان مقیم لندن سیّد عبد اللہ نام نے اخبار ہوم ورڈ میل مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۸۷۰ء میں سرسیّد کی نسبت چھپوایا تھا جو سوسائٹی اخبار مورخہ ۱۱ نومبر ۱۸۷۰ء میں بھی نقل کیا گیا تھا ۔ اس مضمون میں سے چند فقرے مختلف مقامات سے لکھے جاتے ہیں :

”جن انگریزوں سے یہاں (یعنی انگلستان میں) ملاقات ہوئی ، اُن پر آنکی عام لیاقت کا اور اس بات کا کہ جن شخصوں نے ان سے ہندوستان کی بابت گفتگو کی ، اُن سب کو ہر ایک امر سے بخوبی آگاہ کر دیا ، بہت عمدہ اثر ہوا ۔ یہاں کے بہت سے مدبّران سلطنت

کی رائے ہے کہ اگر ہم ایسے لائق اور واقف کار ہندوستانی مسلمان سے جیسے کہ سیّد احمد خاں ہیں ، نہ ملتے تو ہندوستانیوں کی لیاقت کی نسبت ہماری رائے ہمیشہ ضعیف اور بودی ہوتی - اس مضمون کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو ہندوستانی تربیت یافتہ اور مہذب ہوتا ہے ، اس کی اہل یورپ کیسی قدر و منزلت کرتے ہیں - سیّد احمد خاں کی بدولت اس بات کا ثبوت حاصل ہونے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے کہ اس ملک میں ہندوستان کے ایک شریف آدمی کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے اور اعلیٰ درجے کے انگریز اس سے بڑی محبت اور تواضع اور تکریم سے پیش آتے ہیں "۔

۲ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو سرسیّد مع سیّد حامد مرحوم کے ولایت سے بمبئی پہنچے اور اسی مہینے میں بنارس پہنچ کر اپنے عہدے کا چارج لے لیا ۔

ضمیمہ نمبر ۳

اقتباسات از خطوط سرسید بنام مولوی مہدی علی خاں بابت سفر لندن

سرسیدؒ نے سفر لندن کے متعلق بہت سے خطوط مختلف اوقات میں اپنے گہرے دوست مولوی سید مہدی علی خاں (نواب محسن الملک) کو لکھے تھے جن میں انہوں نے نہایت دلچسپ حالات بیان کیے تھے اور اُن تمام مصروفیات کا ذکر کیا تھا جن میں سرسیدؒ وہاں مصروف رہے ۔ یہ تمام خطوط سرسیدؒ کے دوسرے نہایت دلی دوست مولوی سید زین العابدین کے پاس محفوظ تھے ۔ جب مولانا حالی نے ''حیات جاوید'' لکھنی شروع کی تو یہ سارے خطوط سیدؒ صاحب مرحوم نے مولانا حالی کو بھیج دیے ۔ ۱۹۰۱ء میں ''حیات جاوید'' شائع ہوگئی تو مولانا حالی کے دوست مولوی سید وحیدالدین سلیم نے وہ تمام خط مولانا سے لے کر اپنے رسالہ 'معارف' میں شائع کر دیے ۔ چونکہ ان خطوط میں سرسیدؒ کے سفر لندن کے متعلق بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں اس لیے ہم یہاں اُن خطوط کے وہ حصے درج کرتے ہیں جو صرف سفرلندن کے متعلق ہیں ۔ اس سلسلے میں سب

سے پہلا خط ۱۶ اپریل ۱۸۶۹ء کو لکھا ہے جب کہ وہ بمبئی سے ۱۰ اپریل کو 'بڑودہ' جہاز میں سوار ہو کر عدن پہنچنے والے تھے اور سب سے آخری خط ۸ جولائی ۱۸۷۰ء کا ہے جب کہ سرسید انگلستان سے واپسی کے لیے بالکل تیار بیٹھے تھے۔ (محمد اسماعیل)

(۱)

الوداعی نظارہ | بعد سلام مسنون التماس آنکہ جس رنج و محبت سے آپ نے مجھ کو اور میں نے آپ کو رخصت کیا، ہمارا آپ کا دل جانتا ہے۔ اب خدا سے دعا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مع الخیر و العافیۃ پھر ہم سب تم سب سے ملیں گے۔ میرا مفصل حال اخبار سوسائٹی سے معلوم ہوگا۔

عدن پہنچنا | میں بفضل الٰہی مع الخیر قریب عدن کے پہنچتا ہوں۔ چند گھنٹے قبل عدن کے پہنچنے کے ڈاک ہند لے لی جاتی ہے، اس سبب سے یہ خط ڈاک میں ڈال دیا۔ چند گھنٹے بعد عدن پہنچے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

سائنٹیفک سوسائٹی کا فکر | مجھ کو علاوہ فرقت احباب کے یہ رنج بڑا ہے کہ میرے پیچھے لوگ عقل کے دشمن سائنٹیفک سوسائٹی کی بڑی مخالفت کریں گے اور کوئی درجہ سعی و کوشش کا واسطے شکست دینے سائنٹیفک سوسائٹی کے باقی نہ رکھیں گے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ سوسائٹی کی طرف زیادہ متوجہ ہوں اور اس کو سنبھال لیں اور ممبروں کے بڑھانے میں زیادہ کوشش فرمائیں۔

۱۶ اپریل ۱۸۶۹ء

(۲)

سفر نامہ چھاپنے کا خیال | جس قدر مجھ کو خوشی آپ کے عنایت نامہ کے پہنچنے سے ہوئی ہے بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ مقولہ کہ "الخط نصف الملاقات" غلط بلکہ پوری ملاقات کا لطف ہوتا ہے، مفارقت میں اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ میں برابر اپنے حالات لکھ کر بھیجتا رہتا ہوں، اخبار میں چھپنے دیجیے۔ بعد معاودت انشاء اللہ تعالیٰ نظر ثانی کرکے رسالۂ سفر مرتب کرکے چھاپوں گا۔ میں حتّی الامکان نہایت مفصل حالات لکھتا ہوں گا۔ جو جو مراتب آپ نے لکھے ہیں، وہ آخر کو بالتفصیل لکھوں گا۔

ہر شخص اپنے عقیدے کو قائم رکھتے ہوئے ولایت کا سفر کرسکتا ہے | بعد آنے کے معلوم ہوا کہ سفر چنداں سخت نہیں ہے، نہایت آرام، کا سہل ہے اور کوئی چیز مذہبی ایسی نہیں ہے کہ مسلمان اس کو اپنی خاطر خواہ نہ کرسکے؛ یہاں تک کہ ایک شیعہ جو مشرک کو نجس حقیقی جانتا ہے، وہ بھی اپنے مذہب کے موافق رہ سکتا ہے مگر کسی قدر اہتمام و تردّد سے، ذبیحہ مسلمان کا دستیاب ہو سکتا ہے؛ غرضیکہ کوئی بات مشکل نہیں ہے؛ بعضے امور بلا تکلّف اور بعض امور بہ تکلف انجام پا سکتے ہیں۔

سفر نامے کی تدوین کی ہدایت | میں چاہتا ہوں کہ حالات سفر جو اخبار میں چھپتے ہیں، آپ اُن کو بطور کتاب یکجا نقل کروائے جائیں اور جس امر کی نسبت زیادہ تفصیل کی حاجت ہو، مجھ کو لکھ کر دریافت فرمالیں اور اس کو اس میں اضافہ کر دیں تاکہ آپ کی صلاح سے کتاب بھی درست ہو جائے اور سب چیز کو حاوی

بھی ہو اور میرے آنے تک کتاب مرتب تیار ہوگی اور صرف چھپنا شروع ہوگا۔ میں بعض بعض عمدہ مکانات کے نقشے بھی لاؤں گا اور وہ بھی کتاب میں چھپوائے جائیں گے؛ بہر حال بعد نظر ثانی یہ کتاب حاوی تمام چیز کو ہوگی۔

تعلیمی ترقی میں ہندوؤں کی اولیّت | دو ہندو واسطے امتحان سول سروس کے بمبئی سے اور آئے ہیں۔ افسوس ہے مسلمان پیچھے رہے جاتے ہیں۔ چار بنگالی اب کی دفعہ سول سروس میں پاس ہوئے ہیں۔ محمود مدرسہ قانونی میں داخل ہو گیا ہے۔

لندن کے اراکین سے ملاقاتیں | مجھ سے اور یہاں کے اراکین سے روز بروز ملاقات ہوتی جاتی ہے بلکہ اس قدر ملاقات کا موقع اور جگہ ہے کہ شاید میں ان سب سے نہ مل سکوں گا۔ جس اخلاق سے یہاں کے امرا اور اراکین ملتے ہیں اس کا بیان بیان سے باہر ہے۔ کچھ میرے ہی ساتھ یہ اخلاق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں وہ لوگ بااخلاق اور سادہ مزاج اور بے غرور ہیں۔ میں ہر دم اپنے ملک کی بھلائی کے خیال میں ہوں اور عنقریب کچھ کچھ انشاء اللہ تعالیٰ مشتہر کرنا شروع کرتا ہوں۔ وزیر ہند میرے آنے کے دو تین دن بعد باہر چلے گئے ہیں، اوّل ان سے ملاقات خاص ہو لے تب کچھ تحریک بہتریٔ ہندوستان شروع ہوگی۔

میور صاحب کی لائف آف محمدؐ کے جواب کا خیال | قبل اس کے ایک عریضہ مع اشتہار کتاب کے روانۂ خدمت عالی کیا ہے، ملاحظہ سے گذرا ہوگا اور امید ہے کہ زر مطلوبہ روانہ فرمایا ہوگا۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ بعض احباب نالائق مثل مولوی زین العابدین کے میرا ارادہ در باب تحریر جواب کتاب میور صاحب

جو نسبت آنحضرت صلعم کے لکھی ہے ، سست کر دیا اور بروقت روانگی سامان اور چندہ کرنے نہیں دیا ۔ یہاں اس کے جواب کا اس قدر سامان ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا خصوصاً وہ عالم انگریزی جس نے وہ کتاب لکھی ہے جس کا پہلے میں نے ذکر کیا ، ایسا عمدہ شخص اس کے جواب کے لائق ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۱ ۔

کتب خانۂ انڈیا آفس و برٹش میوزیم | کتب خانۂ انڈیا آفس میں ۔ دیکھا ، ہوش جاتے رہے ۔ کتب خانہ نہیں ہے ، کتابوں کا شہر ہے ۔ مجھے وہاں جانے کی اور پڑھنے کی جو چاہوں اور نقل کی سب اجازت ہو گئی ۔ ابھی کتب خانہ برٹش میوزیم نہیں دیکھا ہے ۔ سنا ہے کہ وہ اس سے بھی بہت بڑا ہے ۔ بہر حال میں کچھ نہ کچھ نسبت جواب کتاب ولیم میور صاحب کے ضرور کروں گا ۔

۴ جون ۱۸۶۹ء

(۳)

لندن میں خطاب کا ملنا | بعد سلام مسنون الاسلام عرض یہ ہے کہ سب سے اول آپ کو یہ خوش خبر سناتا ہوں کہ حضور ملکہ معظمہ نے مجھ کو بخطاب "کمپینین آف دی سٹار آف انڈیا" معزز و ممتاز فرمایا اور تمغائے "سٹار آف انڈیا" مرحمت ہوگا ۔ اب میں احباب کی دعا سے سیّد احمد خاں بہادر سی ۔ ایس ۔ آئی ہو گیا ۔

۱۔ یہ عالم مسٹر جان ڈیون پورٹ تھے جن کی کتاب "اپالوجی فار محمدؐ اینڈ قرآن" کو جو انھوں نے عیسائیوں کے برخلاف اسلام کی حمایت میں لکھی تھی ، سرسیّد نے خود اپنے روپے سے لندن میں چھپوایا تھا اور اپنے دوستوں کو بھی اس سلسلے میں اعانت کی تحریک کی تھی ۔ سید مہدی علی خاں کو انھوں نے اس سلسلے میں جو پہلا خط لکھا تھا (جس کا اشارہ مکتوب ہذا میں بھی ہے) ، وہ انھیں نہیں مل سکا (محمد اسماعیل)

مجھ کو یقین ہے کہ اس امر سے آپ سب سے زیادہ خوش ہوں گے اس لیے کہ باقی احباب کو ذرا عقل کم ہے - یہاں کے تمام معزّز انگریز دوستوں نے اس قدر مبارکبادی اس درجے کی دی ہے اور ایسا معزّز خیال کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے - لارڈ لارنس گورنر جنرل بہادر نے میرے لیے جلسہ منعقد کیا اور بڑے بڑے رؤساء و مدبّران کو ملاقات کے لیے بلایا ہے ، ۲۳ تاریخ کو وہ جلسہ ہوگا -

مسٹرڈیون پوٹ کی قلمی امداد کی پر زور تحریک

جس کی کتاب کا اشتہار میں نے پہلے روانہ کیا ہے ، وہ ایک اور کتاب لکھنی چاہتا ہے جس مین وہ ان اعتراضوں کا بالتخصیص جواب لکھے گا جو معراج اور شقّ صدر کی نسبت لوگوں نے کیے ہیں - اس کی تحریر مین وہ مجھ سے بھی مدد چاہتا ہے اس لیے آپ کی خدمت مین التماس ہے کہ بمجرّد پہنچنے عریضۂ ھذا کے کتبِ مفصلّۂ ذیل مین سے مقامات مندرجہ ذیل بہت خوشخط نقل کروا کے بھیج دیجیے - اگر کوئی لفظ غریب ہو ، ضبط اعراب بھی اس کا فرما دیجیے ، اور مشکل لفظ کا حل یا ترجمہ تاکہ یہاں لغت مین دیکھنے کی حاجت نہ پڑے -

نمبر ۱ صحاح ستّہ اور موطا امام مالک مین سے کل حدیثین متعلق شقّ صدر اور معراج نقل فرما دیجیے - بالکل پوری نقل ہو مع کامل سند یعنی اسماء راویوں کے ؛ کچھ اختصار یا خلاصہ نہ کیا جاوے - فقط

نمبر ۲ تفسیر کبیر مین سے آیات مفصلہ ذیل کی بجنسہ

۱

تفسیر :۔''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ ۔ ۔ ۔ الی انہ ھو السمیع البصیر''۔

سورہ نجم از اوّل الی آیت ''لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ''۔
نمبر ۳ ۔ تفسیر آیہ ''وما جعلنا الرویا التی ارینا ک (الخ)''۔

نمبر ۴ ۔ علاوہ اس کے اگر کوئی بات آپ مناسب سمجھیں ارقام فرماویں ۔ ان دونوں مسئلوں کے جواب میں جو کچھ اس کی یعنی مصنّف کتاب انگریزی کی رائے ھے، وہ ھمارے فائدے سے خالی نہین ۔ فرض کرو کہ کوئی بات وہ ایسی لکھے جو عام مذھب کے برخلاف ھو، ھمارا کیا وہ انگریز نے لکھی ھے مگر جس قدر کہ وہ تعریف و تائید اور صحت اُن واقعات کی و صداقت اور صحیح بیان کرنا پیغمبر صادق صلعم کا انگریزی روش پر بیان کرے گا ھمارے نہایت مفید ھوگا اور مسلمانان انگریزی خواں کو بہت فائدہ دے گا، اُن کے کان مین کچھ اچھے اچھے خیال ھمارے مذھب کی جانب سے جاویں گے ۔ اب تو انگریزی میں بجز برائی کے اور کچھ نہیں ھے ۔

نوٹ : بخاری میں شرح صدر دو جگہ ھے : کتاب المعراج مین اور کتاب الصلواۃ مین، دونوں جگہ سے نقل کیجیے گا ۔ کتاب المعراج کے اخیر مین ایک حدیث ھے جس مین یہ لفظ ھیں :۔ ''ھذا رویا عین رأت عین رسول اللہ صلعم''۔

اس حدیث کو بھی نقل کیجئے گا ۔ فقط

۱۲ جون ۱۸۶۹ء

(۴)

رسالہء اسباب بغاوت ھند کا انگریزی ترجمہ | پہلے خط بھیج

چکا ہوں ۔ 'اسٹار آف انڈیا' کی خوشخبری سنا چکا ہوں ۔ میں انڈیا آفس میں صاحب سکرٹری وزیر ہند کے پاس گیا تھا ، انھوں نے مجھ کو کونسل کے کاغذات میں میری کتاب " اسباب بغاوت ہند " مع تمام و کمال انگریزی ترجمے کے دکھلائی ۔ اسے دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا ۔ جو کچھ رائیں اُس کی بدولت قرار پائیں ، اُن کا بیان بے فائدہ ہے ۔ اہل ہند نا قدر دان ، دوست کش اور اپنے خیر خواہ کے دشمن ہیں مگر میں خوش ہوں کہ میرے ہم وطنوں کی بھلائی ہوئی ۔

گورنمنٹ ہند کے انتظام کے متعلّق ایک کتاب شائع کرنے کا خیال

اب میں ایک اور کتاب انتظام گورنمنٹ انڈیا پر لکھ رہا ہوں ۔ انڈیا کونسل کے بعض ممبروں نے فرمایا کہ ہم ایک دن فرصت کا مقرّر کرکے ہندوستان کے باب میں گفتگو کریں گے ۔ کچھ تھوڑی سی گفتگو نسبت انتظام پنجاب اور فائدہ میونسپل کمیٹی پر ہوئی ۔ اگر وہ کتاب میری چھپی اور مجھ میں اس کے چھاپنے اور انگریزی عبارت کی اصلاح میں جو خرچ ہوگا ، اُس کے خرچ کا مقدور ہوا تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں اور اس کتاب سے کس قدر فائدہ ہوگا اور کیسا صاف صاف لکھ رہا ہوں ۔ بغیر چھاپہ ہونے کے اس کی شہرت اور تمام لوگوں کی توجّہ اور ہر جگہ اس پر بحث و گفتگو نہیں ہوسکتی اور بغیر اس کے کچھ فائدہ نہیں ۔ آپ کے نزدیک جو باتیں قابل گفتگو زبانی کے ہوں یا قابل اندراج کتاب ، اُن کو جلد اور بہت جلد ارقام فرمائیے ۔

ولایت میں ملاقاتوں پر خرچ

جس دن کہ جناب ڈچز آرگائل یعنی اہل خانۂ وزیر ہند نے دعوت میں مجھے بلایا ہے اُس رات

وهاں مسٹر پالک صاحب سے ملاقات ہوئی تھی ، انھوں نے اپنا پتا لکھ دیا ۔ دوسرے دن میں وهاں گیا ، وہ گھر پر نہ تھے ، ملاقات نہیں ہوئی ۔ آپ کو معلوم ہے کہ کرایے کی بگھی میں کیا خرچ پڑتا ہے ؟ دس روپے روز ! میں نے کہا ''مرے ! اس لیے دوبارہ نہیں گیا ، پھر کسی دن جاؤں گا''۔

ملاقاتیوں کی کثرت | اس وقت میرے پاس تیس چٹھیاں ملاقات کی اور دس پندرہ ٹکٹ رکھے ہیں اور یہ سب امراء اور لارڈ اور سر ہیں ۔ صرف خرچ سواری کے ڈر کے مارے کہیں نہیں گیا اور نہ خیال کر سکتا ہوں کہ کیوں کر سب سے ملوں گا ۔ جو لوگ کہ میرے گھر پر آ جاتے ہیں لاچار اُن کے ہاں یا جس کے پاس نہایت ضرور جانا چاہیے ، وهاں جاتا ہوں ۔ سو اب تک سوائے ایک دفعہ کے دوسری دفعہ کی نوبت نہیں پہنچی ۔

ولایت میں اخراجات کی زیادتی | ایک آدمی ڈیڑھ سو روپے مہینے میں یہاں بخوبی بآرام گزر کر سکتا ہے الاّ جبکہ آنا جانا چاہے اور لوگوں سے ملے اور عزّت کے ساتھ جانا آنا چاہے تو صرف سواری خرچ چار سو روپے ماہواری پڑے گا ، کبھی ایک گھوڑا اور کبھی دو گھوڑے کی بگھی نصیب ہوگی ۔ بعضے ایسے موقع ہوتے ہیں کہ وهاں ضرور دو گھوڑوں پر جانا چاہیے ۔ شب گذشتہ کو صرف محمود کی ایک انگریز نے دعوت کی تھی ، دو گھنٹے ان کو وهاں لگے اور ایسی سڑیل گاڑی میں یکّے میں گئے تھے جیسے بنارس میں دو دو تین تین آنے کرایے کے یکّے ہوتے ہیں ؛ ۷ شلنگ یعنی سات روپے آٹھ آنے خرچ ہوئے ۔ اب موافق یہاں کی رسم کے دوسرے یا تیسرے دن صاحب خانہ سے ضرور ملنے جانا چاہیے ،

اسی قدر پھر خرچ ہوگا - صرف ایک دوست کے ہاں بلا تکلّف جانے میں سات روپے خرچ ہوئے؛ پس مجھ کو خرچ کی بڑی فکر ہے اور نہایت اندیشہ ہے کہ کیا ہوگا؟ اس لیے حد سے زیادہ تنگی سے خرچ کرتا ہوں -

بادشاہوں کی تصویروں کا البم | تصویریں تمام بادشاہوں کی اور سلطان روم کے جلسے کی سب ہیں؛ نہایت عمدہ کتاب جس میں قرینہ قرینہ سے سب تصویریں تمام بادشاہان روئے زمین کی حسب خواہش لگی ہوں اور کتاب البم فرمائشی حسب خاطر خواہ تیار ہو تو سو ڈیڑھ سو روپیہ خرچ ہو گا - میں نے تو قسم کھائی ہے؛ اگر آپ کو شوق ہو تو زر عنایت ہو، بندہ سب طرح تیار کرا کے بھیج دے گا -

مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کے اخراجات | حماقت سے اُس فرنگی کی کتاب چھپوا لی ہے، پچاس روپے تو خود چندے میں دیے اور اگر اور لوگوں کے پاس سے چندہ نہ آیا تو کئی سو روپے کا دھپہ لگے گا کیوں کہ جن احباب کو لکھا ہے، ان میں بعض ایسے بھی ہیں جن سے اُس کی تعمیل کی توقع نہیں ہے اور وہ کتاب قریب نصف کے چھپ چکی ہے - دو ہفتے میں تمام ہو جائے گی اور چھاپہ خانے کا بل میرے نام پر پہنچے گا -

۱۸ جون ۱۸۶۹ء

(۵)

مولوی مہدی علی کے لندن آنے کا خیال اور اس کے لیے اخراجات کا تخمینہ | جو کچھ آپ نے لکھا ہے کبھی اُس پر بزور یقین لاتا ہوں، پھر شک میں پڑ جاتا ہوں - اگر آپ لندن میں آئیں تو مجھ کو اور بالخصوص محمود کو جو خوشی ہو اُس کا اندازہ

غیر ممکن ہے مگر میں تو ان سب باتوں کو اب تک واہیات سمجھتا ہوں ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچنے کے بعد میں مسٹر پالک صاحب کے گھر گیا ۔ اتّفاق سے وہ نہیں ملے اور آج ڈاک ہندوستان کی روانہ ہونے والی تھی اس لیے یہ خط لکھنا ضرور پڑا ورنہ ایک ہفتہ اورتاخیر ہوجاتی ۔ دس ہزار روپیہ قرض ملنا نہایت مشکل ہے ، میں نہایت تکلیف ابھی اٹھا چکا ہوں ۔ باوجودیکہ جائداد رہن کی اور پانچ ہزار روپے کا سود بحساب چودہ فیصدی اور پانچ ہزار کا سود بحساب آٹھ فیصدی دیتا ہوں ۔

گورنر جنرل کا سرسیّد سے ملنے آنا یہاں تک میں خط لکھ چکا تھا کہ جناب لارڈ لارنس بہادر گورنر جنرل و وائسرائے ہندوستان میرے ملنے کو تشریف لائے اور اب جو وہ تشریف لے گئے تو پھر خط لکھنا شروع کیا ۔

جو باتیں آپ نے لکھی ہیں بجز دس ہزار روپیہ قرض لینے کے اور کوئی مشکل نہیں ہے ۔ اگر حقیقت میں تم چاہو تو بخوبی آسکتے ہو اور کچھ بہت روپیہ درکار نہیں ہے ۔ دوہزار روپیہ خرچ آمد و رفت اور دو سو روپیہ ماہواری خرچ اینجا نہایت کافی ہے ۔ پانچ ہزار روپے میں ایک برس بخوبی سیر کر سکتے ہو اور اگر پڑھو تو اس عرصے میں نہایت قابل انگریزی میں ہو جاؤ گے ۔ میں نے انگریزی کا شوق نہیں کیا اور نہ ارادہ ۔

خطبات احمدیہ کا پہلا نام اور اس کی تصنیف کی ابتداء ''مواعظ احمدیہ فی اسرار ملّۃ محمدیہ'' لکھ رہا ہوں ، انگریزی میں ترجمہ ہو رہا ہے ، خدا پورا کرے ۔ اس کے مضمون دیکھ کر تعجب تو آپ بھی کریں گے لیکن اور بہت سے مسلمان کافر

بتائیں گے ۔

نہ کافرم نہ مسلمان نہ دل بدست نہ دینم
خدائے بر دل من دارد آگہی کہ چنینم

افسوس کہ یہاں کوئی مدد گار نہیں ۔

گورنمنٹ کے ہندوستانی افسران کے متعلق ایک تحریک

میں نے یہاں بڑی غل مچائی ہے کہ ہندوستانی افسروں کو جو ولایت آنا چاہیں، رخصت بلا وضع تنخواہ ملنی چاہیے ۔ اکثر ممبران انڈیا کونسل کان بھی میری فریاد پر رکھتے ہیں ؛ چنانچہ میں نے اپنی درخواست پیش کی ہے ، نقل اس کی آپ کے ملاحظے کو بھیجتا ہوں ۔ اگر یہ ہو گیا تو بلاشبہ آپ کو رخصت پوری تنخواہ پر مل سکے گی ۔

۹ جولائی ۱۸۶۹ء

(٦)

مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کی طباعت کی تکمیل

جس کتاب کے چھاپہ ہونے کا اشتہار میں نے بھیجا تھا وہ تمام ہوگئی ۔ ہفتے یا دو ہفتے کے بعد اس کے نسخے آپ کے پاس روانہ کروں گا ؛ آپ دیکھیں گے کہ مصنف نے کیسا انصاف اور کیسا سچ اختیار کیا ہے گو بعض خیالات اس کے ہمارے خیالات کے موافق نہ ہوں ۔ وہ مسلمان نہیں ہے انگریز ہے ، جب آپ اس کی کتاب دیکھیں گے تو جانیں گے کہ وہ انگریز ہزاروں مسلمانوں سے بہتر ہے ۔

مسلمان حکمرانوں کے متعلق انگریزوں کی غلط بیانیاں اور ان کی تصحیح کی ضرورت

اب ایک اور بات ضروری ہے جو

لکھتا ھوں ۔ انگریزوں نے مسلمان بادشاھوں اور مسلمان حکومتوں کی تاریخیں نہایت نا انصافی اور تعصّب سے لکھی ھیں اور کوئی برائی نہیں ھے جو مسلمانوں کی طرف منسوب نہ کی ھو ۔ ھماری قوم کے جوان لڑکے انگریزی میں انہیں کتابوں کو پڑھتے اور دیکھتے ھیں جس سے بڑا نقص پیدا ھوتا ھے اور جو بات کہ از راہ ناانصافی اور تعصّب کے مسلمانوں کی نسبت لکھی گئی ھے، اس کو وہ سچ اور واقعی سمجھتے ھیں اس لیے اس قسم کی انگریزی کتابوں کا پیدا ھونا جن میں مسلمانوں کا حال نہایت سچائی اور انصاف سے لکھا گیا ھو، نہایت مفید بلکہ نہایت ضروری ھے ۔

اندلس اور صلیبی محاربات کے متعلّق دو تاریخیں انگریزی میں لکھوانے کا خیال

دو بہت بڑے واقعے دنیا میں ھوئے ھیں جن سے مسلمانوں کو نہایت بڑا تعلّق ھے ۔

ایک واقعہ فتح اندلس کا ھے جس میں سات سو برس تک مسلمانوں کی انگریزوں پر یعنی عیسائیوں پر حکومت رھی اور جو انصاف اور تعلیم و تربیت مسلمانوں نے اس قوم کی کی، عجیب اور قابل فخر ھے ۔

دوسرا واقعہ کروسیڈ کا ھے یعنی آٹھ لڑائیاں جو مسلمانوں اور تمام عیسائی قوموں سے بیت المقدس پر ھوئیں ۔ میں نے اس عالم صاحب سے کہا ھے کہ ان دونوں واقعوں کی دو مختصر تاریخیں وہ لکھ دیں اور ان کی رائے میں جو سچ اور انصاف ھو اور جس کا قصور اس میں ان کی منصفانہ رائے میں ھو، سب لکھیں اور چونکہ وہ عالم صاحب نہایت منصف اور بہت بڑا عالم ھے اور جرمن، فرنچ، لیٹن، گریک زبان جانتا ھے اور سب مصنّفوں کی کتابیں

پڑھ کر رائے قائم کرتا ہے؛ صرف انگریزی کتابوں پر اس کو بھروسہ نہیں ہے اس لیے امید ہے کہ جیسی بلاتعصّب اُس نے یہ کتاب لکھی ہے ویسی ہی وہ بھی لکھے گا۔

ان دونوں کتابوں کے لیے چندے کی تحریک ان دونوں کتابوں کے چھپنے اور تیار ہونے میں آٹھ سو روپیہ تخمیناً خرچ ہوگا، فی کتاب چارسو روپیہ۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ وہاں کے احباب سے آٹھ سو روپیہ چندہ کرکے میرے پاس بھیج دیں۔ چندہ کرنے میں شہرت نہیں ہونی چاہیے اور صرف احباب مخلصین سے چندہ ہو، مثلاً آپ، میر ظہور حسین، زین العابدین، مرزا رحمت اللہ اور اور احباب سے ملاقات کریں اور زبانی بات چیت کریں اور جو جو جس کی توفیق ہو اُس سے لے کر جمع کریں۔

مسٹر ڈیون پوٹ کی تحقیق کہ کتب خانۂ اسکندریہ مسلمانوں نے نہیں جلایا ایک عجیب بات سنیے کہ جو کتاب چھپ چکی ہے اس میں مصنّف نے لکھا ہے کہ جو الزام جلا دینے کا کتب خانہ مصر کا نسبت حضرت عمرؓ کی لگایا جاتا ہے، غلط ہے اور یونانی اور رومی تاریخوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ کتب خانہ جولیس سیزر کے وقت میں جلا (بیوقوف، شیخی پسند، بعض ناواقف مسلمان مورّخوں نے اسی واقعہ کو مسلمانوں نے جب مصر فتح کیا اسی کے ساتھ لگا دیا) اس امر کا ایسا مستحکم ثبوت دیا ہے کہ وہ کتب خانہ جولیس سیزر نے جلایا جس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔

خطبات احمدیہ کے ایک باب کی تیاری | مواعظ احمدیہ۱ کا ایک وعظ تیار ہوگیا ، انگریزی میں ترجمہ ہو گیا ۔ اب انگریزی میں چھاپہ شروع ہوگا ، اردو کتاب کے چھاپہ میں یہاں بہت لاگت لگتی ہے ، بعد چھاپہ چند نسخے آپ کے پاس بھیجوں گا ۔

۲۳ جولائی ۱۸۶۹ء

(۷)

حمایت اسلام میں جان ڈیون پوٹ کی کتاب کی طباعت | آپ کا عنایت نامہ ۲۸ جون پہنچا ۔ عجب اتفاق ہے کہ میرا نیاز نامہ مؤرخہ ۴ جون آپ کے پاس پہنچا اور جو عریضہ مع اشتہار کتاب (مسٹر جان ڈیون پوٹ) اُس سے پہلے روانہ کیا تھا وہ نہیں پہنچا ۔ غالباً پہلا عریضہ سوتھمپٹن کی راہ گیا جو نہایت پھیر کا رستہ ہے مگر امید ہے بعد اُس کے پہنچ گیا ہوگا ۔ ایک انگریز نے جس کا نام مسٹر جان ڈیون پوٹ ہے حمایت اسلام میں ایک عجیب و غریب کتاب لکھی ہے ۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا ہے اور جس قدر اتّہام اور الزام انگریزوں نے آنحضرت صلعم پر اور قرآن پر اور مذہب اسلام پر لگائے ہیں ، اس کا جواب دیا ہے ۔ چونکہ یہ کتاب بالکل انگریزوں کے مخالف تھی ، اُس کا چھاپا ہونا اور فروخت ہونا مشکل تھا ، میں نے کل لاگت چھاپہ کی دینی قبول کی اور احباب سے پچاس پچاس روپے اس کی لاگت ادا کرنے کو طلب کیے اور بعوض اس کے بارہ بارہ کتابیں

۱۔ یہ اشارہ سرسیّد کی مشہور کتاب خطبات احمدیہ کے متعلق ہے ۔ تالیف کرتے وقت اس کا نام سرسیّد نے مواعظ احمدیہ تجویز کیا تھا ، بعد میں خطبات احمدیہ زیادہ موزوں نام معلوم ہوا ۔ (محمد اسماعیل)

دی جائیں گی۔ اُسی بابت پچاس روپے آپ سے بھی طلب کیے تھے، پس اگر وہ خط نہ پہنچا ہو تو اب فی الفور پچاس روپے بھیج دو۔ وہ کتاب تیار ہو گئی، چھپ چکی، آئندہ میل میں روانہ کروں گا۔ تصویر مسٹر ڈیون پوٹ کی بھیجتا ہوں، نہایت تعظیم و ادب اور محبت رکھنے کے لائق آدمی ہے۔

ولایت میں رہتے ہوئے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کے متعلق سرسیدؒ کا عقیدہ

جن لفظوں میں میں نے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کا ذکر لکھا اور جن سے آپ کو افسوس ہوا، اُس کا عذر کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں، ہاتھ جوڑ کر ہندوستانی نہ شرعی طور پر توبہ کرتا ہوں۔ افسوس کہ مجھ کو ایسے لفظ لکھنے نہ آئے جن سے آپ کو افسوس نہ ہوتا، برائے خدا معاف کیجیے۔ جب میں وہ لفظ لکھ رہا تھا تم میرے دل میں اور میری آنکھوں کے سامنے تھے، یہ میں جانتا تھا کہ تم ناپسند کروگے۔ بھائی! کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں برا کروں اور اُس کو اس لیے چھپاؤں کہ لوگ برا نہ کہیں۔ ہم کو اپنے خدا سے معاملہ ہے جس کے ہاتھوں سے ایسے تنگ آئے ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا: جو کام کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے، جو بات کہتے ہیں سن لیتا ہے، جو دل میں لاتے ہیں جان لیتا ہے، ایسا پیچھے چمٹا ہے کہ نہ جہاز میں چھوڑے نہ زمین پر چھوڑے، نہ رات کو الگ ہو نہ دن کو الگ، نہ غیر ذبح مرغی کھاتے وقت پیچھا چھوڑے۔ پس جب میں نے نہایت سچے دل اور درست اعتقاد سے ایسے دوست اور سچّے رفیق خدا سے شرم نہ کی تو پھر بھائی مہدی علی سے کیا ڈر کرتا۔ میں اس کو قرآن مجید سے جائز سمجھتا ہوں

نہ روایت شاذہ سے ۔ بہرحال میں اس میں گفتگو نہیں کرتا ، شاید میں غلطی پر ہوں ۔ صرف معافی چاہتا ہوں اور آپ سے نہایت سچے دل سے التجا کرتا ہوں کہ بعض آقاؤں کے نہایت بدخصلت اور بد کردار غلام ہوتے ہیں ۔ وہ آقا اپنے غلام پر ناراض تو ہو جاتے ہیں مگر اُس غلام کو غلام سمجھے جاتے ہیں ۔ اسی طرح گو آپ میری حرکات ناشائستہ سے ناراض ہوں مگر مجھ کو اپنا غلام سمجھتے رہیں ''برمن منگر بر کرم خویش نگر'' ۔ یہ الفاظ میں نے نہیں لکھے ، میرے دل نے لکھے ہیں ۔

والیٔ مصر کے ساتھ بعض علمائے مصر بھی تھے ، سب انگریزوں کے ساتھ غیر ذبح کیے ہوئے جانور چٹ کرتے تھے ۔

پالک صاحب کے پاس جانا | میں دو دفعہ پالک صاحب کے پاس گیا ، اُن سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ چار پانچ روز ہوئے کہ وہ از راہ عنایت میرے مکان پر مجھ سے ملنے آئے ، بہت عنایت سے ملے اور بہت دیر تک بیٹھے رہے ۔ میں نے عرضی پیش کی اور بہت کچھ کہا اور جو امداد کا وعدہ انھوں نے کیا تھا وہ یاد دلایا ۔ انھوں نے بہت غور سے سنا اور غور و فکر کرتے رہے اور کہا کہ ہمارے پاس بھی ان کی انگریزی چٹھی آئی ہے ۔ میں نے صاحب کلکٹر مرزا پور کے نام چٹھی لکھنے کو کہا ۔ بعد تمام گفتگو کے یہ جواب دیا کہ ہم لکھیں گے اور مہدی علی کو بھی خود لکھیں گے ۔ اب وہ مفصل میں چلے گئے ، دو مہینے بعد آئیں گے اور وعدہ کر گئے ہیں ''بعد آنے کے تم سے بہت دفعہ ملوں گا اور بہت بات چیت کروں گا'' ۔ پس اگر انھوں نے اس عرصے میں کچھ نہ کیا تو جب وہ واپس آئیں گے پھر ذکر کروں گا ۔

بادشاہوں کی تصاویر جمع کرنا

میں آپ کے لیے تصویرات جمع کر رہا ہوں اور نہایت سلیقے سے عمدہ البم میں لگاؤں گا اور مکانات کی تصاویر بھی لیتا جاتا ہوں - آپ اس قدر عذرات مغایرانہ درباب ادائے قیمت کیوں لکھتے ہیں ؟ میں نے خود تم سے قیمت طلب کی ہے - میں تم کو اپنے بھائی کے برابر سمجھتا ہوں ، تم سے روپیہ لینے یا منگانے میں بروقت ضرورت یا بحالت لاچاری کچھ شرم نہیں ہے - بلاشبہ مجھ کو خرچ کی نہایت تنگی ہے ، ان تصویروں میں جو خرچ ہوگا تم کو دینا ہوگا بلکہ سو ڈیڑھ سو روپے اس کام کے لیے پیشگی بھیج دو تو اور بھی بہتر ہے مگر میں نے جمع کرنی شروع کردی ہیں -

لندن کے کتب خانے

کتب خانۂ انڈیا آفس کی کوئی چھپی ہوئی فہرست نہیں ہے - کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی میں عربی فارسی نہایت قلیل معدود کتابیں ہیں - کتب خانۂ برٹش میوزیم ایک نہایت بڑا جنگل کتابوں کا ہے ، کئی الماریاں صرف فہرست کی ہیں - اس میں سے تفسیر یا قوت التاویل کا حال دریافت کرکے آئندہ میل میں لکھوں گا -

میور صاحب کی کتاب کے جواب کے پہلے باب کا خلاصہ

میور صاحب کی کتاب کے جواب کا سامان نہیں ہونے کا ، اب اس کی توقع نہیں - ایک انگریزی خوان اور ایک طالبِ علم جو مقامات نشان دادہ کو کتب میں تلاش و نقل کر سکتا ہے ، میرے ساتھ ہوتے تو ایک برس میں اس کا جواب لکھ لیتا ، اب نہیں ہو سکتا مگر میں اس کے مختلف مقامات پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ رہا ہوں اور انھیں کا نام "مواعظ احمدیہ" رکھا ہے - پہلا

وعظ تیار ہو گیا ، اُس کا مضمون یہ ہے کہ مسلمانوں کی کتابوں میں معتبر و غیر معتبر اور صحیح و غلط روایتیں شامل ہیں اور وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کی ہر ایک بات کو اصلی مذہب سمجھا جائے ؛ پس جن لوگوں نے ہماری کتابوں کی روایتیں چن کر ہمارے مذہب پر یا جناب پیغمبر خدا صلعم کی نسبت الزام و اتہام دیا ہے ، وہ حماقت ہے کیوں کہ اول یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ روایت صحیح و معتبر بھی ہے یا نہیں ، مگر اس کا طرز گذارش سیدھا صاف نہیں ہے، پیچ دار شمشیر برہنہ ہے ۔ اُس کے مصنف کے دل میں بجز مذہب اسلام کی محبت کے اور کسی کی محبت نہیں ہے ۔ اُس نے اس طرح یہ وعظ لکھا ہے جیسے کہ مولوی اسماعیل صاحب نے محبت توحید میں "تقویۃ الایمان" لکھی ہے ۔ ایک مقام پر لکھا ہے کہ ائمۂ مجتہدین کے مسائل اجتہادی اور قیاسی اصلی مذہب مسلمانوں کا نہیں ہے، وہ صرف ایک قانون دان کی رائے ہے ۔ اگر ہزار ابوحنیفہ و شافعی کے مسائل اور اجتہادات غلط ہوں تو مذہب اسلام کی نورانیت میں کچھ فرق نہیں آتا ۔ پس کسی مجتہد کی رائے پر اعتراض کرکے مذہب اسلام کو غلط قرار دینا بجز حماقت کے اور کچھ نہیں ۔

اسٹار آف انڈیا کا ملنا | آج دربار ہے اور میں سٹار آف انڈیا لینے جاتا ہوں ۔

۶ اگست ۱۸۶۹ء

(۸)

میور صاحب کا جواب لکھنے کی تڑپ | ان دنوں میں ذرا قدرے دل کو شورش ہے ۔ ولیم میور صاحب نے جو کتاب آنحضرت کے حال میں لکھی ہے، اس کو میں دیکھ رہا ہوں ۔ اس نے دل کو جلا دیا

اور اس کی ناانصافیاں اور تعصّبات دیکھ کر، دل کباب ہو گیا اور مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کے سِیَر میں جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا، کتاب لکھ دی جائے۔ اگر تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤں تو بلا سے، قیامت میں یہ تو کہ کر پکارا جاوے گا کہ اس فقیر مسکین احمد کو جو اپنے دادا محمد صلعم کے نام پر فقیر ہو کر مر گیا، حاضر کرو ع

ما را تمغۂ شہنشاہی بس است

جواب کے لیے کتب کی فراہمی میں نے فرانس اور جرمن سے اور مصر سے کتب سِیَر منگانی شروع کر دیں، چٹھیات روانہ ہو گئیں، سیرت ہشامی مطبوعہ اور چند کتب لیٹن کی خرید لیں، ایک آدمی مقرر کر لیا جو لیٹن کا ترجمہ کر کے مضمون بتلا سکے، تین مقدمات لکھنے شروع کر دیے:- اول جغرافیۂ عرب و دوم انساب عرب، سوم ثبوت آنحضرت کی نسل کا حضرت ابراہیم تک۔ سب سے مشکل کام جغرافیہ ہے اور تمام چیزوں کے متعلق اسلام و سِیَر کے ثبوت کی بنیاد ہے۔ خیر اب دعا کرو خدا مدد کرے اور انجام کو پہنچا دے "ہرچہ بادا باد من کشتی درآب انداختم"۔ ایک نہایت عمدہ ثبوت نسل ابراہیمؑ سے ہونے کا یہ ہے کہ بنی ہاشم اور دیگر اقوام عرب میں جو اولاد حضرت ابراہیمؑ سے ہیں، رسم ختنہ جاری تھی۔ آپ تلاش کریں کہ کسی کتاب میں یا حدیث و سِیَر و تفسیر میں کوئی ایسی قوم بھی عرب میں پائی جاتی ہے جس میں رسم ختنہ نہ ہو۔ عرب میں سوائے اولاد حضرت ابراہیمؑ کے اور قومیں بھی آباد تھیں، اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ ان قوموں میں رسم ختنہ نہ تھی تو نہایت عمدہ بات ہے۔ نقول مقامات جو

سابق میں طلب کی ہیں ، یقین ہے کہ اب تک روانہ ہو چکی ہوں گی -

حامد کی تعلیم لندن میں | حامد کچھ دل پڑھنے پر نہیں لگاتا ، بہر حال گھر میں پڑھتا ہے - سو روپیے مہینے کا آدمی نوکر ہے جو تین گھنٹے آکر حامد کو اور نیٹن محمود کو پڑھا جاتا ہے مگر حامد کا دل نہیں لگتا ہے -

درباروں میں شرکت اور امراء و وزراء سے ملاقاتیں | دربار ملکہ معظمہ کی حاضری کے لیے مجھ سے کہا گیا مگر میں نے بعض مصلحت کی نظر سے کہا ہے کہ پھر کسی دربار میں حاضر ہوں گا ، ہمیشہ دربار ہوتے ہیں - یہاں کے امراء سے دوستانہ ملاقات نہایت بے تکلف ہوتی ہے اور کھانے پر جانا ہوتا ہے - ہمیشہ محمود میرے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ذریعۂ گفتگو اکثر ہوتا ہے - وزیر ہند سے ایک دفعہ مع حامد و محمود ملاقات ہوئی تھی اور دو دفعہ صرف میں تنہا ملا - میں نے انگریزی میں آن کی سب باتوں کا جواب دیا ، سب سمجھا اور سب جواب صحیح دیے مگر نہایت بد و خراب انگریزی میں -

ممبران پارلیمنٹ کے خیالات ہندوستانیوں کے متعلق | یہاں کے اکثر امراء اور ممبران پارلیمنٹ ہندوستان کے خیر خواہ ہیں مگر چونکہ حالات سے بخوبی واقف نہیں ہیں اس لیے بعضے تو کچھ جانتے ہیں اور بعضوں کی رائے نہایت غلط ہوتی ہے -

بل متعلق اقتدار گورنر جنرل ہند | حال کی پارلیمنٹ میں جو بل متضمن مزید اقتدار گورنر جنرل ہندوستان پاس ہوا ہے درحقیقت ممبران پارلیمنٹ نے نہایت نیک نیتی سے اور ہندوستان کا فائدہ سمجھ کر

پاس کیا ہے مگر ایسی غلطی رائے کی ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا ۔ حقیقت میں ہندوستان غلام ہوگیا اور یہ بل نہایت مضر ہندوستان کے ہے ۔ اگر انگلستان میں یہ قانون جاری ہوتا تو کل رعیت اس کی منسوخی کی درخواست کرتی ۔

۲۰ اگست ۱۸۶۹ء

(۹)

مولوی مہدی علی کے سفر لندن کے متعلق سرسیّد کا مشورہ

اپنے سفر کی بابت جو آپ نے مجھ سے رائے پوچھی ہے ، درحقیقت آپ کی رائے بالکل صحیح ہے ۔ اگر آپ یہاں تشریف لائے تو کچھ فائدہ جو معاوضہ اس قدر زیر باری قرضہ کا ہو ، نہیں ہونے کا ؛ میں ہرگز صلاح نہیں دیتا کہ آپ اس قدر زیر باری قرضہ اٹھاویں اور برس روز کے لیے یہاں تشریف لائیں ۔ یہ اس قدر بڑا شہر ہے اور ایک ایسا کارخانہ ہے کہ کوئی کسی کو نہیں پوچھتا ۔ میرے واسطے جو کچھ یہاں ہوا آپ اس کو تعجبات اور امور اتفاقیہ میں سے سمجھیے ۔

یورپ کا سفر کن لوگوں کے لیے موزوں ہے

صاف صاف بات یہ ہے کہ یورپ صرف دو آدمیوں کے کام کا ہے اول : ان کے جو جوان نوعمر ہیں اور علوم و فنون جدیدہ کی تربیت چاہتے ہیں اور یورپ کی زبان سے واقف ہیں ، دوسرے ان لوگوں کے لیے جو صرف سیر کے خواہاں ہیں یا اپنے ملک اور اپنے ملک کے لوگوں کی ترقی میں کوشش کرنا چاہتے ہیں ۔ سیر کا تو مختصر یہ حال ہے کہ یہاں وہ چیزیں اور وہ کارخانے اور وہ صنائع اور وہ عمارات اور ایسے عجائبات ہیں کہ ''لاعین رأت و لا اذن سمعت'' ، امکان نہیں کہ جن لوگوں نے اس کو نہیں دیکھا اُن کے سامنے وہ بیان ہو سکیں ۔

یورپ کی شان و شوکت اور تہذیب و اخلاق سے سرسیّد کی مرعوبیت

جس وقت انسان یورپ کی سرحد میں پہنچتا ہے حقیقت میں اس کو ایک نہایت عالم معلوم ہوتا ہے اور اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہندوستان میں جا کر جو انگریز ہم کو مثل جانور کے جانتے ہیں، درحقیقت ہم ہندوستانی ایسے ہی ہیں۔ عقلمند اور عبرت اور نصیحت پکڑنے والا آدمی تمام حالات اور رسم و رواج یورپ دیکھ کر یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ کون کونسی رسمیں اور عادتیں ہندوستان کی اور خصوص مسلمانوں کی اچھی ہیں اور کون سی خراب اور قابل تبدیل ہیں۔ اصول ایمانیۂ اسلامیہ پر جس قدر یقین یورپ کے آنے سے اور یہاں کے حالات اور علوم اور علماء کی رائیں دریافت کرنے سے ہوتا ہے بلاتشبیہ نعوذ باللہ ویسا یقین حج سے نہیں ہوتا۔ زیادہ تعجب یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے صرف بخ سے اور آپس میں لوگوں نے کیا ہے، گورنمنٹ سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔

یورپ کی ترقی سے ہندوستانیوں کو سبق لینا چاہیے

یہ دیکھ کر آدمی یقین کر سکتا ہے کہ ہندوستان میں اگر بہت سے آدمی متوجہ ہوں اور علوم و فنون و سویلیزیشن پر کوشش کریں تو وہ بلا اعانت گورنمنٹ بہت کچھ کر سکتے ہیں اور ان خیالات سے اور حال دیکھنے سے عقلمند اور بیدار آدمی کو اپنے ملک کی ترقی اور بھلائی اور قومی خیر خواہی زیادہ بڑھتی ہے۔

دولت مند ہندستانیوں کو یورپ آنے کا مشورہ

جس شخص کے پاس روپیہ ہو اس کو صرف اس قدر کافی ہے کہ یورپ آئے اور تین چار مہینے موسم گرما میں جب کہ یہاں سب کچھ جاری ہوتا

ہے ہر ایک چیز کی سیر کرے اور چلا جاوے اور اپنے ملک میں اس بھلائی کو پھیلاوے مگر میں ہرگز رائے نہیں دیتا کہ اس امر کے حاصل کرنے کو قرض سے اپنا گلا بندھاوے۔ پس میں آپ کو ہرگز رائے نہیں دیتا کہ قرض کرکے آپ یہاں تشریف لاویں اور بالفرض اگر آویں بھی تو چھ مہینے سے زیادہ کے لیے آنا محض لغو اور حماقت ہے۔ میرے حال پر خیال نہ کیجیے، میرا حال جدا تھا، چند خیالات مجھ کو تھے میں نے جائداد بیچی اور دس ہزار کا قرض کیا۔

عیاش آدمی کے لیے یورپ بہشت ہے | عاقل و عیاش آدمی کے لیے جو خوشی اور نعمت یہاں متصور ہے خدا معلوم بہشت میں بھی ہوگی یا نہیں۔ میرے ایک بڑے معزز دوست نے ایک بہت بڑے جلسے میں جہاں نہایت تکلّف کی پوشاک پہنے ہوئے کئی سو مرد ومیم و لیڈی نہایت خوبصورت و خوش کلام اور قابل جمع تھیں، پوچھا کہ کہو لندن بہشت ہے اور حوروں کا ہونا سچ ہے یا نہیں؟

اپنے اہل ملک کی حالت پر سرسیّد کا رنج و الم | پس مختصر حال و نتیجہ سفر یورپ کا یہ ہے مگر ہماری قسمت میں وہی جلنا ہے۔ یہاں کا حال دیکھ کر اپنے ملک اور اپنی قوم کی حماقت اور بے جا تعصب اور تنزّل موجودہ اور ذلّت آئندہ کے خیال سے رنج و غم زیادہ بڑھ گیا ہے اور کوئی تدبیر اپنے ہم وطنوں کے ہوشیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ مذہب جس کو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خوب اختیار کیا ہے، اس میں بھی وہی حماقت اور نالائقی اور گمراہی ہے جو اور تمام کاموں میں ہے؛ پس کوئی کیا کرے، بد اقبالی، بدنصیبی کا کچھ علاج نہیں!

خطبات احمدیہ کی تالیف کے متعلق بعض حالات

میں روز و شب تحریر کتاب سیر مصطفوی صلعم میں مصروف ہوں؛ سب کام چھوڑ دیا ہے ، لکھتے لکھتے کمر درد کرنے لگتی ہے ۔ ادھر فکر ترتیب مضامین کتاب ، ادھر فکر جواب اعتراضات؛ ادھر فکر تنقیح و تصحیح روایات صحیح میں مبتلا رہتا ہوں اور کسی شخص کے مددگار نہ ہونے سے یہ کام اور بھی سخت ہوگیا ہے ، ادھر جب حساب دیکھتا ہوں تو جان نکل جاتی ہے کہ الٰہی لکھنا اور چھپوانا تو شروع کر دیا روپیہ کہاں سے آوے گا ۔ مسلمان البتہ آستینیں چڑھا کر اس باب میں تو لڑنے کو تیار ہوں گے کہ انگریزوں کے ساتھ کھانا مت کھاؤ مگر جب کہو کہ مذہبی تائید میں کچھ روپیہ خرچ کرو تو جان بچائیں گے ۔

دوسرا باب جس میں عرب کا جغرافیہ اور وہاں کی قوموں کا اور حضرت اسماعیلؑ کے وہاں آکر آباد ہونے کا ذکر ہے ، چھپ رہا ہے ۔ عرب میں سے ایک کتبہ نکلا ہے جو یہاں کے برٹش میوزیم میں موجود ہے ۔ وہ کتبہ آنحضرت صلعم سے بہت پہلے کا ہے اور اس سے حضرت ہودؑ کا عرب میں پیغمبر ہونا اور قوم عاد کے مکانات کا وجود بخوبی ثابت ہوتا ہے؛ چنانچہ وہ کتبہ بعینہ اسی خط میں مع ترجمہ میری کتاب میں مندرج ہوگا ۔

میری دانست میں نہایت خیر خواہی اسلام کی اور سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی تھی کہ یہ کتاب انگریزی زبان میں چھاپی جائے ، اس لیے انگریزی چھاپنا شروع کر دیا اور اردو ابھی ملتوی ہے ۔ علاوہ اس کے انگریزی عبارت لکھنے والے عمدہ اور کم قیمت پر یعنی بہ نسبت ہندوستان کے کم قیمت پر ملے ہیں ،

هندوستان میں ممکن نه تها ۔ جو شخص که میری کتاب انگریزی میں لکھتا هے اس کی لیاقت کا کوئی انگریز هندوستان میں نہیں هے، پس ایسا شخص هندوستان میں کہاں ملتا ؟ اگر میری یه کتاب تیار هو گئی جس میں دس باب هیں تو میں لندن میں آنا دس حج کے برابر اور باعث اپنی نجات کا سمجھوں گا ، خدا قبول کرے ۔ آمین !

کتاب کی تیاری کے سلسلے میں سرمایے کی فراهمی کا سوال

اس معاملے میں سوائے تمهارے میں اور کسی کو کچھ نہیں لکھتا اس لیے که جو میرے دلی دوست هیں اُن کو خدا نے عقل نہیں دی اور حقیقت یه هے که جب تک دل سے شوق نه هو صرف خاطر سے کچھ کرنا فائده مند نہیں هوتا ۔ بہرحال مجھ کو اعانت کی نہایت ضرورت هے : اول تو انتخاب و تحریر مقامات کتب و تحقیق بعض مسائل کی جو میں آپ کو لکھوں، آپ اس کو بخوبی انجام دیں گے ، اس میں کچھ تامل نہیں مگر اس قدر دیر نه هو جیسے که اب تک کی هے ، اس وقت تک حدیثیں معراج و شق صدر کی نہیں پہنچیں ؛ دوسری بلاشبه روپیے کی ضرورت هے ، کم سے کم دو ڈهائی هزار روپیه خرچ هوگا ۔ آپ وهاں احباب مخلصین سے چنده کیجیے ؛ صورت چنده کی یه هو که جو جس کا مقدور هے ، دے اور بعد تیار هو چکنے کتاب کے ، جس قدر روپیه اس نے دیا هے ، اُسی قدر قیمت کی کتابیں اس کو دے دی جاویں ۔ اس چنده کرنے میں یه خیال نه کرنا چاهیے که کل ڈهائی هزار روپیه چنده هو کیوں که جس قدر هو وهی غنیمت هے اور اُسی قدر بوجھ هلکا هوگا ۔ میرا اراده هے که میں میر ظهور حسین ، مرزا رحمت الله بیگ ، مولوی

زین العابدین ، تراب علی ، محمد احمد ، مہدی علی وغیرہ آدمیوں کو خط لکھوں کہ مجھے ضرورت ہے ، سوسو روپیہ بھیج دو ، سوائے اس کے اور کچھ نہ لکھوں - یقین ہے کہ یہ لوگ بھیجیں گے ، پس جس قدر مدد ہوگی وہی غنیمت ہے -

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مہاجن سے کچھ روپیہ قرض لیا جائے اور اس کتاب کی تیاری میں لگایا جائے - بعد تیاری کے کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ کتاب بہت بکے گی اور انگریز بہت لیں گے - آج تک مسلمان کی لکھی ہوئی کوئی کتاب آنحضرت صلعم کے حال کی انگریزی میں نہیں ہے - پس اس کی قیمت سے اس کا روپیہ دیا جاوے ، اگر نقصان ہو تو میں اور وہ لوگ جو اس میں شریک ہوں ، ادا کریں -

اسلام کی تائید میں چند کتابوں کی خرید چند بڑے بڑے قابل انگریز جو مسلمان ہوگئے ہیں ، اُن کی لکھی ہوئی کتابیں نہایت تلاش سے بہم پہنچائی ہیں اور دس گنی قیمت دے کر خریدی ہیں - اُن میں ایک کتاب ہاتھ آئی ہے جس میں اُس انگریز نے نہایت خوبی سے " یاتی من بعدی اسمه احمد " کے فقرے کو ثابت کیا ہے کہ ویسی دلیلیں کسی مسلمان مولوی کے خیال میں بھی نہیں گزر سکتیں - علاوہ اس کے میں کیا بتاؤں کہ میں نے کیا کیا ہے ؟ اگر تم یہاں ہوتے تو شاید پھولے نہ سماتے -

۱۰ ستمبر ۱۸۶۹ ء

(۱۰)

خطبات احمدیہ کے متعلق ضروری حوالہ جات کا شکریہ پلندہ نقول مقامات کا پہنچا ، ممنون عنایت کیا ، میرے دل نے اور میری آنکھوں نے حافظ جی صاحب کا بہت شکر کیا ،

ایسا خوش خط تھا کہ آنکھوں کو روشنی ہوتی تھی -

خطبات احمدیہ کی طباعت کے لیے سرسید کا احباب سے چندہ مانگنا

میری یہ رائے ہے کہ سو سو روپیہ احباب مخلصین سے چندہ لیا جائے ؛ پختہ تیس آدمی جمع ہونے چاہییں - اس میں جس قدر ہو جائیں ہو جائیں مگر تین ہزار روپے سے کم خرچ نہیں ہونے کا - تین آدمیوں کو خط لکھے ہیں : محمد احمد ، مرزا عباس بیگ صاحب ، نواب ضیاء الدین خاں صاحب ، مگر پہلے شخص سے شریک ہونے کی بہت کم توقع ہے - آپ تو رعیت خاص ہیں پس آپ کو لکھتا ہوں کہ سو روپے بھیج دو ، بذریعہ ہنڈوی درشنی نقد بلا بٹہ و نقصان - مولوی زین العابدین کو بھی خط لکھا ہے ، سو روپے نقد مانگے ہیں ، تعطیل دسہرہ میں آپ ضرور ان سے ملیں اور آن سے میرا خط لے کر ضرور پڑھیں ؛ اور لوگوں کو بھی یعنی مرزا رحمت اللہ بیگ اور میر ظہور حسین اور میر تراب علی کو بھی لکھوں گا - مجھ کو بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ سمجھیں کہ اس شخص نے دق کر دیا ہے ، اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا ہے ؛ ایسا نہ ہو کہ یار شاطر سے بار خاطر ہو جاؤں - بہرحال خدا کے واسطے کرتا ہوں ؛ کچھ اپنا ذاتی معاملہ نہیں کہ جس میں یار شاطر یا بار خاطر ہونے کا خیال کروں - مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے نہ خط کا جواب لکھا نہ سابق کے پچاس روپے اب تک بھیجے ، اس کا سبب اب تک نہیں معلوم ہوا اور سب جگہ سے جس جس کو لکھا تھا ، آ گئے -

مولوی مہدی علی کو خطبات احمدیہ کے متعلق علمی اور مالی امداد کی تحریک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل

معجزات منتخب کر کے ایک فہرست مع مختصر حال کے بنائیے؛ اُن میں سے جس قدر کہ غیر ثابت ہیں اُن کے اُوپر تو لفظ غیر ثابت لکھ دیجیے اور جس قدر کہ آپ کے نزدیک ثابت ہیں، اُن کا ثبوت لکھیے اور جن کتابوں پر استدلال کیجیے ان کی عبارت کی نقل کیجیے اور جن لوگوں نے اس کے برخلاف رائے دی ہو، اس کا رد بتائیے اور ایسی وجوہات بھی لکھیے جو غیر مذہب والوں پر حجت ہوں اور یہ سب چیزیں میرے پاس بھیج دیجیے۔ میں تو یہ سب کچھ لکھوں گا مگر دیکھوں تو سہی کہ یہ حضرات جو تقلید کی غلامی کر رہے ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔ بہرحال آپ ہر طرح پر اس وقت میں میری مدد کیجیے؛ جو بات جو مضمون میں آپ کو لکھوں اُس کو آپ سمجھیے کہ نہایت ضروری ہے اور نہایت تاکید سے لکھا ہے اور اس کا جلد اور نہایت جلد انجام دینا نہایت ضرور ہے، کیوں کہ جو بات میں آپ کو لکھ بھیجتا ہوں اُس سے بے فکر ہو جاتا ہوں کہ وہ ضرور انجام ہو جائے گی۔ آپ بھی اپنے مخلصین احباب جو چندہ میں شریک ہوں، پیدا کیجیے، اپنے ماموں صاحب کو بھی لکھیے؛ شرط صرف اس قدر کہ سو روپے کی قیمت کی کتابیں اُن کو دے دی جائیں گی۔

کتاب کی طباعت کے متعلق اخراجات کا سرسری اندازہ

روپیہ ہر روز صرف ہوتا جاتا ہے، کتبے کھدوائے ہیں، نقشہ جات جو استدلالات کتاب میں داخل ہوں گے، بنوائے ہیں۔ صرف پنسل سے اُس نقشے کی بنوائی جس میں سفر موسیٰ اور وادی الطحیٰ اور بیابان فاران کا بیان ہے، ۴۸ روپے دیے ہیں اور اب وہ چھپنے کو جاتا ہے۔ عنقریب اُس شخص کا بل آنے والا ہے

جو انگریزی عبارت لکھتا ھے ، پس روپیہ بھیجنے میں اور شریکوں کے فراہم کرنے میں ذرا بھی توقف نہ کیجیے ۔

۱۷ ستمبر ۱۸۶۹ء

(۱۱)

حالات سفر کے متعلق ایک طویل تحریر کا تلف ھو جانا

تیسری ستمبر کو میں نے بہت بڑا خط لکھا تھا ، بڑے مضمون اور مطالب اس میں تھے۔ افسوس کہ اس تاریخ کا میل جو جہاز لے کر چلا تھا ، وہ عدن کے قریب ڈوب گیا ۔

خطبات احمدیہ کے لکھنے میں مصروفیت اور کتاب کا کچھ مزید حال

میں نے بہت صاف صاف رائے آپ کو لکھی ھے درباب سفر ولایت ، یقین ھے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گی ۔ اب میرا حال سنیے ؛ مواعظ احمدیہ کے لکھنے میں شب و روز مصروف ھوں اس کے سوا اور کچھ خیال نہیں ، جانا آنا ملنا جلنا سب بند ھے ، آنحضرت صلعم کی بارہ برس کی عمر تک کا حال لکھ چکا اور سر ولیم میور صاحب اور مصنفوں نے یہاں تک کے حال پر جو کچھ لکھا ھے ، سب کے ایک ایک حرف کا جواب لکھا ھے ۔ مگر ایسا جواب نہیں ھے جیسا کہ تمھارے ھاں کے ملاں مشرکین فی صفات النبوۃ دیتے ھیں ؛ نہایت محققانہ جواب ھیں اور یہ شرط ھے کہ کسی شخص کے آگے ڈال دو ، کیسا ھی بے دین کیوں نہ ھو اگر وہ کہے کہ ھاں ؛ نہایت سچ اور انصاف کا جواب ھے تو تو میرا نام ورنہ میرا نام ھی نہیں ۔ اپنی تحریر کو آپ بھی دیکھتا ھوں اور خوش ھوتا ھوں کہ بیان سے باھر ھے ۔

دوسرا خطبہ جغرافیۂ عرب کا قریب الاختتام ھے ، نہایت عمدہ طور

سے ثابت ہوا ہے کہ فاران وہی میدان اور پہاڑ ہیں جہاں کعبہ واقع ہے - معلوم نہیں کہ آپ فاران کے لفظ سے واقف ہیں یا نہیں کیوں کہ یہ بہت بڑا رکن مباحثے کا ہے - جس قدر لکھا ہے وہ انگریزی ہو گیا اور چھپ رہا ہے ، اس وقت میرے سامنے دوسرے خطبے کے بہت ورق چھپے ہوئے رکھے ہیں - پہلا خطبہ جو تیار رکھا ہے ایک نسخہ اس کا آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور جب دوسرا ختم ہو جائے گا اس وقت وہ بھی بھیجوں گا اور علیٰ ھذا القیاس -

سرسیّد چاہتے تھے کہ کتاب کے ختم ہونے تک اس کی شہرت نہ ہو

مگر اس بات کی احتیاط رہے کہ اس کتاب کی تصنیف کی شہرت نہ ہو اور جب تک کہ کتاب پوری نہ ہو لے اور چھپ نہ لے ، اس وقت تک کسی کو نہ معلوم ہو کہ ولیم میور صاحب کی کتاب کا جواب لکھا جاتا ہے - پس اغیار سے اس کو مخفی رکھنا چاہیے کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ قبل اتمام کتاب جناب سرولیم میور صاحب کو اس کا حال معلوم ہو ، بعد اتمام انشاء اللہ تعالیٰ میں خود اپنے ہاتھ سے نذر دوں گا -

کتاب کی طباعت کے متعلق فراہمی سرمایہ کا فکر اور اس کے لیے اپنی باقی ماندہ کتابیں، گھر کا سامان اور کھانے پینے کے برتن تک بیچ ڈالنے کی ہدایت

اب بجز روپیے کے اور کسی چیز کی فکر نہیں - میں چاہتا ہوں کہ آپ اس خط کے پہنچنے کے بعد میر ظہور حسین صاحب کے پاس جائیے اور میری یہ درخواست ہے کہ دونوں صاحب مل کر کسی مہاجن سے میرے لیے ہزار روپیہ قرض لیجیے ، سود اور روپیہ میں ادا کروں گا مگر چونکہ میں یہاں ہوں اس لیے کچھ بندوبست نہیں کر سکتا - ہزار روپیہ

بھیجنے کے لیے دلّی لکھا ہے اور میں نے لکھا ہے کہ کتابیں اور میرا اسباب یہاں تک کہ ظروف مسی تک فروخت کر کے ہزار روپے بھیج دو - اگر ہزار روپیہ آپ دونوں صاحب قرض لے کر مجھے بھیج دیں اور ہزار روپیہ یقینی دہلی سے آوے اور پانچ چھ سو روپیہ چندے کے ذریعے سے وصول ہو جائے تو کتاب بخوبی چھپ جائے گی - میں نے میر ظہور حسین صاحب سے سو روپے چندہ کے طلب کیے ہیں گو وہ بھی کہتے ہیں کہ تنگ ہوں مگر ضرور بھیجیں گے، وہ میری بات سے کبھی انکار نہیں کرنے کے اور سو روپے آپ اپنے چندے کے بھیج دیجیے اور اس خط کا جواب بلا توقف بھیجیے گا کہ ہزار روپے قرض کی تدبیر ہو سکی یا نہیں کیوں کہ اگر تدبیر نہ ہو سکے تو مجھے جلد اطلاع کرنی چاہیے تا کہ میں اور فکر کروں - اگر یہ کتاب بعد چھپنے کے خاک میں ملا دی جائے گی تب بھی ہزار روپے جو قرض لیے جاتے ہیں، وصول ہو جائیں گے - کیا کہیے کہ اس کتاب کے پیچھے خواب و خور حرام ہو گیا ہے، خدا مدد کرے!

کتاب کے فروخت ہونے کی توقع | ایک سوداگر صرف اسی خطبے کے ڈیڑھ سو نسخے خریدتا تھا، میں نے متفرق بیچنے سے انکار کیا - اس نے بہت سی کتابیں دی ہیں مستعار واسطے لکھنے کتاب کے اس شرط پر کہ یہ کتاب سوائے اس کے اور کسی کے ہاتھ یورپ بھر میں نہ دوں - پس مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ جس قدر روپیہ لگے گا اس سے بہت زیادہ قیمت سے وصول ہو گا، صرف اس وقت روپیہ لگانے کی دقّت ہے - اگر ہندوستان سے روپیہ آنے کی مایوسی ہو جاوے تو میں خود یہاں کسی بنک سے روپیہ قرض لوں گا، انشاء اللہ تعالیٰ کتاب ضرور پوری کروں گا۔

یکم اکتوبر ۱۸۶۹ء

(۱۲)

خطبات احمدیہ کی مزید تالیف | میں نہایت خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ دو باب میری کتاب کے اور ختم ہو گئے: ایک بشارات آنحضرت صلعم میں توریت و انجیل سے اور ایک حقیقت معراج و شق صدر میں، مگر جب دیکھیے گا کہ کیا لکھا ہے تو معلوم کیجیے گا!

چندے کے لیے خطوط بھیجنے کا نتیجہ | میں نے جن جن احباب کو چندے کی شرکت کے لیے خط لکھے تھے، ان میں سے بعض نے انکار لکھ بھیجا اور بعض نے جواب نہیں بھیجا، نہ جواب آنے کی توقع ہے، صرف ایک شخص نے سو روپے بھیج دیے ہیں۔ اب صرف چھ جگہ سے آنے کی توقع ہے: مہدی علی، زین العابدین، مرزا رحمت اللہ، ظہور حسین، تراب علی، محمد احمد، پس کل سات سو روپے جمع ہوں گے۔ کتاب میں ہرگز تین ہزار سے کم خرچ نہیں ہوگا۔ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے، بغیر قرض لیے کام نہیں چلے گا۔ ایک ارادہ ہے کہ جلد اول چھاپ کر فروخت کرنی شروع کی جاوے جس قدر آوے دوسری جلد میں صرف ہو۔

کتاب کے متعلق علمی و مالی امداد بھیجنے کی تاکید | مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کا ترجمہ کر ڈالا، جب تک میں نہ آؤں اس کے چھاپنے کی کچھ فکر مت کرو۔ نہایت مشکل سے میں نے ایک اور کتاب مسٹر ہگنز کی تلاش کی ہے، وہ صرف ایک دفعہ چند نسخے چھاپہ ہوئے تھے۔ وہ کتاب ایسی عمدہ ہے کہ مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب اس کے آگے آفتاب و ستارہ کی نسبت رکھتی ہے۔

میں نے جو ہزار روپیہ لینے کی نسبت لکھا تھا، اس کی بابت

کیا صلاح ہوئی ؟ مگر مرزا پور سے ہرگز قرض لینا منظور نہیں ہے ، الہ آباد کے بنک سے تم اورمیر ظہور حسین شریک ہو کر قرض لو ۔ معجزات کا انتخاب اور اہل کلام نے جو تعریف معجزے کی بیان کی ہے اورجو بحث اس پر کی ہے اور منکرین معجزات کا جو رد لکھا ہے ، اُس کا انتخاب جلد بھیجو ، اس لیے کہ بالفعل میں نسبت نسب آنحضرت کے لکھ رہا ہوں اور پھر نسبت روایات کے لکھوں گا ، پھر نسبت قرآن کے ، پھر نسبت رسوم جاہلیت کے اور یہ سب باب ایک مہینے ڈیڑھ مہینے میں ختم ہو جائیں گے ، پھر بحث معجزات شروع ہوگی ۔

آپ نے اپنے چندے کا روپیہ یقین ہے روانہ کر دیا ہوگا اور مرزا رحمت اللہ اور زین العابدین نے بھی بھیجا ہوگا ، میر ظہور حسین کے پاس سے کچھ جواب نہیں آیا ۔ عنقریب چھاپے والے کا بل آنے والا ہے ۔

۲۶ نومبر ۱۸۶۹ء

(۱۳)

خطبات احمدیہ کے مختلف نام | اُس کتاب کا حال سنیے جو تصنیف ہو رہی ہے جس کا نام آپ تجویز کر دیجیے ۔ انگریزی میں اس کا نام ہے ''سیریز ایسسیز آن دی لائف آف محمدؐ'' اور عربی میں اُس کا نام میں رکھنا چاہتا ہوں ''خطبات احمدیہ علیٰ سیرۃ محمدیہ''۔ میں نہیں جانتا کہ ناموں پر الف لام لانا جائز و صحیح ہے یا غلط یعنی اگر بجائے نام مذکورہ بالا کے یہ نام رکھا جائے تو دل کو اچھا معلوم ہوتا ہے ''خطبات الاحمدیہ علی السیرۃ المحمدیہ'' اور یہ نام بھی ہو سکتا ہے ''خطبات احمدیہ علٰی سیرۃ سیدنا محمد رسول اللہ'' ''خطبات الاحمدیہ علی العرب و السیرۃ المحمدیہ''۔ یہ اخیر کا نام

اگر بموجب قواعد نحویہ کے صحیح ہو تو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے - بہرحال آپ تجویز کر کے جلد بھیج دیں کیوں کہ اس خط کا جواب آنے تک اس کی پہلی جلد انشاء اللہ تعالیٰ ضرور چھپ جائے گی مگر خیال رہے کہ نام میں لفظ خطبات کا ضرور ہو اس لیے کہ میں نے ہر ایک حصے کو بلفظ خطبہ تعبیر کیا ہے -

کتاب کے خطبوں کی تفصیل | پہلی جلد میں بارہ خطبے ہیں جو سب مرتب ہو چکے ، برابر چھپ رہے ہیں -

خطبۂ اول : جغرافیہ عرب کا مخلوط تاریخ عرب سے جس میں کمال تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ فاران مکّے کے پہاڑ ہیں ، جہاں سے پیغمبرؐ ہونے کی توریت میں بشارت تھی -

خطبۂ دویم : رسم و رواج و عادات عربوں کے زمانۂ جاہلیت میں جس میں دکھایا گیا ہے کہ اسلام نے کس قدر اُن کو آراستہ کیا -

خطبۂ سویم: عرب میں کس قدر مذاہب قبل اسلام کے جاری تھے اور اُن میں سے اسلام کس سے مناسبت رکھتا ہے اور اس مناسبت سے اسلام کا بھی خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہے یا صرف ایک بنایا ہوا مذہب -

خطبۂ چہارم : یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام سے فائدہ ہوا یا نقصان ہوا -

خطبۂ پنجم : اوپر بیان حالت کتب اسلامی کے -

خطبۂ ششم : مذہبی روایتوں اور ان کے اعتبار و عدم اعتبار کا حال -

خطبۂ ہفتم : قرآن مجید پر ، اس میں نہایت عمدہ عمدہ بحثیں ہیں۔

خطبۂ ہشتم : تاریخ مکہ و تاریخ بزرگان آنحضرت صلعم۔

خطبۂ نہم : نسب نامے آنحضرتؐ اور جواب ان تمام بحثوں کا جو آنحضرتؐ کے نسب نامے کی نسبت ہیں۔

خطبۂ دہم : بیان بشارات آنحضرت صلعم از توریت و زبور۔

خطبۂ یازدہم : حقیقت شق صدر و معراج۔

خطبۂ دوازدہم : حالات آنحضرت صلعم ، پیدائش سے بارہ برس کی عمر تک کے۔

کتاب کی لاگت کا تخمینہ | اس ایک جلد کے چھپنے اور تیار ہونے میں چودہ پندرہ سو روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے مگر اب تک کسی نے زر نقد نہیں بھیجا ، سوائے ایک شخص کے۔ میر ظہور حسین صاحب کا خط اب تک نہیں آیا۔

۱۷ دسمبر ۱۸۶۹ء

(۱۲)

خطبات احمدیہ کا ختم ہونا اور اس کی طباعت کا روح فرسا اندازہ | میں اپنا حال آپ کو کیا لکھوں : دن رات کی محنت و مشقت سے اور اس طرح طرح کی تکلیف سے جو میرا دل ہی خوب جانتا ہے ، جلد اول ''خطبات الاحمدیہ'' کی تصنیف تمام ہوئی اور اسی مہینے میں چھاپہ بھی تمام ہو جائے گا۔ اب جو اندازہ اس کے یعنی ایک جلد کے چھاپے کی لاگت کا کیا گیا تو ڈھائی ہزار روپے سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے ، ہوش جاتے رہے ہیں اور جان میں جان نہیں ہے۔

کتاب کے لیے چندے کی اپیل | میر تراب علی نے نہایت مدد کی ہے ، تین سو روپیہ اس کے چندے کی بابت بھیجا ہے ۔ میر ظہور حسین صاحب نے ڈیڑھ سو روپیہ بھیجا ہے ۔ مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے اپنا چندہ سو روپے کا بھیج دیا ۔ اگرچہ میں نے بھی تاکید کی ہے مگر آپ بھی تاکید کیجیے ، زین العابدین سے سو روپیہ منگا کر بھجوا دیجیے ۔ وہاں اس کو ہنڈوی لندن ملنے کی دقّت ہوئی ہوگی مگر اب وقت زیادہ توقّف کا نہیں رہا ۔ قرضہ ہزار روپے لینے کی نسبت معلوم نہیں کہ کیا ہوا ۔ بہرحال اب اپنا ذاتی چندہ سو روپیہ کا جلد روانہ فرمائیے ۔

۱۰ جنوری ۱۸۷۰ء

(۱۵)

خطبات احمدیہ کی وجہ سے خرچ کی تنگی اور تکلیف | کتاب جو چھپ رہی ہے ، میں یقین کرتا ہوں کہ اس کی بدولت مجھے لندن میں بسبب تنگئی خرچ نہایت تکلیف اور محتاجی اور قرض داری اٹھانی پڑے گی ، تن بتقدیر !

کتاب کی قدر کی توقع اہل وطن کی طرف سے | انگریزی مصنفوں اور جناب میور صاحب نے ایسا کچھ لکھا ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی چاروں جلدوں کا جواب چار جلد سے کم میں آوے ۔ جلد اول میری کتاب کی بالکل جواب ہے اُن کی پہلی جلد کا اور اور مصنفوں کا جنھوں نے اس قدر مضمون پر لکھا ہے ۔ میرے ہم قوم اُس محنت کی جو میں نے اس کتاب کی تصنیف میں کی ہے ، قدر نہیں کرنے کے بلکہ نہایت الزام دیں گے اور کافر مرتد بتلاویں گے کیوں کہ میں پابند تقلید نہیں رہا ہوں اور شاید دو یا تین مسئلوں میں جمہور سے اختلاف کیا ہے اور چند علماء کی رائے سے اتفاق کیا

ہے - پس ہمارے شفیق تمام چیزوں کو چھوڑ کر انہیں مسئلوں کی بدولت فتوائے کفر دیں گے -
۲۱ جنوری ۱۸۷۰ء

(۱٦)

مسلمانان ہند کی حالت پر افسوس | افسوس کہ مسلمان ہندوستان کے ڈوبے جاتے ہیں اور کوئی ان کا نکالنے والا نہیں - ہائے افسوس ! امرت تھوکتے ہیں اور زہر اگلتے ہیں - ہائے افسوس ! ہاتھ پکڑنے والے کا ہاتھ جھٹک دیتے ہیں اور مگر کے منہ میں ہاتھ دیتے ہیں - اے بھائی مہدی ! فکر کرو اور یقین جان لو کہ مسلمانوں کے ہونٹوں تک پانی آ گیا ہے ، اب ڈوبنے میں بہت ہی کم فاصلہ باقی ہے - اگر تم یہاں آتے تو دیکھتے کہ تربیت کس طرح ہوتی ہے اور تعلیم اولاد کا کیا قاعدہ ہے اور علم کیوں کر آتا ہے اور کس طرح پر کوئی قوم عزت حاصل کرتی ہے - انشاء اللہ تعالیٰ میں یہاں سے واپس آ کر سب کچھ کہوں گا اور کروں گا مگر مجھ کافر ، مردود ، گردن مروڑی مرغی کھانے والے ، کفر کی کتابیں چھاپنے والے کی کون سنے گا ؟

دیباچہ خطبات احمدیہ کی تکمیل | میں اپنی کتاب کا دیباچہ بھی آج لکھ چکا ، الحمدللہ علیٰ احسانہ -
۱۱ فروری ۱۸۷۰ء

(۱۷)

واپسی کی اطلاع اور مصر میں قیام کا ارادہ | میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور نصف آخر ماہ اگست میں یہاں سے روانہ ہوں گا اور ایک ہفتہ مصر میں رہوں گا اور وہاں کے مسلمانوں کا حال دیکھوں گا اور آخر ستمبر میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی زیارت بمقام الہ آباد حاصل

کروں گا۔

خطبات احمدیہ کا دیباچہ | میں نے اپنی کتاب کے دیباچے میں ان انگریزوں کی تصنیف کا حال جنھوں نے آنحضرتؐ پر اعتراض کیے ہیں، لکھا ہے اور ان انگریزوں کا جنھوں نے نہایت انصاف سے مذہب اسلام کی حمایت کی ہے، شکر کیا ہے اور ان کے اقوال اور رائیں بھی جا بجا نقل کی ہیں۔ منجملہ اُن کے دو شخصوں کی رایوں کے دو پرچے اس عریضے میں ملفوف کرتا ہوں؛ ان کے ترجمے صحیح صحیح لکھیے اور دیکھیے کہ کیا چیز ہیں اور میرے حق میں دعائے خیر کیجیے کہ میں نے کس کس محنت سے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں۔ ہزاروں باتیں کہنے کو ہیں، کہاں تک لکھتا جاؤں؟

کتاب کی لاگت کی ادائیگی کا صدمہ | جو صدمہ ادائے لاگت کتاب کا مجھ پر ہے، بیان نہیں ہو سکتا مگر آپ کے عنایت نامے سے جس میں ہر طرح کی تقویت ہے، جان آگئی، خدا انجام بخیر کرے! نواب ٹونک کے پاس سے اگر ہزار روپیہ ملے تو کیا کہنا ہے، خدا ایسا ہی کرے! مگر جب تک نہیں آجاتے تسلی نہیں ہو سکتی، زیادہ اس بات میں لکھنا فضول ہے۔

۱۶ مارچ ۱۸۷۰ء

(۱۸)

لندن میں بیٹھے ہوئے مسلمانان ہندوستان کی بہبودی و بہتری کے لیے ایک انجمن بنانے کا مشورہ مولوی مہدی علی کو | میں چاہتا ہوں کہ میرے ہندوستان پہنچنے سے پہلے آپ ایک ایسوسی ایشن خاص مسلمانوں کی بہتری و اصلاح کے لیے قائم

کر رکھیں - اپنی طرف سے آپ ایک التماس واسطے تقرر مجلس مذکورہ کے چھاپ کر لوگوں کو تقسیم کریں اور ممبر جمع کر کے ایسوسی ایشن بنائیں تاکہ مجھ بدنام کا نام اس میں نہ آنے پائے اور کسی کو احتمال بھی نہ ہو کہ کچھ میری شرکت اس میں ہے - ایک مسوّدہ التماس کا جو آپ کی طرف سے تقسیم ہونا چاہیے، سرسری طور پر لکھ بھیجتا ہوں - اس کے پڑھنے سے میرے خیالات آپ کو بخوبی واضح ہو جائیں گے - آپ اس کو اپنے طور پر اور اپنی عبارت میں بعد تغیّر و تبدل جس طرح چاہیں، مرتب کر کے چھاپیں، کارروائی سوسائٹی کی میرے آنے کے بعد شروع ہو - آپ غورفرمائیں کہ ایسی سوسائٹی یا ایسوسی ایشن کا بنانا نہایت ضرور ہے، اس پر آپ ضرور متوجہ ہوں - اس ایسوسی ایشن کا کوئی عمدہ سا نام تجویز فرمائیے ؛ میں نے جو نام رکھا ہے نہایت برا ہے، آپ کوئی تجویز کریں - میرے خیال میں مفصلہ ذیل نام آتے ہیں: ''مجلس الفلاح فی معاشرۃ المسلمین'' ''مجلس المومنین فی اصلاح معاشرۃ المسلمین'' ''مجلس تہذیب اخلاق مومنین'' مگر ان میں سے کوئی نام بھی عمدہ نہیں ہے - بہرحال آپ جو نام تجویز کریں اس کو ایک پرچہ کاغذ پر نہایت خوش خط عربی خط میں جناب حافظ جی صاحب سے لکھوا کر میرے پاس بھیج دیں کہ میں اس نام کی نہایت خوب صورت آھنی پٹری (بلاک) یہاں سے بنواتا لاؤں گا کہ جو ماھواری رسالہ ایسوسی ایشن سے نکلا کرے گا، اس پر وہ نام بذریعہ اس پٹری کے جو نہایت خوب صورت ہوگا، چھپا کرے گا - یہاں سب خوب صورتی اس پٹری کی ہو جائے گی، الاّ حرف جیسے لکھے آویں گے بعینہٖ ویسے ہی بنیں گے، اس لیے حرف نہایت خوش خط ہوں اور بہت پرکار قلم

سے نہ لکھا جاوے بلکہ متوسط قلم سے ہو اور اس کا قلم اس سے زیادہ موٹا نہ ہو جیسا کہ یہ لفظ بطور نمونے کے لکھتا ہوں۔

ا ب ج

چندہ اور رسوم داخلہ جو میں نے تجویز کی ہے، اس میں کچھ زیادتی کمی نہ فرمائیے گا کیوں کہ وہ نہایت مناسب ہے۔

میں نہیں جانتا کہ آپ کی رائے میں ایسوسی ایشن کا مقرر کرنا اچھی بات ہے یا نہیں مگر میں تو اس کو نہایت مفید سمجھتا ہوں۔ اس کے انجام کے لیے چنداں خرچ کی بھی ضرورت درکار نہ ہوگی؛ قواعد اس کے اور تمام بندوبست اس کی کارروائی کا وہاں پہنچ کر میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا مگر آپ اس کا اشتہار میرے آنے سے پہلے دے دیجیے اور ممبر جمع کر لیجیے۔ جہاں تک ممکن ہو مختصر نام تجویز کیا جائے اور جب پرچۂ کاغذ پر نام عربی خط میں لکھا جائے تو خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی سطر اس لکیر سے جو میں نیچے کھینچتا ہوں، زیادہ لمبی نہ ہو جائے بلکہ اگر اس سے کچھ کم ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ پٹری کے بننے اور اس کی خوب صورتی میں دقّت پڑے گی۔ اگر اس قلم سے جس کا نمونہ میں نے بتایا ہے نہ آسکے تو قدرے قلم اور باریک کر لیا جائے مگر سطر اس سے بڑی نہ ہونے پائے۔ فقط

۲۲ اپریل ۱۸۷۰ء

(۱۹)

مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مدرسے کی تجویز | عریضہ سابق میں درباب تقرّر ایسوسی ایشن کے لکھا تھا اور اس عریضے میں منع لکھا۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ ان دونوں باتوں میں سے آپ کسی

کو نہ مانیں بلکہ جو آپ کا دل چاہے اور آپ کی رائے میں مناسب ہو، اس کے مطابق کام کریں ۔ اگر بالتخصیص مسلمانوں کی تربیت کے لیے جداگانہ مدرسہ مقرر ہو جاوے تو ایک رحمت ہمارے لیے ہے؛ کوئی رات نہیں جاتی کہ ایسے مدرسے کے تقرر کی باتیں اور تجویزیں یہاں نہیں ہوتیں مگر بغیر دس لاکھ روپے نقد ہوئے ممکن نہیں ہے[1] ۔

۲۹ اپریل ۱۸۷۰ء

(۲۰)

بڑے بڑے انگریزوں کا سرسیّد سے حسن سلوک | لندن کے احباب اور علماء اور اشخاص نامی جس محبت و اخلاق و عنایت سے مجھ سے ملے اور صرف اپنے اخلاق سے مجھ غریب نالائق کی جس قدر خاطر کی، اس کا میں نے کبھی ذکر نہیں لکھا ۔ اگر وہ لکھا جاتا تو مبالغے پر محمول ہوتا اور حاسد شاید آتش حسد میں اس قدر برافروختہ ہوتے کہ بغیر آتش حسد کے اور کچھ نہ رہتا ۔

خطبات احمدیہ قسطنطنیہ کے ایک فاضل کی نظر میں | میری کتاب "خطبات احمدیہ" ایک مسلمان عالم متبحّر نے پڑھی جو قسطنطنیہ سے یہاں آیا ہے؛ جو الفاظ کہ اس نے کہے اور مجھے لکھے اور جس طرح میرے ہاتھ چومے، اس کی لذت میں جانتا ہوں ۔ اس کے چند مقام ایسے ہیں جن کو دیکھ کر مسلمانان ہند فتوائے کفر دیں گے ۔

کتاب کے اخراجات اور ہمشیرہ حامد و محمود کی وفات کا دوہرا صدمہ | کتاب کے اخراجات کا صدمہ اور عین اسی صدمے

۱۔ سرسید کی اسی خواہش کا اظہار ہندوستان پہنچ کر محمڈن کالج علی گڑھ کے قیام کی صورت میں ظاہر ہوا ۔ (محمد اسماعیل)

میں صدمۂ غم انتقال ہمشیرہ حامد و محمود کا لاحق ہونا جیسا کچھ مصیبت کا وقت مجھ پر گزرا ، واقعۂ کربلاء سے کم نہ تھا ۔ ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

آپ نے جو الفاظ اپنی محبت و الفت سے لکھے ہیں اُن کا بہت بہت شکر کرتا ہوں اور بے تکلّف لکھتا ہوں کہ اب کچھ حاجت نہیں رہی ۔ تین ہزار روپیہ قرض لیا گیا ، سب بے باق ہو گیا ، آپ نہ کچھ قرض لیجیے نہ اپنی تنخواہ بھیجیے ۔ اگر نواب ٹونک سے درحقیقت روپیہ ملے تو وہ بھیج دیجیے گا ؛ اس کے سوا اور کچھ نہ بھیجیے گا ، اگرچہ یقینی وہ نہیں ملنے کا ۔ کل جو اخبار لندن میں چھپے ، ان میں آپ کی گفتگو کا بالکل اور نواب ٹونک کے ہزار روپے دینے کا ذکر چھپا ہے ۔ افسوس ہے کہ ہزار روپے کا اس قدر چرچا ہو گیا اور جناب مولوی سید امداد العلی صاحب نے مضمون چندۂ دستگیریٔ مسافر لندن بھی لکھ دیا اور جو جو کچھ انھوں نے متعدّد جلسوں میں اس کی ہنسی اڑائی جس کی صحیح خبر مجھے پہنچی ، اس کا بے فائدہ مجھے رنج ہوا اور آپ یقین جان لیجیے گا کہ وہاں سے ایک کوڑی نہیں ملے گی ۔ یہ آپ کی غلطی تھی جو آپ نے اس پر یقین کر لیا ۔

مرزا خدا داد بیگ امتحان میں ناقص نکلے اور بہت نیچا ان کا نمبر رہا اور آئندہ بھی مجھے توقع نہیں ہے ۔ ۱۰ مئی ۱۸۷۰ء

(۲۱)

همشیره حامد و محمود کے انتقال کا صدمہ | جو حادثۂ جانکاہ قضا و قدر سے دہلی میں گزرا اور غالباً جس کی خبر آپ نے مجھ سے

پہلے ہندوستان میں سنی ہوگی اور جو غم اس حادثے کا مجھ پر اور حامد و محمود پر ہوا، اس کا آپ خیال کر سکتے ہیں اور فطرتی جو حال میری طبیعت کا ان دنوں میں ہے، وہ بھی آپ تصور کر سکتے ہیں مگر بہرحال شکر خدا کا ہے۔ فقط

کتاب کے اخراجات کی ادائیگی کے لیے سرسیّد کی پریشانی

آپ کا عنایت نامہ مؤرخہ ۲۶ اپریل مع ہنڈوی تعدادی بیس پونڈ یعنی دو سو روپیہ کے پہنچا اور آپ کا شکر کیا اور دعا کی کہ خدا اس کی جزا دے۔ ان دنوں میں کہ طبیعت ایسی رنجیدہ ہے کتاب کے خرچ کے نہ سر انجام ہونے کا دوسرا رنج ہے۔ بمجبوری یہاں روپیہ قرض لینا پڑا؛ چنانچہ تین ہزار روپیہ قرض لینے کی گفتگو ہو رہی ہے، خدا راست لاوے۔ آئندہ ڈاک میں فہرست لاگت کتاب کی بھیجوں گا جس سے معلوم ہوگا کہ کس قدر روپیہ خرچ ہوا۔ آپ نے اور تمام دوستوں نے جس قدر مدد کی وہ نہایت ہی عمدہ اور بہت ہی غنیمت تھی ورنہ زہر کھا کر مر جانے کے سوا اور کچھ چارہ نہ ہوتا مگر اس نالائق پاگل زین العابدین نے اب تک اپنا چندہ بھی نہ بھیجا، آپ اس کو نہایت تاکید کیجیے۔ اس وقت میرے پاس دس روپے بھی کہیں سے آ جاتے ہیں تو ہزار روپے کے برابر معلوم ہوتے ہیں۔ آپ اپنے پاس سے اور اپنے ذاتی روپے سے اس سے زیادہ جو کہ آپ کر چکے ہرگز ہرگز مدد نہ کیجیے گا اور آپ نے جو لکھا ہے کہ میری تنخواہ ملنے والی ہے وہ میں بھیج دوں گا، ہرگز ہرگز مت بھیجنا۔ میں اس قدر تکلیف اور اس قدر خرچ میں جو آپ کی طاقت سے باہر ہے، آپ کو ڈالنا ہرگز گوارا نہیں کرتا اور نہ اس طرح پر پڑنا چاہیے۔ علاوہ اس کے صرف یہی کام نہیں ہے، ہم کو اور بہت کام کرنے

ھین لیکن کسی کو چندے میں شریک کرنے یا کتاب کا خریدار بہم پہنچانے میں کوشش کرنی چاہیے ؛ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ کوشش بھی چنداں مفید نہ ہوگی ، بقول شخصے ”تا تریاق ازعراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود“ ، اب مجھ کو اور میرے حال کو خدا پر چھوڑ دو !

خطبات احمدیہ کی مکمل تیاری | کتاب جلد بندی سے تیار ہوگئی اور کتب فروش کی دوکان میں فروخت کو رکھی گئی ۔ خدا کرے کہ کچھ بک جاویں اور اس بے انتہا مصیبت سے مجھے کسی قدر سبکدوشی ہو ۔ اگر ممکن ہوا تو اسی ڈاک میں ورنہ آئندہ ڈاک میں ایک جلد آپ کے پاس اور ایک ایک ہر ایک اہل چندہ کے نام روانہ کروں گا ۔

لندن میں رسالہ ”تہذیب الاخلاق“ کی ابتدائی تیاریاں | (ہندوستان پہنچ کر) ایک اخبار خاص مسلمانوں کے فائدے کے لیے جاری کرنا میں نے تجویز کر لیا ھے اور ”تہذیب الاخلاق“ اس کا نام فارسی میں اور انگریزی میں ”محمدن سوشل رفارمر“ رکھ لیا ھے ۔ اس کا سرنامہ بہت خوب صورت یہاں کھدوا لیا ھے ، کاغذ بھی ایک برس کے لائق یہاں خرید لیا ھے اور یہ سب چیزیں یہاں سے بذریعۂ جہاز بادبانی روانہ کردیں کہ میرے وھاں پہنچنے تک پہنچ جائیں گی ۔ خرچ ماھواری اجرائے اس اخبار کا سو روپیہ ھوگا ۔ ھم بیس دوست پانچ پانچ روپیہ مہینا کرکے دیں گے اور اخبار مفت میں بانٹیں گے اور بہ قیمت بھی بیچیں گے ۔ اس اخبار میں بجز اس کے کہ خاص مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بھلائی کے آرٹیکل ہوں گے اور کچھ نہیں ہو۔ گا ؛ اس میں میں اور آپ دو شخص آرٹیکل لکھنے والے ہوں گے اور

اگر صلاح ہوگی تو منشی ذکاءاللہ صاحب کو اور منشی نجم الدین صاحب ڈپٹی انسپکٹر کو بھی آرٹیکل لکھنے میں شریک کریں گے؛ غرضکہ میں چاہتا ہوں کہ میرے وہاں پہنچنے تک آپ کچھ نہ کریں ، انشاء اللہ تعالیٰ میں عنقریب وہاں پہنچتا ہوں ۔

لندن سے روانگی کی اطلاع | میری روانگی کا زمانہ بالکل مقرّر ہوگیا اور سکرٹری آف سٹیٹ کو اطلاع دے دی گئی اور منظوری ہوگئی ۔ اب میں انشاءاللہ تعالیٰ مع حامد یہاں سے حسب مندرجہ ذیل روانہ ہوں گا ۔

۲۸ اگست ۱۸۷۰ء کو انشاء اللہ تعالیٰ میں لندن چھوڑوں گا ، ایک ہفتہ مصر میں رہوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ مع الخیر ۲ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو بمبئی میں پہنچوں گا اور چوتھی پانچویں کو انشاءاللہ تعالیٰ الہ آباد میں آپ کا جمال مبارک دیکھوں گا اور آپ کے قدموں کو ہاتھ لگاؤں گا ، ان دنوں میں تعطیل دسہرہ کی ہوگی ۲٦ اکتوبر تک ۔ اگرچہ دھلی جانے کو مطلق دل نہیں چاہتا مگر بہ مجبوری بہن اور بھتیجوں کے سبب ایک دن کے لیے جانا پڑے گا ، باقی ایام تعطیل علیگڈھ میں اور کچھ مرزا پور میں بسر کروں گا ۔

۲۷ مئی ۱۸۷۰ء

(۲۲)

واپسی کا پروگرام | میں نے حسب ضابطہ انڈیا آفس میں اطلاع کر دی کہ میں ۲۸ اگست کو لندن سے روانہ ہوں گا اور تین چار روز فرانس میں رہوں گا ۔ ۲ ستمبر کے جہاز میں مارسیلز سے سوار ہوں گا ، ۹ کو اسکندریہ پہنچوں گا اور وہاں مصر میں دونوں جگہ صرف

ایک هفته قیام کروں گا اور ۱۶ستمبر کو سویز سے پھر جہاز میں سوار هوں گا اور انشاءالله تعالیٰ ۲ اکتوبر کو بمبئی میں اور چوتھی پانچویں کو الہ آباد پہنچ کر آپ کے دیدار فرحت آثار سے مشرف هوں گا اور یه شعر۔

باز آمدم که سجدۂ ایں خاک پا کنم
گر طاعتے قضا شده باشد ادا کنم

پڑھ کر آپ کے قدموں کو مثل نعلین بوسه دوں گا۔

۱۷جون ۱۸۷۰ء

(۲۳)

کتاب کی طباعت کے سلسلے میں چھ سو روپے کی بر وقت امداد | ایک هی وقت میں آپ کے دو عنایت نامے مؤرخه ۲۱ جون و ۲۴ جون مع دو قطعه هنڈویات تعدادی تین تین سو روپے کی پہنچے۔ اگرچه مجھ کو اس خیال سے که دو سو روپے جو آپ نے اپنے پاس سے بھیج دیے بلاشبه اس کے سبب تنگی اخراجات هوئی هوگی، رنج هوا مگر میں آپ سے اس خوشی اور تقویت کو بیان نہیں کر سکتا جو اس روپے کے آنے سے هوئی۔ اس وقت یه روپیه ایسا غنیمت هوا که میرا دل هی جانتا هے، حقیقت میں جناب منشی ممتاز علی خاں صاحب کے چنده دینے سے میرا دل بےانتہا خوش هوا۔ جو تکلیف که میں نے اس کتاب کے تصنیف کرنے میں اٹھائی اور جو کچھ آئنده اس کے سبب اٹھانی پڑے گی جیسا که بعض دفعه خیال هوتا هے، اس سب کا بدله میں نے پا لیا۔ اگر اس کتاب کی تالیف میں درحقیقت میں نے کچھ ثواب کمایا هو اور ثواب عبادت بدنی کا منتقل بھی هوتا

هو تو میں نے کل ثواب بتمامہ منشی ممتاز علی خاں صاحب کو بخش دیا ۔

ہندوستان آنے کے لیے خرچ نہ تھا برائے خدا تم اپنے پاس سے کچھ مت بھیجو ، میرے ایجنٹ نے وعدہ کر لیا ہے کہ تمام اخراجات جہاز وہ دے کر ہندوستان پہنچا دے گا ؛ پس اپنی ذات خاص پر تکلیف گوارا کرنے کی اب ضرورت نہیں رہی ہے ، اگر ضرورت ہوتی تومیں بلاشبہ تم کو لکھتا کہ اپنا گھر بیچ کر بھیج دو ، میں اپنے روپے میں اور تمہارے روپے میں کچھ فرق نہیں سمجھتا ۔

سرسید کی طرف سے چندہ دھندگان کے نام شکریے کے خطوط میں نے ہر ایک صاحب کے نام جن کا چندہ آپ نے بھیجا ، عرائض شکریہ لکھ بھیجے اور ایک ایک کتاب بھی روانہ کردی ۔

یورپ میں خطبات احمدیہ کے کم فروخت ہونے کی وجہ ٢٠ اگست کو میرا ایجنٹ اطلاع دے گا کہ کس قدر کتابیں فروخت ہوئیں ، ان کی قیمت بعد منہائی اخراجات روانگی کتب بہ ہندوستان میرے پاس آ جائے گی مگر ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں بارہ پندرہ سے اب تک زیادہ فروخت نہیں ہوئیں ۔ امید تھی کہ فرانس اور جرمنی میں یہ کتابیں فروخت ہونگی ، اتفاقات قسمت سے انھی دنوں میں ان دونوں ملکوں میں لڑائی شروع ہو گئی ہے ۔

خطبات احمدیہ کے آمد و خرچ کی تفصیل حساب چھاپۂ کتاب ملفوف عریضہ ہذا مرسل خدمت عالی ہے ۔ اس کے ملاحظے سے معلوم ہوگا کہ کل آمدنی اس وقت تک ١٦٩١ روپے ہوئی اور

خرچ ہوا ۳۹۳۸ روپے، فاضل خرچ ہوا ۲۲۵۷ روپے، جو روپیہ قرض لیا گیا تھا اس میں سے زرفاضل ادا ہوا۔

واپسی کے اخراجات کے لیے قرض کی ضرورت | الّا زاد راہ واسطے مراجعت ہندوستان کے باقی نہ رہا اور اب جب تک کہ اور قرض نہ لیا جائے مراجعت متعسّر ہے، پس یہ ترددات ایسے جانکاہ ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

ہندوستان سے مزید روپے کی طلبی | دو سو روپے جو آپ کے پاس بابت چندہ جناب ممتاز علی خاں و منشی محمد صدیق صاحب کے جمع ہیں، اُن کا اور سو روپیہ چندہ مولوی زین العابدین کے آنے کا ہر دم "چوں گوش روزہ دار براللہ اکبر منتظر" رہتا ہوں، خیر خدا ہر حال میں مددگار ہے۔ آئندہ عریضے میں جو کچھ اس مصیبت کا حال ہوگا عرض کروں گا۔

خطبات احمدیہ کی ہندوستان کو روانگی | کتابیں مطبوعہ صندوقوں میں بند ہو رہی ہیں واسطے روانگی ہندوستان کے، اُن کے محصول وغیرہ میں بھی دو سو روپے سے کم خرچ نہیں ہونے کا۔ اب زیادہ حال ترددات کا لکھنا آپ کو رنج و تردد میں ڈالنا ہے۔

سید محمود کے تعلیمی اخراجات | چھجو (ذاتی ملازم) دست بستہ آداب عرض کرتا ہے، وہ محمود کے ساتھ رہے گا اور اس کے ساتھ کیمبرج جائے گا۔ محمود کو اپنی پڑھائی اور اخراجات پورے کرنے کو علاوہ اس روپے کے جو سرکار سے ملتا ہے، تین ہزار روپیہ اور درکار ہوگا؛ سو انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان پہنچ کر اس کے بھیجنے کا بہ قسط ماہواری یا یکشمت بہ فروخت کدامی مکان تجویز

کروں گا۔

۲۸جون ۱۸۷۰ء

(۲۴)

لندن سے سرسید کا آخری خط | چونکہ اب میں بالکل پا بہ رکاب بیٹھا ہوں اور تردّدات بےشمار دل پر ہیں اس سبب سے جو کچھ دل میں ہے وہ لکھ نہیں سکتا ۔ والسلام

سیّد احمد

۸ جولائی ۱۸۷۰ء

ضمیمہ نمبر ۴

ایتھی نیم کلب لندن کا حال

ایتھی نیم کلب لندن کی نہایت شاندار اور مشہور و معروف علمی مجلس تھی؛ برطانیہ کے تمام اعلیٰ پایے کے ادیب، ملک کے تمام باکمال ہنرور، تمام بلند پایہ سائنسدان اور نامور مُوجد اس کے ممبر تھے اور جو شخص اس کا ممبر منتخب ہو جاتا تھا وہ اس کو بہت بڑا فخر سمجھتا تھا۔ سرسیّد کو بھی بزمانۂ قیام لندن، دو مرتبہ اس مجلس کے آنریری ممبر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مجلس کی مفصل کیفیت اور اپنے ممبر ہونے کا حال سرسیّد نے نہایت تفصیل کے ساتھ اپنے رسالے ''تہذیب الاخلاق'' کے ماہ رجب ۱۲۹۷ھ کے پرچے میں بہت دلچسپ طور پر لکھا ہے۔ چوں کہ یہ نایاب مضمون بھی سرسیّد کے سفر لندن کا ایک حصہ ہے اس لیے ہم اسے بھی ''تہذیب الاخلاق'' سے لے کر، یہاں درج کرتے ہیں۔ ''تہذیب الاخلاق'' کا یہ فائل پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے۔
(محمد اسماعیل)

ایتھی نیم کلب کی اہمیّت | لندن میں یہ ایک نہایت نامی اور معزّز کلب ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ معزز کوئی

کلب نہیں ہے۔ اس کلب میں جو کوئی ممبر ہوتا ہے اُس کے دوست اس کو مبارک باد کی چٹھیاں لکھتے ہیں اور اس کو ایسا فخر ہوتا ہے کہ ویسا فخر کسی خطاب کے ملنے سے بھی نہیں ہوتا۔

ممبری کے قواعد | اگر ہماری یاد میں غلطی نہ ہو تو اس کلب میں یہ قاعدہ ہے کہ کوئی شخص جو صاحب تصنیف نہ ہو یا اور کسی کمال میں مشہور نہ ہو، وہ اس کلب کا ممبر نہیں ہو سکتا؛ یہ بھی قاعدہ ٹھہرایا ہے کہ اس کلب میں بارہ سو ممبر سے زیادہ نہ ہوں گے۔

ممبری کے امیدواروں کی کثرت | سینکڑوں آدمیوں کی درخواستیں ممبر ہونے کے لیے آتی ہیں کہ بروقت خالی ہونے کسی ممبری کے ان کا تقرّر ہو اور اُن کا نام بطور امیدواران ایک رجسٹر میں مندرج ہوتا ہے۔ ۱۸۷۰ء میں جب کہ ہم لندن میں تھے، تین ہزار سے زیادہ امیداروں کا نام رجسٹر میں مندرج تھا اور دس دس و بارہ بارہ برس امیدواری پر گزر گئے تھے۔

سرسیّد کا آنریری ممبر مقرر ہونا | دوامی ممبروں کے سوا جن کی تعداد بارہ سو سے زیادہ نہیں ہو سکتی، کوئی نامی اور مشہور شخص کسی میعاد معین کے لیے آنریری ممبر ہو سکتا ہے۔ ہم کو دو دفعہ اس کلب کے آنریری ممبر مقرّر ہونے کی عزّت حاصل ہوئی ہے۔ پہلے تقرر کی میعاد گزر جانے کے بعد دوسری دفعہ پھر تقرّر ہوا اور جب تک ہم لندن میں رہے، اس معزّز کلب کے آنریری ممبر تھے۔

ایڈورڈ طامسن کی لیاقت اور علمیّت | ایڈورڈ طامسن صاحب جو

نہایت ذی علم اور نامی مصنّف ھیں اور قدیم زمانے کے تاریخی حالات کی تحقیقات میں اور قدیم سکّوں اور کتبوں کے انکشاف حال میں یدطولٰی رکھتے ھیں اور اس کلب کے منتظم ممبروں میں ھیں، وہ ھمارے آنریری ممبر ھونے کے باعث ھوئے تھے، جس کی عزّت ھمیشہ میرے دل میں رھے گی۔

کلب کی خوبیاں | اس کلب کی روحانی خوبیوں کا لکھنا تو مشکل ھے مگر جو ظاھری باتیں ھیں اُن کا کسی قدر بیان کیا جاتا ھے گو اس کا لطف بھی بغیر دیکھے حاصل نہیں ھوسکتا۔ مثل مشہور ھے :

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

کلب کا مکان | پال مال میں ایک نہایت عالیشان مکان دومنزلہ بنا ھوا ھے؛ ممبر جو وھاں جاتے ھیں اکثر حاضری کھا کر جاتے ھیں اور رات کا کھانا کھا کر آتے ھیں۔ ممبروں یا آنریری ممبروں کے سوا اور کسی کو وھاں جانے کا استحقاق نہیں ھے۔ جب اُس کے دروازے میں داخل ھو تو نیچے کی منزل کا ایک کمرہ ملتا ھے جس میں فرش ھے اور دوتین کوچیں بچھی ھوئی ھیں اور اس کے کونے میں ایک چھوٹا سا کمرہ بطور حجرے کے بنا ھوا ھے جس کی دیواریں آئینہ بندی کی ھیں۔ اُس میں ایک شخص بطور منیجر کے رھتا ھے جو تمام احکام ممبران کی تعمیل کرتا ھے۔ اس چھوٹے کمرے کی دیواریں آئینہ بندی کی اس لیے ھیں کہ جو شخص وھاں آوے منیجر کو معلوم ھو۔

ممبروں کے ملاقاتی | چوں کہ اس کلب میں ممبر بہت دیر تک رھتے ھیں اور ان کے دوستوں کو، اُن کے گھر اُن سے ملنے کا بہت کم موقع ھوتا ھے

اس لیے ان کے دوست بحالت ضرورت کلب ھی میں، ان سے ملنے آتے ھیں اور اس ڈیوڑھی کے کمرے میں ٹھہرتے ھیں؛ جو ملازم بطور چپراسی حاضر باش کے، وھاں موجود ھوتا ھے، اس کو اپنا ٹکٹ دیتے ھیں اور وہ چپراسی اس ٹکٹ کو اس ممبر کے پاس پہنچا دیتا ھے جس سے وہ ملنے آئے ھیں - وہ ممبر وھاں آجاتا ھے اور مل کر چلا جاتا ھے - یہ ملاقات گپ شپ کی ملاقات نہیں ھوتی، ضروری بات سن لی، جواب دے دیا؛ چار پانچ منٹ سے زیادہ ملاقات میں صرف نہیں ھوتے۔

کلب کا ریڈنگ روم اس ڈیوڑھی کے کمرے کے دائیں طرف ایک نہایت وسیع کمرہ بطور ھال کے ھے - یہ کمرہ اخباروں کے پڑھنے کا ھے، نہایت عمدہ فرش سے آراستہ ھے، عمدہ عمدہ کوچیں اور آرام چوکیاں بچھی ھوئی ھیں، بیچ میں درجے دار گول میز لگی ھوئی ھے جس پر گویا تمام دنیا کے اخبار رکھے جاتے ھیں؛ چاروں طرف دیواروں میں عمدہ سے عمدہ جغرافیے کے نقشے اس حکمت سے لگے ھوئے ھیں کہ ایک ادنیٰ اشارے سے کھل جاتے ھیں اور ادنیٰ اشارے سے از خود لپٹ جاتے ھیں - جو ممبر اخبار پڑھنا چاھتے ھیں، اس کمرے میں آتے ھیں اور کوچوں اور آرام چوکیوں پر بیٹھے اخبار پڑھتے ھیں - اگر کسی خبر میں ایسا مضمون ھوا جس کے سمجھنے کو جغرافیے کا نقشہ دیکھنا ضرور ھے، ایک اشارہ ڈوری کا کیا، نقشہ کھل گیا، جب دیکھ لیا چھوڑ دیا، نقشہ از خود لپٹ گیا - کوئی شخص اس کمرے میں آپس میں باتیں نہیں کرتا، خاموش مثل تصویر اخبار پڑھتے ھیں؛ جو کوئی آتا ھے نہایت آھستہ سے چلتا ھے کہ پاؤں کی آواز نہ ھو اور دوسروں کے پڑھنے میں ھرج نہ ھو اور دھیان نہ بٹے۔

لکھنے پڑھنے کا کمرہ | اس کے پہلو میں ایک اور بڑا کمرہ ہے ، اس میں لکھنے کا سامان ہر قسم کا موجود ہے ؛ بیچ میں گول میز درجے دار لگی ہوئی ہے ، ہر قسم کا کاغذ اور چٹھیات لکھنے کے متعدّد قسم کے کاغذ و لفافے رکھے ہوئے ہیں ، لکھنے کے خوبصورت مقام مہیا ہیں اور ہر جگہ دوات و قلم موجود ، ہے جس ممبر کو کچھ لکھنا ہو ، اُس کمرے میں جاتا ہے اور لکھنے میں مصروف ہوتا ہے -

کلب میں خطوط کی روانگی کا قاعدہ | جو ممبر چٹھیات ڈاک کی روانگی کے لیے لکھتے ہیں ، انھوں نے چٹھی لکھی اور اُسی میں ایک نل بنا ہوا ہے ، اُس میں ڈال دی - وہ چٹھی اُس منیجر کے پاس پہنچی ، اُس نے اس کا وزن کیا ، ڈاک کے محصول کے ٹکٹ لگائے اور روانہ کر دی -

ممبروں کی ڈاک | جو لوگ اس کلب کے ممبر ہیں ان کے نام کی چٹھیاں اکثر اسی کلب کے پتے سے آتی ہیں ، جو لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں منیجر اُن کو وہ چٹھیاں تقسیم کر دیتا ہے ، جو اور ملک میں چلے جاتے ہیں ، وہ اپنا پتا منیجر کو بتلا جاتے ہیں اور وہ اس پتے پر روانہ کر دیتا ہے ، ہر ایک ممبر کے لیے ڈاک کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ شاید اس سے بہتر نہیں ہو سکتا -

ڈائننگ هال | ڈیوڑھی کے کمرے کے بائیں طرف ایک اور بہت وسیع کمرہ ہے - یہ کھانے کا کمرہ ہے جو نہایت عمدگی سے کھانا کھانے کے سامان سے آراستہ ہے ، تمام عمدہ سے عمدہ اشیاء کھانے پینے کی یہاں موجود ہیں ، خانساماں و خدمتگار نہایت خوبصورت وردیاں پہنے حاضر ہیں ، جا بجا چھوٹی و بڑی میزیں لگی ہوئی ہیں ، ہر وقت ہر چیز موجود ہے ، جس ممبر کا دل چاہے اُس میں جاوے اور جو

چاہے، کھاوے اور پیوے۔

سگرٹ پینے کا کمرہ | چرٹ بھی نہایت عمدہ اقسام کے موجود ہوتے ہیں - چرٹ پینے کے لیے ایک علحدہ کمرہ ہے جس کی دیواریں اور چھت بالکل آئینہ بندی کی ہیں، اس کے اندر سے باہر کا چمن پھولوں کا بالکل دکھائی دیتا ہے، اس کی چھت میں دھواں نکلنے کے لیے ایک روشندان ہے جس میں سے چرٹ کا دھواں نکل جاتا ہے۔

سگرٹ پینے کے لیے علحدہ کمرے کی وجہ | لندن میں چوں کہ سردی ہے اور اس سبب سے ہمیشہ کمروں کے کواڑ بند رہتے ہیں اس لیے چرٹ پینے کے لیے علحدہ خاص کمرہ ہوتا ہے۔ ہر کمرے میں چرٹ نہیں پی سکتے کیوں کہ اس کا دھواں باہر نہیں نکل سکتا اور کمرے کی دیواروں پر جو سنہرا و گل دار کاغذ لگا ہوتا ہے، اس میں چرٹ کے دھوئیں کی بو ہو جاتی ہے اور اس لیے ہر جگہ چرٹ پینا ایک بدتمیزی کی بات خیال ہوتی ہے اور چرٹ پینے کا کمرہ علحدہ بنا ہوا ہے۔

کھانے کا طریق | اس کھانے کے کمرے میں نہایت عمدہ انتظام ہوتا ہے - اس میں ممبروں کو اختیار ہے کہ تنہا کھاویں یا چند ممبر جو آپس میں نہایت دوست ہیں، ایک میز پر کھاویں؛ وہ خانساماں کو حکم دیتے ہیں کہ پانچ آدمی یا چھ آدمی یا زائد یک جا کھاویں گے، یہ فی‌الفور اسی مقدار کی میز کو آراستہ کر دیتا ہے - جو ممبر وہاں جاتے ہیں اکثر ٹفن اور رات کا کھانا وہیں کھاتے ہیں، رات کے کھانے میں آپس میں بولنے، ہنسنے، بات چیت کرنے کی کچھ

ممانعت نہیں ہے -

سرسیّد کلب کے ڈائننگ ہال میں | ہم بھی اس کمرے میں چند دفعہ گئے ہیں مگر ایک رات جب کہ ہمارے دوست ایڈورڈ طامسن صاحب نے بلایا تھا ، نہایت لطف تھا - قریب پندرہ سولہ آدمیوں کے ایک میز پر تھے اور اس میز پر تین شخص ایشیا کے رہنے والے تھے : ایک میں ، ایک حاجی محمد حسین خاں سفیر شاہ ایران اور ایک منشی صاحب جن کا نام اس وقت یاد نہیں ہے اور مدرسۃ العالیہ روس کے مدرس اول زبان فارسی کے تھے اور اسی زمانے میں سینٹ پیٹرزبرگ (پیٹرو گراڈ) سے لندن کی سیر کو آئے تھے - نہایت لطف سے وہ کھانا ہوا جس میں سوائے میرے اور سب لوگ نہایت عالم و فاضل و نامی و گرامی اور ایک نہ ایک فن میں مشہور و کامل تھے -

اوپر کی منزل | اوپر کی منزل اس سے بھی زیادہ عجیب ہے ؛ ایک کمرہ نوکروں کے حاضر رہنے کا ہے ، ایک کمرہ اس لیے ہے کہ وہاں جا کر چرٹ پی سکیں یا ٹہل سکیں -

لائبریری | علاوہ اس کے ایک نہایت وسیع کمرہ ہے ، سب کمروں سے زیادہ وسیع ؛ اس میں جا بجا لکھنے پڑھنے کی میزیں لگی ہوئی ہیں اور اس کے پاس نہایت عمدہ و نفیس کتب خانہ ہے جس میں داروغۂ کتب خانہ حاضر رہتا ہے - جو ممبر کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں یا کوئی کتاب یا رسالہ تالیف کرتے ہیں ، کوئی مضمون لکھنا چاہتے ہیں یا کسی بات کی تحقیقات پر کچھ لکھتے ہیں ، وہ اس کمرے میں جاتے ہیں اور جو جگہ اُن کے لیے تجویز ہوتی ہے ، وہاں بیٹھ کر اپنا کام کرتے ہیں ، جو کتاب درکار ہوتی ہے فی الفور کتب خانے سے ملتی ہے -

لائبریری میں کامل یکسوئی | یہ کمرہ درحقیقت تصویر کا عالم ہے ؛ بات کرنی یا آواز دینی تو درکنار ، کھانسنا بھی نا مناسب خیال کیا جاتا ہے ، اس قدر آہستہ سے اٹھنا اور چلنا ہوتا ہے کہ ذرا آواز نہ ہو بلکہ بقول شخصے کہ حرکت بھی معلوم نہ ہو ۔ ہر ایک شخص اپنے خیال میں اور اپنی دھن میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اس کو دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی ۔ بڑے بڑے عالم ، دانش مند اپنی فکر اور اپنے علم اور اپنی تحقیقات کا نتیجہ قلم کی زبان سے اس مقام پر دنیا کی اطلاع کے لیے ظاہر کرتے ہیں ۔

ایک فاضل انگریز سے ملاقات | اسی کمرے میں ہم نے ڈین اسٹانلے کو دیکھا جو نہایت مشہور عالم لندن میں ہیں ۔ وہ کسی امر کی تحریر میں مشغول و مستغرق تھے ۔ پہلی دفعہ انھوں نے بے انتہا مہربانی ہم پر یہ کی کہ کرسی پر سے اٹھ کر ہم سے ہاتھ ملایا اور پھر چپکے بیٹھ گئے ، یہ پہلی ملاقات تھی ۔ ہم خاموش ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور چپکے ان عالموں کو دیکھا کیے جو اپنے اپنے کام میں مصروف تھے ۔ اُن کو دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی تھی اور عقل متحیّر ہوتی تھی کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں ۔

پال مال گزٹ کا ذکر | لندن میں ایک اخبار چھپتا ہے جس کا نام " پال مال گزٹ " ہے ۔ ہم کو شبہ پڑ گیا ہے یہ اخبار اسی کلب سے متعلق ہے یا اس سے علحدہ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کلب کے اکثر ممبروں کے مضمون اور آرٹیکل اس اخبار میں چھپتے ہیں اور اسی لیے وہ اخبار نہایت عمدہ اور ذی وقعت خیال کیا جاتا ہے ۔

ہندوستانی کلب میں کیا ہوتا ہے ؟ | ہمارے ہم وطن اس مضمون کو پڑھ کر کسی قدر خیال کر سکیں گے کہ یورپ میں

کلب کس مقصد کے لیے قائم ہوتا ہے اور کیا نتیجہ اس کلب سے حاصل ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی کلب قائم ہو تو اس کا نتیجہ بجز اس کے کہ ایک مکان میں چند صورتیں جمع ہو جاویں اور حقّے کی گڑ گڑ بلند آواز ہو اور پانوں کی تواضع کی جاوے اور آپس میں مل کر کچر کچر لغو و بیہودہ باتیں کریں اور قہقہہ اڑاویں، اور کیا ہو سکتا ہے؛ زیادہ ترقی ہو تو ایک دوسرے کو کچھ سخت کہ بیٹھے، کیا عجب ہے کہ نوبت رنجش اور سخت کلامی و ہاتھا پائی کی پہنچے۔ ان تمام چیزوں کے لیے وہ لیاقت چاہیے جس کے لیے ایسے مجمعے موضوع ہیں۔ جب ہم میں ایسے لوگ ہی موجود نہیں ہیں جو ایسے مقاموں اور ایسے مجمعوں کے لائق ہوں تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

علیگڈھ سائنٹیفک سوسائٹی کا ذکر | ہم نے علیگڈھ سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی، اس کے لیے ایسا عمدہ و عالیشان مکان بنایا جو اس وقت تک ہندوستان کے ہندوستانی مجمعوں کے لیے نہیں ہے؛ پھر اس سے کیا نتیجہ ہے؟ ہم وہ آدمی کہاں سے لاویں جو اپنے ملک، اپنی قوم کی بھلائی و ترقی کے لیے کچھ محنت اختیار کریں۔ اس کو جانے دو؛ ہم کو تو ایسے دو چار آدمی بھی نہیں ملتے جو اس مکان میں بیٹھ کر اگر کچھ نہ کریں تو اپنی قوم کی ابتر حالت پر رو ہی دیں۔

سوسائٹی کا باغ | ہاں اس مکان کا باغ ایسا عمدہ آراستہ ہے جو بہت ہی کم اپنا نظیر رکھتا ہے۔ وہ بھی کسی ہندوستانی کی سعی و کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک فیاض و عالی ہمّت اور نیک دل، نیک خصلت، فرشتہ سیرت، ہمہ تن نیکی و سر تا پا خیر،

مجسّم یوروپین لیڈی کا نتیجہ ہے جس نے اپنے شوق و محنت سے اس کو آراستہ کر دیا ہے ۔ ہماری قوم میں تو اتنی بھی لیاقت نہیں ہے کہ اس پر فضا باغ کی سیر کے بھی لائق ہوں ۔ پس کسی جگہ کلب یا سوسائٹی قائم ہونے سے ہم کو کیا خوشی ہوسکتی ہے ؟

ہم وطنوں کو نصیحت | اے ہمارے عزیز ہم وطنو ! ہماری قوم کے جو لوگ بوڑھے ہیں وہ گَے دن کے ہیں ، ان کو خدا جلد بہشت نصیب کرے گا ؛ جو جوان ہیں ، اُن سے ہاتھ اٹھاؤ ، جب درخت کی شاخ سخت (خشک) ہو جاتی ہے وہ ٹوٹ جاتی ہے پر کسی طرف پھر نہیں سکتی ۔ ہاں اپنی اولاد کی جو چھوٹی پود ہے ، خبر لو ، اُن کی تعلیم و تربیت کا فکر کرو ۔ تمھاری حالت تمھارے باپ دادا کی حالت سے زیادہ خراب ہے اور تمھاری اولاد کی حالت تم سے بہت بھی زیادہ بدتر اور ابتر ہوگی ۔ اگر تم اس کی فکر نہ کروگے تمھاری ارواح قبر میں اُن کے لیے روویں گی ۔

قوم کی بہتری تعلیم پر منحصر ہے | سکرٹری ٹمدن کلب الہ آباد نے اپنی رپورٹ میں مدرسۃ العلوم علیگڈھ کا ذکر کیا ہے ۔ ہم نہایت سچے دل سے اور تمھاری نہایت خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ صرف یہی ایک علاج ہے جو تمھاری اولاد کی بھلائی و بہتری کے لیے ہو سکتا ہے ۔ اے عزیز ہم وطنو ! تم نے اس مدرسے کی نہایت ناشکری کی ہے اور بہت کچھ جھوٹ اور محض غلط باتیں اپنی بد اقبالی اور بدقسمتی سے اس کی نسبت کہی ہیں ۔ تم کو لازم ہے کہ تم آؤ اور اس کی حالت کو دیکھو اور خود اپنی دریافت اور اپنی تحقیقات سے اس پر رائے قائم کرو اور اس کی تکمیل پر ہمّت باندھو ۔ دیکھو ، سمجھو ! یہی تمھارے حق میں بہتر ہے ۔ اس وقت تم جھوٹی باتیں بنا کر ہنس

لو ، قہقہے آڑا لو مگر یقین جان لو کہ اس کے بعد رونا اور دانت پیسنا ہے -

سیّد احمد

ضمیمہ نمبر ۵

شہر لندن کے تاریخی حالات

(بیان کردہ سرسیدؒ)

جب سرسیدؒ لندن گئے ہیں اُس زمانے میں وہاں اور ہندوستان میں ملکہ وکٹوریا کی حکومت تھی - ذیل کی تقریر میں (جو سرسیدؒ نے مشنری سکول، گورکھ پور میں، بتقریب سالگرہ ملکہ وکٹوریہ، ۲۹ مئی ۱۸۷۴ء کو کی) پہلے ملکہ وکٹوریا کے کچھ سوانحی حالات بیان کیے، پھر لندن کے لوگوں کی معاشرت، ایمانداری، دیانت، سچائی اور قومی ہمدردی کا کچھ حال سنایا؛ ازاں بعد شہر لندن کے ایسے تاریخی حالات بیان کیے جو سفر نامے میں نہیں ہیں - چونکہ یہ بیان سرسیدؒ کے سفر لندن کا ایک حصّہ ہے اس لیے ہم اسے سرسیدؒ کی اُن تقریروں سے لے کر یہاں درج کرتے ہیں جن کا مجموعہ مولانا امام الدین گجراتی نے مرتّب کیا اور جسے ملک فضل الدین تاجر کتب لاہور نے ۲۱ فروری ۱۹۰۰ء کو شائع کیا -

(محمد اسماعیل پانی پتی)

سوانح ملکہ وکٹوریا

پیدائش اور والد کا انتقال | اپنی تقریر کی ابتدا میں سیّد صاحب

نے پہلے کچھ مختصر حال ملکہ وکٹوریا کی ولادت کا بیان کیا اور فرمایا کہ حضور ممدوحہ کے پدر بزرگوار کا نام ایڈورڈ آف کنٹ ہے اور ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو حضور ممدوحہ بمقام کنزنگٹن پیلس میں پیدا ہوئیں - اگلے ہی سال میں حضور ممدوحہ کے شفیق باپ نے قضا کی اور ہماری ملکہ معظمہ یتیم ہوگئیں - اُس وقت یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتی تھی کہ یہ بن باپ کی لڑکی ایک روز ایسی عظمت اور شان کو پہنچے گی کہ یورپ اور افریقہ اور ایشیا اور امریکہ ہر ایک حصۂ ملک میں اُس کی حکومت اور طاقت کا لوگ اقرار کریں گے -

تعلیم و تربیت | اب میں آپ صاحبوں کو بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جس کے سبب ہماری ملکہ معظمہ نے ایسی بڑی ناموری حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کی ؟ یہ حضور ممدوحہ کی مادر مشفقہ کی تعلیم کا نتیجہ تھا - حضور ممدوحہ کی والدہ ماجدہ کا نام ڈچس آف کنٹ ہے جو بادشاہ بلجیم کی بہن تھیں ، اُنھوں نے بعد انتقال اپنے شوہر کے بڑے استقلال اور قابلیت کے ساتھ اپنی یتیم لڑکی کی تعلیم و تربیت کا اہتمام خود اپنے ذمے لیا - سب سے پہلے اُنھوں نے جناب ملکہ معظمہ کو ورزش سکھلائی یعنی وہ کام جن سے بدن چست اور طبیعت خوش رہے ہمارے ملک کے آدمی ابھی اس اہم معاملے کی خوبی سے آگاہ نہیں ہیں اور اپنی اولاد کی صحت جسمانی کا زیادہ لحاظ نہیں کرتے حال آنکہ یہ ابتدائی احتیاط ہر ایک قسم کی تعلیم کی جڑ ہے - اگر بچّوں کی صحت و عافیت میں ابتدا سے کچھ خلل آ جاوے تو پھر اُن کی ہر ایک قسم کی استعداد پژمردہ ہوجاتی ہے اور وہ تعلیم کے اعلیٰ درجے کو نہیں پہنچ سکتے -

ورزش کے بعد جس چیز کی (ملکہ وکٹوریا کو) تعلیم دی گئی وہ اعتدال ہے یعنی ہر ایک کام میں سلامت روی اختیار کرنا ۔

اس کے علاوہ گھوڑے کی سواری اور جہازی سفر وغیرہ امور کی بھی تعلیم دی گئی تاکہ جب کبھی سفر پیش آجاوے یا فوجوں کے ساتھ رہنے کی ضرورت پڑے تو حضور ممدوحہ ہر ایک موقع پر مستعد رہیں ۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور بڑی عمدہ چیز سکھلائی گئی یعنی کفایت شعاری جو بادشاہوں کے لیے نہایت ضروری ہے مگر اس ملک کے لوگ شاید اس کو بہت کم سمجھیں گے ، اس لیے کہ یہاں ہمیشہ ایسے بادشاہوں نے فرمانروائی کی جن کو کفایت شعاری سے کچھ غرض نہ تھی ، جس وقت جس کام میں اُن کا جی چاہا خزانہ صرف دیا ۔ کوئی اُن سے پوچھنے والا نہ تھا ؛ برخلاف اس کے ہماری ملکہ معظمہ کی طبیعت میں ابتدا ھی سے ایسا اعتدال اور کفایت شعاری داخل کی گئی کہ کسی وقت اُس سے قدم باہر نہیں رکھا ۔

وائی کونٹ مل برن صاحب نے حضور ممدوحہ کو اُن تمام اصول انتظام سلطنت کی تعلیم دی جن کے بموجب اُس وقت انگلستان کی سلطنت میں کارروائی ہوتی تھی ۔

تخت نشینی | آخر اس تمام عمدہ تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بادشاہ ولیم چہارم نے انتقال کیا اور صحیح النسب وارث سلطنت نہ رہا تو بموجب قانون انگلستان کے ۲۰ جون ۱۸۳۷ء کو ہماری ملکہ معظمہ خلّد اللہ ملکہا و سلطنتہا تخت نشین ہوئیں جو اس

وقت ہر طرح سے ایسے بڑے عہدے کے لائق تھیں -

شادی | ۱۰ فروری ۱۸۴۰ء کو حضور ممدوحہ کی شادی ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں پرنس آف ویلز ولی عہد سلطنت پیدا ہوئے اور اب حضور ممدوحہ کا سن پچپن سال کو پہنچا -

ملکہ وکٹوریا کا عہد | جناب ملکہ معظمہ کے عہد کی نسبت جس قدر تعریف اور توصیف کی جاوے ، وہ سب بجا اور درست ہوگی - میں اس وقت ایک بڑے لائق مصنّف لارڈ بروہم کا قول بیان کرتا ہوں جس نے بہت ہی مختصر اور سیدھے اور سچے لفظوں میں ہماری ملکہ معظمہ کی نسبت رائے دی ہے : لیکن قبل اس قول کے بیان کرنے کے میں آپ صاحبوں پر یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ یورپ کے مصنّفوں کے بیان کو ایشائی مصنّفوں کے بیان پر قیاس نہ کریں جن کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے بادشوں کی تعریف میں وہ باتیں بیان کرتے ہیں جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور محض جھوٹ ہوتی ہیں اور جن سے ہرگز کسی بادشاہ کے اصلی حالات معلوم نہیں ہو سکتے - یورپ کے مصنفوں کا طرز اس سے بالکل برخلاف ہے ، یہ مصنّف کبھی کسی کی ایسی تعریف نہیں کرتے جس کا وہ مستحق نہ ہو - پس لارڈ بروہم کا قول جو میں اب بیان کرتا ہوں اُس کی نسبت کسی طرح یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُس نے اس بیان میں کچھ بھی مبالغہ کیا ہوگا - اس عالی مرتبہ مصنّف کا وہ قول یہ ہے ”کسی ملک میں ایسی ملکہ آج تک نہیں ہوئی جو پبلک اور پرائیویٹ باتوں میں ملکہ وکٹوریا سے بڑھ کر قابل تعریف اور رعایا کی شکر گذاری کی مستحق ہو“ -

کیسی سچی اور کس قدر بڑی تعریف کی بات ہے اور جو

سچ اور بالکل سچ ہے۔

انگلستان کی رعایا کو حقوق کی آزادی کسی ملک کی رعایا کو اس قدر آزادی اور اس قدر حقوق حاصل نہیں ہیں جیسے انگلستان کی رعایا کو حاصل ہیں اور وہاں اگرچہ ایک بادشاہ مانا جاتا ہے لیکن اُس کے اختیارات کی وہ کیفیت نہیں ہے جیسے آپ صاحبوں کے خیال میں سمائی ہوئی ہوگی اور جیسے ایشیا کے بادشاہوں کی کیفیت تھی جن کو یہ اختیار تھا کہ جس شخص کی نسبت جو حکم چاہیں دے دیں، جس کام میں جس قدر چاہیں خزانہ صرف کر دیں۔ انگلستان کے بادشاہ کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے؛ یہاں بادشاہ کے اختیارات محدود ہیں اور تمام قوانین جن پر سلطنت کی کل کارروائی منحصر ہوتی ہے، رعایا کی منظوری کے بعد جاری ہوتے ہیں، بادشاہ کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ سلطنت کے خزانے کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے صرف کر دے۔

اس ضمن میں ایک نصیحت آمیز واقعہ میں جس عرصے میں لندن میں مقیم تھا تو پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ آئر لینڈ میں جناب پرنس آف ویلز ولی عہد سلطنت کے واسطے ایک قطعۂ اراضی جو بہت عمدہ موقع پر واقع تھا، سلطنت کے خزانے سے خرید کیا جاوے اور لارڈ اسپکر صاحب نے ایسی خوبصورتی سے اس معاملے کو پارلیمنٹ میں پیش کیا کہ اُس کو پرائیویٹ مقاصد سے نکال کر بالکل ایک پولیٹیکل معاملہ بنا دیا اور بیان کیا کہ جو مخالفت آئر لینڈ کی رعایا کو لندن کے شاہی خاندان سے ہے اُس کے لحاظ سے یہ بات بہت ہی ضرور ہے کہ خاندان شاہی کے

واسطے اُس ملک میں اس قسم کی جائداد پیدا کی جاوے اور اُن کا اس ملک میں اکثر قیام ہو تاکہ اس ذریعے سے ایک خاص قسم کا ارتباط خاندان شاہی کو اُس ملک کی رعایا سے پیدا ہووے -

مگر پارلیمنٹ کے ممبروں نے اس تمام وجوہات سے انکار کیا اور ہرگز اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ پرنس آف ویلز ولی عہد سلطنت کے واسطے شاہی خزانے سے اس قسم کا خرچ روانہ کیا جاوے -

پس جب رعایا کی آزادی اور اُن کی مداخلت انتظام مملکت میں اور اُن کے حقوق اس قدر بڑھے ہوئے ہیں تو لارڈ بروھم کا قول نہایت ٹھیک ہے -

آزادی حقوق کے متعلق ہند و انگلینڈ کی رعایا میں فرق ہمارے اس ملک ہندوستان کی نسبت لوگ البتہ یہ بات کہ سکتے ہیں کہ ہم کو ایسے حقوق حاصل نہیں جیسے رعایائے انگلستان کو حاصل ہیں ؛ قانون بنانے میں اور اور امور میں جو ملک کی حالت پر موثر ہیں ، یہاں کے لوگوں کی رائے کو کچھ وقعت نہیں ہے -

اس فرق کی وجہ میں بھی اس بیان سے انکار نہیں کر سکتا اور اس نقصان کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی انصافاً میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ تمام خرابی صرف اس لیے ہے کہ ہم لوگوں نے ابھی ایسی لیاقت حاصل نہیں کی ہے جو انگلستان کی سی رعایا کے حقوق ہم کو حاصل ہوں اور میری قطعی یہ رائے ہے کہ اگر ہمارے ملک کے آدمی ویسی ہی لیاقت حاصل کرلیں جیسی انگلستان والوں نے کی ہے اور اُن

لیاقتوں کو ویسی ھی نیک نیتی اور خیر خواھی سے استعمال میں لاویں جیسی نیک نیّتی اور خیر خواھی اھل انگلستان کو اپنی گورنمنٹ کی نسبت ھے تو بلاشبہ وہ تمام حقوق اس ملک کی رعایا کو بھی حاصل ھو جاویں گے - ایک بڑے مصنّف کا قول ھے ''گو آزادی رعایا کا اصلی حق ھے لیکن اس قسم کے حقوق اسی وقت حاصل ھو سکتے ھیں جب کہ رعایا میں اُن حقوق کو واجبی طور سے اور نیک نیّتی سے برتنے کے لیے لیاقت موجود ھو''؛ پس ھمارے ملک والوں کو اگر انگلستان کی رعایا کے سے حقوق کی آرزو ھے تو اُن کو بھی ویسی ھی لیاقت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاھیے -

شہر لندن کی تاریخ اور اس کی موجودہ حالت

اب میں لندن کے شہر کی مختصر کیفیت بیان کرتا ھوں جس کی مجھ سے خواھش کی گئی ھے مگر پھر اس بات کا عذر کرتا ھوں کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے کچھ زیادہ بیان نہیں کر سکتا -

لندن کا شہر ایک قدیمی شہر ھے اور قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے جب ''لیر شیرز'' نے لشکر کشی کی تو اُس وقت یہ شہر آباد تھا اور اب یہ شہر تمام دینا میں سب سے بڑا شہر ھے اور اگر میری یاد نے غلطی نہ کی ھو تو قریب بیس میل لمبا اور دس بارہ میل چوڑا ھے اور ۳۵ لاکھ آدمی کے قریب اُس میں آباد ھیں - اگرچہ یہ شہر اپنی خوبصورتی میں پیرس سے اور عمدگیٔ موقع میں قسطنطنیہ سے بہتر نہیں ھے لیکن آبادی اور مال و دولت کی کثرت کے لحاظ سے اب دنیا میں کوئی شہر اُس کی ھمسری نہیں کر سکتا -

لندن میں آب رسانی کا انتظام ۱۲۵۵ء میں اوّل ہی اول چیپ سیڈ میں پانی کے نل اس شہر میں لگ گئے تھے، جس کو آج وہ ترقی ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے؛ کوئی گھر اور موقع باقی نہیں جہاں ان نلوں کے ذریعے سے پانی نہ پہنچتا ہو، ایک مقام پر گھما دینے سے اس تمام علاقے کے گھروں کے حوض پہلی منزل سے لے کر اونچی اونچی منزل تک سب بھر جاتے ہیں اور جب کوئی حوض بھر جاتا ہے تو پھر اس میں پانی جانا بند ہو جاتا ہے اور جب سب حوض بھر جاتے ہیں تو وہ کل از خود بند ہوجاتے ہیں۔

شہر میں روشنی کا اہتمام روشنی کا اہتمام بھی اس شہر میں مدّت سے ہے؛ ۱۳۱۶ء میں لالٹینوں کی روشنی سڑکوں پر شروع ہوگئی تھی جس نے اب وہ ترقی پائی ہے کہ اس سے پہلے خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی، ہر ایک گھر گیس کی صاف روشنی سے منور ہے جو ایک نہایت لطیف ہوا ہے۔

عمارات کی طرز طرز عمارت میں بھی پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ ترقی ہوگئی ہے۔ شہر میں ایک موقع پر پرانی عمارت کے کچھ مکان اتفاق سے اب تک اپنی پہلی حالت پر قائم ہیں، اُن کے دیکھنے سے اس وقت کی طرز عمارت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔

پچھلا طرز عمارت اس شہر کا یہ تھا کہ نیچے کا درجہ پاٹ کر اس کے آگے چھجّا نکالتے تھے اور دوسرا درجہ چھجّے کے اوپر سے بنانا شروع کرتے تھے اور پھر چھجّا نکال کر تیسرا درجہ اس پر بناتے تھے، اس طرح مکان درجہ بدرجہ اوپر کو پھیلتا جاتا ہے؛ یہاں تک کہ کبھی مقابل کے دو مکان اونچے اور چوڑے ہوتے ہوتے

آپس میں مل جانے کے قریب ہو جاتے تھے اور غالباً یہ طرز اس لیے اختیار کیا گیا تھا کہ ان مکانات کے اطراف میں جو لوگ راستہ چلیں اُن کو بارش اور برف سے امن ملے۔

وبا اور آتش زدگی سے شہر کی تباہی | ۱۶۶۵ء میں اس شہر میں ایک بہت بڑی وبا پھیلی جس میں بہت کثرت سے انسانوں کی جانیں تباہ ہوئیں اور ۱۶۶۶ء میں ایک سخت آگ لگی؛ اس عظیم آتشزدگی میں تیرہ ہزار گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے اور بہت ہی نقصان ہوا۔

تباہی کی اصلی وجہ اور اس کا انسداد | جب متواتر دو برسوں میں یہ دو سخت آفتیں شہر پر نازل ہوئیں تب وہاں ایک بڑی کمیٹی منعقد کی گئی اور بہت سی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ یہ دونوں آفتیں شہر کی طرز عمارت کی وجہ سے پیش آئیں؛ پس اُسی وقت سے عمارت کا طرز بدلا گیا جس سے اس قسم کی مصیبتیں رک گئیں اور اب وہ شہر ایسی عمدہ رونق پر پہنچ گیا ہے۔

تباہی کا یادگاری مینار | ۱۶۶۶ء کی آتش زدگی کی یاد گار میں ایک بہت بڑا مینار تیار کیا گیا ہے جو اب تک موجود ہے اور ۲۰۰ فٹ بلند ہے اور جس کو دیکھ کر لوگ اُس بڑی مصیبت سے واقف ہوتے ہیں اور طرز عمارت کی تبدیلی کی قدر کرتے ہیں۔

لندن کی ایک عبرت انگیز تاریخی عمارت | لندن کے مشہور مکانات میں سے ٹاور آف لندن بھی ایک مکان عبرت سے ذکر کرنے کے لائق ہے۔ یہ لندن کا ایک قدیم قلعہ ہے؛ ۱۰۷۸ء میں بادشاہ ولیم اوّل نے اُس میں ایک محل ویٹ ٹور کے نام سے تعمیر کیا،

ملکہ الزبتھ اور کنگ جیمس کے زمانے تک وہ محل بادشاہوں کے رھنے کا مکان رہا اور اُس کے بعد سے قید خانہ ہو گیا؛ بڑے بڑے نامی سردار اُس میں قید ہوئے اور بہت سی جانیں نہایت بے رحمی کے ساتھ اُس میں ضائع ہوئیں، بہت سے خون اُس میں بہائے گئے، وہ لوھے کا تبر جس نے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرداروں کی گردنیں کاٹی ھیں اور کاٹ کا کندہ جس پر وہ گردنیں کٹی ھیں، ٹاور کے اسلحہ خانے میں اب تک موجود ھے۔

اسی مکان میں ایک اور برج ھے جس کی سیر سے انسان کے دل پر ایک عجیب حیرت اور عبرت طاری ہوتی ھے۔ یہ برج ایک نہایت ھی مستحکم عمارت ھے اور اُس میں صرف ایک دروازہ ھے جس کے مضبوط کواڑوں کے بند ہو جانے کے بعد، وہ برج پوری مایوسی کا عالم ہو جاتا ھے۔ بڑے بڑے نامی سردار جو اُس برج میں قید ہوئے ھیں، اُن میں سے اکثروں نے اپنے اُن بد اقبالی کے وقتوں میں کوئی کوئی فقرہ در و دیوار کے اوپر کسی ذریعے سے کندہ کردیا ھے؛ یہ سب فقرے اب تک جوں کے توں موجود ھیں اور اس قدر پُر اثر ھیں کہ ممکن نہیں ھے کہ کوئی انسان اُن کو دیکھے اور اُس کا دل بھر نہ آوے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے مکانات اور نہایت عجیب عجیب اور نادر نادر چیزیں اس شہر میں ھیں جن کے بیان کے لیے ایک زمانہ درکار ھے اس لیۓ میں پھر عذر کرتا ہوں اور زیادہ کیفیت وھاں کی چیزوں کی میں بیان نہیں کر سکتا۔

لندن کے تاجر (یہاں میں) کچھ مختصر سا ذکر اُس سچائی کا بھی کروں گا جو وھاں عموماً برتی جاتی ھے۔ ایک ادنیٰ بات یہ ھے

کہ جب کوئی بازار میں جاتا ہے تو جس سوداگر کی دوکان میں گزر ہوتا ہے، وہ سوداگر اُس کے ساتھ نہایت اخلاق اور انسانیت سے پیش آتا ہے - جس چیز کی ضرورت ہوئی اُس کو پسند کر لیا اور مالک دوکان کو اُس کی تفصیل اور مکان کا پتہ لکھا دیا، نہ قیمت کی کچھ تکرار ہے، نہ سودا ٹھہرانے میں ناحق کی بک بک ہے؛ اگر کسی نے کسی چیز کی قیمت دریافت کی تو بہت ملائمت سے اُس کا جواب مل گیا - تھوڑی دیر کے بعد اس سوداگر کا نوکر گاڑی پر سوار، اُن سب چیزوں کو لیے ہوئے دروازے پر آموجود ہوتا ہے اور وہ سب چیزیں سپرد کر جاتا ہے اور اگر قیمت پہلے سے ادا نہیں کر دی گئی ہے تو مالک کی طرف سے اُس کا بل اپنے ساتھ لاتا ہے اور روپیہ لے جاتا ہے - اب ہم لوگوں کو غور کرنا چاہیے کہ وہاں ادنیٰ ادنیٰ موقع پر بھی کس درجے سچائی برتی جاتی ہے اور اُس سے کس قدر آرام ملتا ہے -

لندن کے بدمعاش | اس میں بھی شک نہیں کہ لندن میں بدمعاش بھی پورے ہوتے ہیں، جو کام وہاں کے بدمعاش کر گزرتے ہیں، وہ اور کسی جگہ کے بدمعاشوں سے ممکن نہیں ہے -

اہل لندن کی راستبازی | لیکن لحاظ کے قابل یہ امر ہے کہ اُس بدمعاشی کے ساتھ وہاں نیکی اور راستبازی کس قدر شائع ہے ؟ روز مرہ اخباروں میں یہ اشتہار دیکھے جاتے ہیں کہ کسی "شخص کی سونے کی گھڑی فلاں جگہ سے پڑی ہوئی کسی شخص کو ملی ہے اور اب وہ فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے جس کی ہو وہ آ کر لیوے"-

بعض سررشتوں کے ملازم اپنے کسی افسر کی نالائقی ثابت

کرنے کے واسطے کوئی غلط حساب اُس کے سامنے پیش کرکے تصدیق کرا لیتے ہیں اور زیادہ روپیہ اُس کے ذریعے سے وصول کر لیتے ہیں اور پھر اُس کے بعد اُس زر زائد کا نوٹ وزیر کے پاس لفافے میں چلا آتا ہے اور اُس کے ساتھ ایک چھٹی اُس افسر کی شکایت میں ہوتی ہے کہ دیکھیے فلاں افسر اس قدر نالائق ہے کہ اُس نے غلط حساب کو تصدیق کر دیا -

پس جہاں چند بدمعاش ہوتے ہیں وہاں ایسے ایسے نیک دل انسان بھی ،کثرت سے موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس شہر کی خوبی اور نیک نامی اور تجارت دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور یہ سب باتیں عمدہ تعلیم کی بدولت ہیں -

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم و تہذیب جس زمانے میں ہماری قوم کی تعلیم بھی عمدہ تھی ، ہم میں بھی یہ سب خوبیاں موجود تھیں اور جب سے ہماری تعلیم ناقص ہوگئی ، وہ سب خوبیاں ہم میں سے جاتی رہیں - ہماری قوم نے ایک وقت میں علوم اور فنون میں ایسی ترقی کی تھی اور ایسی فیاضی سے اپنے علوم سے یورپ کی قوموں کو نفع پہنچایا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ اگر مسلمان اُن علوم میں ایسی ترقی نہ کرتے اور اُن سے اور قوموں کو ایسا فائدہ نہ پہنچتا جیسا پہنچا تو آج دنیا میں اُن علوم و فنون کا نام بھی نہ ہوتا ؛ قرطبہ کی یونیورسٹی نے اور ہماری بغداد کی یونیورسٹی نے اپنے علوم و فنون کی ترقی کی وجہ سے تمام دنیا میں علم کا آفتاب روشن کر دیا -

انگریزوں نے جو کچھ لیا ہم سے لیا یہ انگریزوں کی قوم جو آج ایسی اعلیٰ درجے کی شائستگی میں ہمارے اوپر حکومت کر رہی

ہے ، اُنھیں یونیورسٹیوں اور مدرسوں سے اُس کو علوم و فنون کی
کی روشنی پہنچی - آج اتفاق سے ہم اور وہ قوم جس نے ایک زمانے
میں ہم سے علم حاصل کیا اور ہم سے بہت اعلیٰ درجے پر پہنچ
گئی ہے ، اتفاق سے اس ملک ہندوستان میں جمع ہو گئے ہیں -

قرض کی واپسی کا مطالبہ | پس ہمارا اُن سے یہ دعویٰ ہے کہ
جو قرض اُن لوگوں نے ہم سے لیا تھا ، وہ اب ہم اُن سے وصول
کریں اور میں نہایت سچے دل سے شکر کرتا ہوں کہ وہ قوم
اُس قرض کو مع سود دینے کے لیے بڑی فیّاضی سے حاضر ہے یعنی
جو بہت سے علوم و فنون خود اُس نے اپنی محنت اور تلاش سے
مستزاد کیے ہیں ، وہ ہم کو سود میں دینے کے لیے حاضر ہے مگر
ہم اپنے تعصب اور جہالت اور نالائقی کی وجہ سے اُن سے محروم
ہیں -

اپنی قوم کی خدمت میں گذارش | پس میری خواہش یہ ہے
کہ ہماری قوم اپنے خستہ حال کو دیکھے اور جو عمدہ موقع اُس
کو اتفاق سے ہاتھ آیا ہے ، اُس سے فائدہ اُٹھانے میں کوتاہی نہ
کرے اور سب ایک دل ہو کر اس میں کوشش کریں اور آپس
کی ضد اور بغض اور حسد سے برباد نہ کر دیں -

ضمیمہ نمبر ۶

پروفیسر ڈٹاسی کا آردو خط

سرسیّد کے نام

اُردو کا پہلا پروفیسر اور فرانس کا مشہور مستشرق گارسن ڈٹاسی ہماری زبان کے غیر ملکی خادموں میں سے ایک نامور شخص تھا جو اگرچہ کبھی ہندوستان نہیں آیا مگر اُردو کا ایسا عاشق تھا کہ اس نے فرانس میں بیٹھ کر بڑے شوق اور نہایت محنت سے اُردو زبان سیکھی اور پھر اپنی ساری زندگی اُردو کی خدمت میں صرف کر دی اور عرصۂ دراز تک اُردو زبان کے متعلق فرانس میں اُردو کے طلباء کو نہایت معلوماتی لکچر دیتا رہا ۔ یہ لکچر اُردو ادب کی تاریخ کا ایک نہایت کارآمد اور زرین باب ہیں اور ان کا ترجمہ انجمن ترقی اُردو نے ''خطبات گارسن ڈٹاسی'' اور '' مقالات گارسن ڈٹاسی'' کے نام سے علحدہ علحدہ شائع کیا ہے ۔ ڈٹاسی اُردو کے علاوہ عربی ، فارسی اور ترکی کا بھی بڑا فاضل تھا اور بہت سی کتابوں کا مصنّف تھا ۔ '' تاریخ ادبیات ہندوستانی'' اس کی نہایت قابل قدر کتاب ہے جس کا اُردو ترجمہ مولوی کریم الدین پانی پتی نے بہت اضافوں کے ساتھ ''طبقات الشعرائے ہند''

کے نام سے ۱۸۵۲ء میں کیا۔ یورپ کا یہ نامور مستشرق ۱۷۹۴ء میں بمقام مارسلز پیدا ہوا اور ۱۸۷۸ء میں بمقام پیرس اس نے وفات پائی ۔

آج ہم پروفیسر ڈٹاسی کا ایک خط ذیل میں درج کرتے ہیں جو تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور ''سفرنامۂ مسافران لندن'' میں اس لحاظ سے بطور ''یادگار'' شامل ہونے کے قابل ہے کہ وہ ڈٹاسی نے سرسیّد کو اس وقت لکھا تھا جب سیّد صاحب لندن میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے ہمیں یہ خط مجلّۂ ''نوائے ادب'' کی اپریل ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں مل گیا جسے مضمون نگار جناب عابد رضا صاحب بیدار نے اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علیگڈھ مورخہ ۲۷ اگست ۱۸۶۹ء سے لے کر ''نوائے ادب'' میں نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ اپنی خاص مہربانی سے محترمی عبدالرزاق صاحب قریشی نے مجھے بمبئی سے بھیجا تھا جس کے لیے میں اُن کا نہایت شکر گزار ہوں ۔

یہ خط اس لحاظ سے اور بھی زیادہ قابل قدر ہے کہ پروفیسر ڈٹاسی نے یہ سرسیّد کو اردو میں لکھا تھا۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

صاحب عالی قدر !

جب سے آپ بخیروعافیت لندن میں وارد ہوئے ہیں، اُس وقت سے میں چاہتا تھا کہ آپ کو اردو زبان میں ایک خط لکھوں، اس لیے کہ

وہ ایسی زبان ہے جس کے آپ نہایت شائق ہیں مگر چونکہ مجھ کو اس عمدہ زبان میں تحریر کا ربط نہیں ہے، صرف پڑھنا اور ترجمہ کرنا آتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں ہندوستان میں کبھی نہیں رہا، اس وجہ سے میری ہمّت نے گواہی نہ دی۔

مجھ کو ''علیگڈھ انسٹیٹیوٹ'' گزٹ کے ذریعے سے ابھی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ سٹار آف انڈیا کے کمپینین مقرر ہوئے جس کے آپ حقیقت میں مستحق تھے پس میں اس موقع پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔

میں نے سنا ہے کہ یہ صرف آپ ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اخبار مذکور الصدر میرے پاس آتا ہے اور جب کبھی اس میں ہندوؤں کی مخالفت پر جو ہندی کے جاری ہونے کے نہایت خواہاں ہیں، زبان اُردو کی کوئی تائید ہوتی ہے تو میں اس کے دیکھنے سے نہایت محظوظ ہوتا ہوں۔

کتاب توریت مقدس کی تفسیر جو آپ نے میرے پاس بھیجی ہے، اس کا میں بہت شکریہ ادا کرتا ہوں؛ میں نے اس کتاب کی نسبت اپنے ایڈریس میں بہت کچھ ذکر کیا ہے۔

جو کتاب آپ نے دھلی کی عمارتوں کی نسبت تالیف کی تھی، میں نے اس کا بھی ترجمہ زبان فرانس میں کر لیا ہے[۱]۔

اور میں نے سرکاری اخبار میں آپ کے اور سفر کی نسبت ایک اطلاع چھپنے کے واسطے بھیجی تھی، چنانچہ وہ اخبار آج جاری

۱- پروفیسر ڈٹاسی کا مطلب '' آثار الصنادید '' سے ہے جس کا ترجمہ ڈٹاسی نے فرانسیسی میں کیا تھا اور جو ۱۸۶۱ء میں چھپا تھا۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

ہوا ہے لیکن نہایت افسوس ہے کہ اکثر جگہ کمپوزیٹروں کی غلطی سے اطلاع مذکور میں بہت سی چھاپے کی غلطیاں ہوگئی ہیں؛ چنانچہ ہندوستانی کی جگہ ہندوستانیو اور علیگڈھ کی جگہ اینٹ گڑھ درج کیا ہے۔ مجھ کو اس سے نہایت رنج ہوا اور میں عرض کرتا ہوں کہ اخبار مذکور اتفاقاً آپ کی نظر سے گزرے تو آپ میرا قصور معاف فرماویں۔

میرا دوست سید عبداللہ جو ہمیشہ مجھ کو انگریزی یا اردو میں چٹھیاں لکھا کرتا ہے، بیان کرتا ہے کہ یورپ سے تشریف لے جانے سے پیشتر، آپ کا ارادہ پیرس میں تشریف لانے کا ہے۔ میں آپ کی ملاقات سے نہایت مسرور ہوں گا اور جو کچھ میں لکھتا ہوں اس کو زبانی بیان کروں گا۔

آپ کا خادم

گرسن ڈٹاسی

از مقام پیرس۔ مکان نمبر ۴۳۔ بازار ریوسینٹ اینڈرے

مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۶۹ء